بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

عَنْ وَائِلٍ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَاَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ : [ابوداؤد طیالسی ص۱۳۸ ؛ ترمذی ج۱ ص۳۴]

اظہار التحسین

فی

اخفاء التامین

تالیف

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

عَنْ وَائِلٍ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ : [ابوداؤد طیالسی صفحہ ۱۳۸ : ترمذی صفحہ ۳۴]

اِظْهَارُ التَّحْسِيْن فِي اِخْفَاءِ التَّأْمِيْن

تالیف

مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی

فاضل جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

الھادی للنشر والتوزیع

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

Ph: 0423-7361473

Mob: 0345-7492334, 0300-6609226

نام کتاب	———	اظہار التحسین فی اخفاء التامین
مصنف	———	مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی
کتابت	———	محمد امان اللہ قادری گوجرانوالہ
سال اشاعت	———	جنوری 2012ء
ایڈیشن	———	اوّل
ناشر	———	الھادی للنشر والتوزیع

الھادی للنشر والتوزیع

۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
Ph: 0423-7361473
Mob: 0345-7492334, 0300-6609226

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سخنہائے گفتنی

از: محمد اشرف ناظم کتب خانہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم الانبیآء والمرسلین وعلی آلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ اجمعین اما بعد۔

احناف کرام اور غیر مقلدین حضرات کے درمیان نماز میں وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے بعد آمین کہنے میں اختلاف نہیں بلکہ آمین بالجہر اور عدمِ جہر میں ہے۔ نفس آمین میں کوئی اختلاف نہیں۔ بات یہ ہے کہ احناف کرام آمین کے آہستہ کہنے کو مسنون قرار دیتے ہوئے اولیٰ سمجھتے ہیں اور غیر مقلدین حضرات آمین بالجہر کہنے پر مصر ہیں۔ احناف کا مُوقف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں آمین بالجہر کیا۔ پھر جہر چھوڑ دیا جب کہ غیر مقلدین حضرات کا اصرار ہے کہ آپ نے وفات تک اس کو نہیں چھوڑا۔ دونوں کے دلائل کیا ہیں؟ کس کے دلائل میں کتنی قوت اور کتنا وزن ہے؟ کس کے پاس ٹھوس اور وزنی دلائل ہیں اور کس کا مدار مغالطات پر ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب تو کتاب (اظہار التحسین) کے پڑھنے سے ناظرین کرام کے سامنے واضح ہو جائے گا۔

لیکن بہر حال غیر مقلدین اور احناف کا یہ اختلاف فروعی ہے اور فروعی اختلافات کا بالکل ختم ہو جانا ناممکن ہے۔ خیر القرون میں وہ جماعت جسے اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی سند عطا فرمائی ہے۔ اس میں بھی فروعی اختلافات موجود تھے اور

اس وقت سے لے کر تا ہنوز یہ اختلافات موجود ہیں اور جب تک مسلمانوں میں سمجھ اور دیانت رہے گی۔ ان اختلافات کا ختم ہو جانا ناممکن ہے۔ یہ فروعی اختلافات ملت کے فکر اور ذہنی بیداری پر دال ہیں۔

لیکن یہی اختلافات جب ان میں تعصب۔ شدت اور ہٹ دھرمی۔ کارفرما ہو جائے۔ تو بجائے رحمت کے زحمت بن جاتے ہیں۔ ان مسائل میں دوسرے کی تجہیل اور تکفیر تو کسی حال میں بھی روا نہیں۔ لیکن یہ رویہ اس وقت خصوصاً انتہائی درجہ تشویشناک اور بھیانک ہے۔ جب کہ طاغوتی طاقتیں اسلام کی جڑوں پر حملہ آور ہو چکی ہیں۔ کفر و الحاد کا سیلاب تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ لوگ کس قدر جلدی کے ساتھ مادہ پرستی کی طرف جا رہے ہیں۔ کہیں دہریت کا خوفناک فتنہ منہ کھولے کھڑا ہے تو کہیں قادیانیت اور پرویزیت مسلمانوں کو اپنا لقمہ بنانے کی کوشش میں مصروف ہے اشتراکیت۔ عیسائیت۔ تحریف دین کے فتنے بڑی تیزی سے مسلمانوں کو اپنے دامن میں سمیٹ رہے ہیں۔ گویا کہ قدم قدم پر اسلام سے برگشتہ کرنے والے اسباب موجود ہیں ایک آدمی اگر صبح کو مسلمان ہے تو شام تک خدا جانے اس کے اسلام کا کیا حال ہو گا۔

سیاسی طور پر بھی مسلمانوں کی حالت کسی سے مخفی نہیں کہ کفر کی تمام طاقتیں مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنانے کی سوچ میں ہیں اور مسلمانوں کو ذہنی طور پر مفلوج کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے اختیار کئے جا رہے ہیں۔

معاشی طور پر مسلمان باوجود تمام وسائل کے دوسروں کے محتاج ہیں اور مسلمانوں کے کاروبار کی بنیادیں غیر اسلامی قانون پر استوار ہیں۔

اخلاقی طور پر بھی مسلمان پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر رہے ہیں۔ سینما ہالوں اور ٹی۔ وی نے انہیں انسانیت کے اعلیٰ اقدار سے گرا کر جانوروں کی صف سے بھی پیچھے دھکیل دیا ہے۔ جس قوم کے نوجوانوں کی زبان کا قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ وِرد ہوا کرتا تھا۔ آج اسکی جگہ فلمی نغمے گونجتے ہیں۔ اخبارات۔ رسائل و جرائد ٹی۔ وی۔ وی۔ سی۔ آر

کے ذریعے یہ مرض متعدی کوڑھ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ نگاہیں عریانیت کی عادی ہو چکی ہیں اس وجہ سے اس کے قبیح ہونے کا تصور تک ختم ہو چکا ہے۔ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔

ان حالات میں خصوصاً علماء دین کو کیا کارنامہ انجام دینا چاہیے اور انہیں کن خطوط پر کام کرنا چاہیے۔ اس بات کو ہر مخلص مسلمان سمجھ سکتا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ مسلمانوں کی تمام توانائیاں بجائے ان سیلابوں کی روک تھام کے آپس کے فروعی اختلافات میں صرف ہو رہی ہیں اور ذرا ذرا سی بات پر دوسرے کی تکفیر ایک معمولی چیز بن چکی ہے آپس کے ان فروعی اختلافات اور ان مہیب فتنوں کا اگر موازنہ کیا جائے تو یہ اختلافات پہاڑ کے سامنے رائی کی طرح نظر آئیں گے۔ لیکن ان نظروں کا کیا کیا جائے جنہیں یہ فتنے رائی اور آپس کے فروعی اختلافات پہاڑ نظر آتے ہیں۔

ایسے حالات میں ان فروعی اختلافات میں اس قدر شدت رکہ دوسرے کو یہودی وغیرہ تک کہہ دیا جائے، کے قبیح بلکہ اقبح ہونے میں کسی عاقل کو تامل اور تردد نہیں ہو سکتا۔ لیکن بایں ہمہ "اثبات آمین بالجہر" مؤلفہ مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی "فتویٰ آمین بالجہر" مؤلفہ مفتی عبدالستار صاحب دہلوی اور "دلائل محمدی" مؤلفہ مولانا محمد صاحب جوناگڑھی وغیرہ کتب میں دیانتداری کو بالائے طاق رکھ کر احناف کرام پر یہودیت وغیرہ کے فتوے لگائے گئے ہیں۔ حالانکہ احناف کرام کثر اللہ جماعتہم کی تائید میں صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور اولیاء و اسلاف بزرگان دین کی بڑی جماعت ہے اور پھر آئے دن یہ اور اس جیسی دیگر کتب انفرادی اور جماعتی سطح پر چھپ کر منظر عام پر آ رہی ہیں۔

نہیں کہا جا سکتا کہ ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے ان مخلص مسلمانوں کا کیوں رخ کیا گیا ہے اور اصل مسائل نظروں سے کیوں اوجھل ہو گئے ہیں۔ اصل دشمن کا مقابلہ کرنے کی بجائے مسلمانوں کی عملی، فکری اور مالی توانائیاں اس طرف کیوں صرف کی جا رہی ہیں۔ کسی سوچی سمجھی سکیم کے تحت ایسا ہو رہا ہے یا محض لاعلمی کی وجہ سے ؟

ان مسائل میں اس قدر شدت کا فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے ؟ یہ بات کسی سے مخفی نہیں۔ غیر مقلدین حضرات اگر اپنے موقف کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور اس پر مصر ہیں تو وہ اپنے موقف کو کسی دوسرے انداز سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ اپنے دلائل لوگوں کے سامنے رکھے جاتے۔ دوسروں کے دلائل کا تحقیقی طور پر توڑ پیش کیا جاتا اور اس میں اس قدر تلخی نہ ہوتی تو کتنی اچھی بات تھی لوگوں کو جانبین کی کتابوں کے مطالعے سے حقیقت سمجھنے میں بڑی مدد ملتی، لیکن ان فروعی اختلافات کی بناء پر دوسرے کو یہودی تک بکنے سے بھی دریغ نہ کرنا عقل و دانش کی کون سی منطق کی رو سے درست ہے۔

ایسے حالات میں اور اس دور پرفتن میں چاہیے تو یہ تھا کہ ان باتوں سے کلیۃً اعراض کر لیا جاتا اور ان کا جواب نہ دیا جاتا لیکن بقول حجۃ الاسلام مجدد دین وعلوم حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہ کے" اگر ایسے سوالات کا جواب نہیں دیا جاتا اور یوں سمجھ کر کہ "جواب جاہلاں باشد خموشی" اگر ایسی خرافات کے جواب میں سکوت کیا جاتا ہے تو جاہلوں کو اور بھی جرأت ہو جاتی ہے اور باطل کو حق سمجھنے لگتے ہیں۔"

ان خطرات کے پیش نظر ناظرین با انصاف کو غلط فہمیوں اور مغالطات سے بچانے کے لئے حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ صاحب ڈیروی فاضل مدرسہ نصرت العلوم نے زیر نظر کتاب میں " آمین" کے مضمون کو واضح کیا ہے۔ اس کتاب میں آمین کے بارے میں صحابہ کرامؓ آئمہ مجتہدینؒ کے مسلک کو ٹھوس حوالہ جات سے واضح کیا گیا ہے۔ جانبین کے دلائل ان میں موازنہ بڑے اچھے علمی اور عام فہم انداز میں کیا گیا ہے۔ کوئی بھی آدمی تعصب کی پٹی کو آنکھوں سے اتار کر حقیقت اور حق کو سمجھنا چاہیے تو یہ کتاب اس کے لئے بہترین رہنما ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مولانا موصوف جب کسی مسئلہ کو اٹھاتے ہیں تو اس کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

فاضل مؤلف کی پہلے بھی مسئلہ رفع یدین بعد الافتتاح پر ایک معرکۃ الآراء کتاب "نور الصباح" کے نام سے چھپ کر عام وخاص سے داد وصول کر چکی ہے اور خصوصاً علمی

حلقے میں بہت مقبول ہے۔

مولانا کثیر المطالعہ، وسیع النظر، محقق عالم اور مسائل پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ باحوصلہ اور بردبار شخصیت کے مالک ہیں۔ غیر مقلدین حضرات کی کتب میں دوسرے مسائل کی طرح "مسئلہ آمین" میں جس قدر تشدد، درشتگی اور تلخی ہے کہ ہر قاری پڑھنے کے ساتھ اعتدال کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ حضرت مولانا بھی اس کو سامنے رکھتے ہوئے زیر نظر کتاب میں اگر ویسے ہی الفاظ استعمال کرتے تو ان سے لئے

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ (پ بقرہ ۱۹۴) — سو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کو اس زیادتی کی سزا دو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے

کا جواز کافی تھا اور دونوں فریقوں کے تجاوز، غیر محتاطی اور غیر اعتدالی کا گناہ بھی ابتدار کرنے والے (یعنی غیر مقلدین حضرات) کے کھاتے میں درج ہوتا کیونکہ اس سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح طور پر ارشاد گرامی موجود ہے۔

اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَی الْبَادِیِٔ مَا لَمْ یَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ (صحیح مسلم ص ۳۲۱ ج ۲) — آپس میں بُرا بھلا کہنے والے دو شخص جو کچھ ان دونوں نے کہا اس کا گناہ ابتدار کرنے والے پر ہے جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے۔

غیر مقلدین حضرات کی ایسی غیر محتاط عبارتوں کے سامنے ہوتے ہوئے بھی وقت کی نزاکت کا خیال رکھتے ہوئے محض صحیح بات سامنے لانے اور ناظرین باانصاف کو مغالطات اور خداع سے بچانے کے لئے تند و تیز و غیر محتاط عبارتوں کا تحقیقی جواب دینا یقیناً حوصلہ مند آدمی کا کام ہے، لیکن پھر بھی جن حضرات نے "اثبات آمین بالجہر" مؤلفہ مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی "فتوی آمین بالجہر" مؤلفہ مفتی عبد الستار صاحب دہلوی "دلائل محمدی" مؤلفہ مولانا محمد صاحب جوناگڑھی وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا ہو ان کو زیر نظر کتاب میں اگر کہیں

الفاظ کی سختی یا تلخی محسوس ہو تو اس کو صدائے بازگشت کی ہلکی سی آواز پر حمل کیا جاسکتا ہے۔

واللہ الموفق للصواب

محمد اشرف ناظم کتب خانہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

۸ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

۴ اپریل ۱۹۸۲ء

چند ضروری باتیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

قارئین کرام! اس کتاب سے پہلے آپ نے بندہ عاجز کی کتاب "نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح" کو پڑھ لیا ہوگا جس میں ترک رفع یدین کے دلائل ٹھوس و مضبوط طریقہ سے بیان کر دیئے گئے ہیں اور رفع یدین کے دلائل کی حقیقت بھی آپ پر ظاہر کر دی گئی ہے۔ دراصل ان مسائل فرعیہ میں تعصب و تشدد کرنا اور مسلمانوں کی نماز کے فساد کے فتوے دینا بہت بڑی بے انصافی اور نہایت ظلم ہے۔

بہر حال بندہ نے مسئلہ آمین کے بارے میں کتاب لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی مدد سے یہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔

آمین کے جہر و اخفاء کا مسئلہ بھی فروعی مسائل میں سے ایک ہے۔ ہمارے بزرگوں کا طریقہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ فروعی مسائل میں راجح اور مرجوح کا طریقہ پسندیدہ ہے اور اس میں تعصب و تشدد ناپسندیدہ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کے درمیان جو مسئلہ اختلافی ہو جائے اس میں کسی جانب سے تشدد بُرا ہے۔ مگر غیر مقلدین حضرات کا خاصہ زور اپنی فروعی مسائل پر خرچ ہو جاتا ہے اور ہمیشہ سے انصاف کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں کا تشدد و تعصب اس مسئلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

غیر مقلد عالم مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی نے اپنے رسالہ اثبات آمین بالجہر کے ص۱۹ تا ص۲۱ میں دس چیزوں میں حنفیوں کو یہود سے مشابہت دے کر یہودی کہا ہے (معاذ اللہ) ان دس میں سے چند ملاحظہ ہوں (۱) یہودی آمین بالجہر سے جلتے تھے حنفی بھی آمین بالجہر سے

جلتے ہیں (۱۰) حنفی لوگ ــــــ مسلمانوں کا امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں یہی اس امت کے یہودی ہیں۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔ بلفظہٖ۔

غیر مقلد عالم عبدالستار صاحب دہلوی المتوفیٰ ۲۹ اگست ۱۹۶۶ء اپنے رسالہ "فتویٰ آمین بالجہر" کے صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں "بس آجکل بھی جو ناعاقبت اندیش وفتنہ انگیز اونچی آمین سے چڑتے اور کہنے والوں سے حسد رکھتے یقیناً وہ یہودی ہے"

غیر مقلد عالم محمد صاحب دہلوی جوناگڑھی اپنے رسالہ "دلائل محمدی" حصہ دوم صفحہ ۳۷ میں لکھتے ہیں: "خیر میرا مقصد یہ تھا کہ یہ نری یہودیت ہے کہ اپنے امام کی ٹوٹی قیاس پر بھروسہ کر بیٹھنا اور دینی امور میں شخصی تقلید کوئی چیز سمجھنا اور آمین کی آواز سے چڑنا" بلفظہٖ۔

حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں "خدا کی شان یہ لوگ (حنفی) اپنے مذہب کے دلائل دیتے ہوتے دیانتداری کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں اور خدا سے ذرہ نہیں ڈرتے" بلفظہٖ (رفع یدین اور آمین صفحہ ۷)

قارئین کرام غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں کا یہ تشدد و تعصب کوئی حیران کن نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے ہم مسلک غیر مقلدین بھائیوں کو تکفیر و تضلیل باآسانی کر گذرتے ہیں اور ذرہ بھر عار محسوس نہیں کرتے چنانچہ چند عبارات ملاحظہ ہوں۔ مولانا عبدالوہاب ملتانی ثم دہلوی نے امامت کا دعوےٰ کیا ان کے صاحبزادے مفتی عبدالستار صاحب دہلوی ثم کراچوی نے اسی دعوے کو برقرار رکھا اور امام غرباء اہلحدیث کراچی کہلواتے رہے۔ مولانا محمد صاحب دہلوی غیر مقلد سے سخت اختلاف پیدا ہوگیا۔ مولانا محمد صاحب مولانا عبدالوہاب کے چند عقائد کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

(۱) "اگر کسی کو شہوت نے تنگ کر رکھا ہو تو متعہ جائز ہے نہ گواہ کی ضرورت نہ ولی کی صرف اجرت اور میعاد مقرر کر دینی ضرورت ہو۔

(۲) اگر لونڈی کوئی گروی رکھے تو گروی رکھنے والا اس لونڈی سے جماع کر سکتا ہے۔

(۳) حنفیوں سے بھاگی ہوئی عورتوں کا دوسرا نکاح بغیر طلاق کے جائز ہے۔

(۴) اگر کوئی آدمی پردیس میں ہو اور کئی دنوں کے لیے وہ نان ونفقہ گھر نہ بھیج سکا تو اس

کی عورت بلا طلاق لیے ہوئے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔

(۵) رمضان کا روزہ ہو تو اپنی بیوی سے جماع کرے تو کفارہ نہیں۔

(۶) اگر کوئی غریب ہو اور وہ عید قربان کے موقع پر بھیڑ بکری کی قربانی نہیں کر سکتا تو وہ مرغا کی قربانی کرے الخ" ملخصاً (اشتہار مرغ کی قربانی صلا)

مولانا محمد صاحب اپنے اخبار میں لکھتے ہیں۔

" فرقہ امامیہ دراصل مرزائیوں کی طرح کل مسلمانوں سے الگ تھلگ ہے" بلفظہ۔ (اخبار محمدی دہلی صلا مورخہ یکم جولائی ۱۹۳۸ء)

" فرقہ امامیہ اسلام سے خارج ہے نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ جائز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے" (اخبار محمدی صلا مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء)

نیز مولانا موصوف مولانا عبدالستار کے چند عقائد بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

"عبدالستار بن عبدالوہاب کو ڈبل کافر ٹھہرانے کے لیے بس کافی ہے" (اخبار محمدی دہلی صلا مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء) مولانا عبدالستار صاحب بھی مخالف پارٹی کی شکایت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

مسئلہ امامت کے بارے میں فتاوی

کچھ عرصہ ہوا دہلی کی حمیدیہ پارٹی کی ناپاک کوششوں سے ایک رسالہ بنام "فیصلہ حرمین شریفین" شائع ہوا۔ رسالہ مذکور کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ وہ محض غلط بے بنیاد الزامات بہتانوں تہمتوں کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا جس میں سادہ لوح ناواقف بھولے بھالے مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈال کر مولانا عبدالوہاب محدث ہند اور جماعت غرباء اہل حدیث سے متنفر برگشتہ کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی الخ (فتاوی ستاریہ صلا طبع کراچی)

نیز فتاوی ستاریہ میں ہے " سوال سیٹھ حمیداللہ اور مولانا محمد صاحب جوناگڑھی کو آپ مسلمان سمجھتے ہیں یا اس کے برعکس کیونکہ آپ کا ایک مرید مولوی محمد عرف بڈھ کو دونوں مذکور ہستیوں کو قارون اور فرعون کے لقب سے یاد فرماتے ہیں" (مخلص خیر اندیش ریاض احمد فیروزآباد)

الجواب۔ سیٹھ عبداللہ اور مولانا محمد جونا گڑھی خدا تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے ہیں تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ۔ ہم کیا حکم لگا سکتے ہیں۔ مولوی محمد (بڑکو) بھی رخصت ہوئے ان کا معاملہ بھی خدا کے ساتھ ہے۔ ہم کسی کو برا بھلا نہیں کہہ سکتے۔ حدیث میں ہے لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا کتبہٗ عبدالقادر الحصاری۔ الجواب صحیح ابوعمار عبدالقہار (ابن عبدالوہاب ملتانی) نائب مفتی غرباء اہلحدیث"۔ بلفظہٖ (فتاوی ستاریہ ص۱۲۲، ۱۲۵ ج۴)

حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد ایک سوال کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"جواب: مولوی ثناء اللہ صاحب کا دعوے ہے کہ میں اہل حدیث ہوں لیکن طرزِ عمل ان کا اہل حدیث کے خلاف ہے تو پھر اہلحدیث ہونے کا دعوے ان کے منہ سے کس طرح زیبا ہو سکتا ہے اہل حدیث تو قرآن و حدیث کے بعد اقوال سلف کو لیتے تھے آپ اقوال سلف کی پروا نہیں کرتے دیکھئے تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" میں اور دیگر کئی رسائل میں اس نے کس طرح سلف کی مخالفت کی ہے۔ ہم اس کی چند مثالیں نقل کئے دیتے ہیں ان پر غور کر کے بتلائیں کیا وہ (ثناء اللہ امرتسری صاحب) اہل حدیث کہلانے کے مستحق ہیں" الخ (فتاوی اہل حدیث ص۵ ج۱)

حافظ عبداللہ صاحب روپڑی خود غیر مقلدین حضرات کی گرفت میں

"چند ضروری سوالات حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی خدمت میں قارئین اسی ۱۱ جولائی ۱۹۲۸ء کو بھنڈوڈ میں جماعت اہلحدیث اور امامیہ دہلوی کا ایک عظیم الشان مناظرہ ہوا جس کے بانی سرداران قوم اوڈ (مسلم راجپوت) تھے اور سبب مناظرہ مولوی عبدالستار صاحب مدعی امامت دہلوی اور ان کے نائب مولوی عبداللہ اوڈ کی وہ چیرہ دستیاں تھیں جن کی وجہ سے شادی شدہ عورتوں کو تفریق حاکم شرعی کی آڑ میں کر کے دو ایک کو تو خود نائب مولوی عبداللہ اوڈ نے اپنے گھر ڈال رکھا ہے اور بے شمار عورتوں کو اسی مسئلہ کی آڑ میں مولوی عبداللہ نے ان کی اصلی شوہروں سے تفریق کر کے دوسروں کے پلے باندھ دیا ہے جس سے قوم اوڈ میں بے حد خلفشار ہو رہا ہے۔ اس کی مفصل داستان ہماری اُس چشم دید رپورٹ میں آئے گی (الیٰ ان قال)

مضمون مناظرہ صرف یہ تھا کہ طلاق کا اختیار خاوند کو ہے لیکن عند التعذر حاکم شرعی کو تفریق کر دینے کا بھی اختیار ہے۔ بلفظہٖ۔ جس کے مدعی مولوی عبداللہ صاحب اوڈ امامیہ تھے (الی) فیصلہ مناظرہ میں دو ثالث جماعت امامیہ کی طرف سے تھے یعنی مولوی عبدالستار دہلوی اور حافظ عبداللہ روپڑی (الی) اب میں حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی خدمت میں اپنے سوالات عرض کرتا ہوں۔

(۱) مولوی عبدالوہاب مدعی امامت صدریہ کو جماعت اہلحدیث سے خارج کرنے والوں میں آپ بھی تھے یا نہیں۔

(۲) آپ کے نزدیک مولوی عبدالوہاب اپنے مشرکیہ منتروں کی وجہ سے مشرک تھے یا موحد۔

(۳) اگر جماعت سے یہ لوگ خارج اور مشرک بھی ہیں تو ان کی درخواست پر ان کی طرف سے جو ثالث بننا آپنے منظور فرمالیا تو یہ واجب تھا یا جائز یا لغزش تھی۔

(۴) آپ صرف ثالث تھے تو بھٹنڈہ میں آکر امامیہ کے سردار اور مناظر بھی مولوی عبدالستار اور مولوی عبداللہ کے مہمان بننے میں آپنے کیا خوبی دیکھی حالانکہ آپ تو ثالث اور حکم تھے۔

(۵) آپ نے دوران قیام میں کھانا تو عبدالستار کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھایا ہوگا ان کے برتن میں پانی بھی پیا ہوگا مشرک کے ساتھ مل کر کھانا پینا کیسا ہے۔

(۶) ان تینوں دنوں میں آپ نے ان کی اقتدار میں نماز پڑھی یا انہوں نے آپ کا اقتدا کیا اگر وہ امام بنتے اور آپ ماموم یا کبھی آپ امام ہیں اور کبھی وہ امام تو ان میں سے کون کون سی صورت جائز تھی یا سب صورتیں جائز تھیں۔

(۷) مناظرہ کی صدارت جو امامیہ کی طرف سے آپ کے برادر خورد حافظ محمد حسین صاحب نے کی کیا یہ واجب تھا کہ آپ دونوں بھائی مشرکین کا اس حد تک ساتھ دیتے چلے جائیں (سائل نے حافظ عبداللہ صاحب روپڑی پر سترہ سوالات کیے ہیں۔ حافظ محمد حبیب اللہ (الی ان قال) حافظ صاحب میرے سوالات ابھی اور بھی تھے کہ جنہیں سامنے لاکر آپ کی حکمیت مستور کا بھانڈا بھٹنڈہ جنکشن پر پھوٹ سکتا تھا مگر میں ان سے صرف اس لیے اغماض کرتا ہوں کہ آپ ماشاء اللہ عالم دین اور حافظ قرآن بھی ہیں اور میں ایسے حضرات کی توقیر واجب سمجھتا ہوں۔ ورنہ

مصرع: اے خال رخ یار تجھے خوب بنایا ۔۔۔ جا چھوڑ دیا حافظ قرآن سمجھ کر

سائل ابوالمنصور جناب الدین طالب گوڑگانوی یکے از شرکا رمناظرہ بھٹنڈہ :

تبصرہ از ایڈیٹر

(۱) چونکہ امامت میں اشتراک ہے اگر عورتوں کو ان کے شوہروں سے چھین لینے کا حق صدری امامچہ سے زائل ہو جائے تو اس کی زد روپڑی تنظیم پر بھی پڑسکتی تھی اس لیے شائد یہ سب پاپڑ بیلنے پڑے ہوں گے مزید انکشافات جستجو سوالات کے جواب سے ہو گا جس کا انتظار سختی سے جماعت اہلحدیث دہلی کر رہی ہے۔

(۲) دہلوی امامچہ تو اب اپنے ہی اقرار سے مشرک و کافر ہوا اس لیے کہ مناظرہ میں حَکَم مقرر کرنے کو زیر آیت اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وغیرہ شرک و کفر قرار دیا تھا پھر اب اس نے حکم والے مناظرہ کو قائم رکھا بلکہ خود حکم بنا پس یہ خود کہے کہ اس گزشتہ کے زندہ بت پہ یہ فتویٰ کیوں عائد نہ ہو شرکیہ منترّوں کا جواز ہی کچھ کم شرک نہ تھا اس پر یہ اقراری شرک ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ بن کر عبدالستار بن عبدالوہاب کو ڈبل کافر ٹھہرانے کے لیے بس کافی ہے۔" (اخبار محمدی دہلی ص ۱۴ تا ص ۱۵ مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء)

قارئین کرام ان مختصر عبارات میں آپ نے ملاحظہ کر لیا ہو گا کہ غیر مقلدین حضرات کے بزرگ مسلمانوں کی تکفیر تضلیل میں بالکل غیر محتاط ہیں اس لیے ایسے لوگ مسلمانوں کے ہرگز ہرگز راہنما نہیں بن سکتے بلکہ ایسے لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا ہے ؎

لیا عقل و دین سے نہ کچھ کام انہوں نے　　کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے

(فتاویٰ ستاریہ ص ۴۲)

یہ ٹھہرے ہیں دین کے راہنما اب　　لقب ان کا ہے وارث انبیاء اب

(رفع یدین اور آمین روپڑی ص ۱)

اخلاص نیت و عدم اخلاص کا ایک عجیب واقعہ

" دارالعلوم دیوبند کے مقابلہ میں شیخ عطاء الرحمٰن اور اس کے دوسرے اعزہ نے دہلی میں دارالحدیث رحمانیہ کے نام سے ایک شاندار درس گاہ کی بنیاد رکھی (الی ان قال) قریباً بائیس ۲۲ برس تک اس عظیم الشان دینی درس گاہ کے (روپڑی صاحب) ممتحن رہے اور

سینکڑوں علماء نے ان کے مبارک ہاتھوں سے دستار فضیلت باندھی ۔ ۱۸۵۷ء میں تبادلہ آبادی کی وجہ سے دہلی کی اس عظیم الشان دینی درس گاہ کا وجود ختم ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ
(فتاوی اہل حدیث صفحہ 19/1)

قارئین کرام اللہ تبارک وتعالیٰ نے دارالعلوم دیوبند کے وجود کو اب تک قائم رکھا یہ اسلام کا مرکز اخلاص نیت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مرکز اسلام کو تاقیامت سلامت اور حاسدین کی نظر بد سے محفوظ رکھے ۔ آمین ثم آمین۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ۚ الآیۃ

سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں

یہی اخفار آمین کا ہے ۔اب سنیئے۔

حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کی تحقیق حضرت امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ تھا کہ مقتدی آمین بالجہر کہے مگر بعد کو امام شافعیؒ نے اپنے اس قول سے رجوع کر کے فرمایا "پسندیدہ بات یہ ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کہے "

دلیل ۱ قَالَ الشَّافِعِيُّ فَإِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ أُمِّ الْقُرْآنِ قَالَ آمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ لِيَقْتَدِيَ بِهِ مَنْ كَانَ خَلْفَهُ وَإِذَا قَالَ قَالُوْهَا وَأَسْمَعُوْا أَنْفُسَهُمْ وَلَا أُحِبُّ أَنْ يَجْهَرُوْا بِهَا فَإِنْ فَعَلُوْا فَلَا شَيْئَ عَلَيْهِمْ۔ بلفظہٖ

(کتاب الام ص۹۵ ج۱ طبع بولاق)

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ کی قراۃ سے فارغ ہو تو آمین بلند آواز سے کہے تاکہ مقتدی بھی سن کر آمین کہنے میں اقتدار کریں اور جب امام آمین کہے تو مقتدی بھی کہیں اور اپنے آپ کو سنائیں۔ اور میں (امام شافعی) مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا۔ اگر انہوں نے آمین بالجہر کیا تو بھی ان پر کچھ نہیں۔

دلیل ۲ امام شافعیؒ کے خصوصی شاگرد حضرت امام ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی المصری المتوفی ۲۶۴ھ لکھتے ہیں۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ وَيُسْمِعُ مَنْ خَلْفَهُمْ أَنْفُسَهُمْ۔ (مختصر المزنی ص۱۴ ج۱ علی ہامش الام)

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مقتدی آمین اتنی آواز میں کہیں کہ خود سن سکیں۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

وَأَمَّا الْمُزَنِيُّ فَهُوَ نَاصِرُ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ (الی) قَالَ الشَّافِعِيُّ الْمُزَنِيُّ نَاصِرُ مَذْهَبِيْ

(شرح مہذب ص۱۰ ج۱)

مگر مزنی وہ مددگار ہے امام شافعیؒ کے مذہب کا خود امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ "مزنی میرے مذہب کا مددگار ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

قَالَ فِي الْمُخْتَصَرِ وَهُوَ مِنَ الْجَدِيْدِ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ وَلَا نَعْلَمُ كِتَابًا صُنِّفَ

مختصر مزنی میں امام شافعیؒ کے جدید اقوال ہیں امام نوویؒ اسی صفحہ میں اس کے بعد فرماتے ہیں امام بیہقیؒ

مقدمۃ الکتاب

آمین کے لفظ و معنی کی تحقیق

۱۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ اسم فعل مبنی علی الفتح ہو کر بمعنی اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ کے ہے یعنی اے اللہ میری دعا سن کر قبول فرما۔

۲۔ حضرت ابن عباسؓ و حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی کَذٰلِكَ يَكُوْنُ ہے یعنی اے اللہ جس طرح میں دعا مانگ رہا ہوں اسی طرح ہو جائے۔ چنانچہ علامہ قسطلانیؒ المتوفی ۹۲۳ھ فرماتے ہیں۔ وَمَعْنَاهُ اَللّٰهُمَّ اسْمَعْ وَاسْتَجِبْ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَتَادَةُ كَذٰلِكَ يَكُوْنُ فَهُوَ اِسْمُ فِعْلٍ مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ (ارشاد الساری شرح البخاری ص ۱۸۱/۲)

۳۔ بعض حضرات کے نزدیک اسم فعل ہو کر اسماء اصوات کی طرح مبنی علی السکون ہے جب اس کا دوسرے کلمہ کے ساتھ اتصال ہوگا تو التقاء ساکنین کی بنا پر اس کے نون کو فتحہ دیا جائے گا کسرہ نہ دیا جائے گا۔ اس لیے کہ یاء کے بعد کسرہ ثقیل ہے جیسا کہ اَیْنَ کو اور کَیْفَ کو فتح دیا جاتا ہے چنانچہ امام نوویؒ المتوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں۔

وَقَالَ اَهْلُ الْعَرَبِيَّةِ آمِيْنَ مَوْضُوْعَةٌ مَوْضِعَ اِسْمِ الْاِسْتِجَابَةِ كَمَا اَنَّ صَهْ مَوْضُوْعَةٌ لِلسُّكُوْتِ قَالُوْا وَحَقُّ آمِيْنَ الْوَقْفُ لِاَنَّهَا كَالْاَصْوَاتِ فَاِنْ حَرَّكَهَا مُحَرِّكٌ وَوَصَلَهَا بِشَيْءٍ بَعْدَهَا فَتَحَهَا لِاِلْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ قَالُوْا وَ

اہل عربیت کہتے ہیں کہ آمین اسم ہے جو موضوع ہے استجابت (طلب قبولیت) کے معنی کے لیے جیسا کہ صہٗ سکوت کے لیے موضوع ہے۔ اہل عربیت کہتے ہیں حق یہ ہے کہ آمین پر وقف کیا جائے اس لیے کہ یہ اصوات کی طرح ہے پس اگر کوئی قاری اس کو متحرک پڑھے اور اس کے بعد کسی دوسرے لفظ سے

اِنَّمَا لَمْ تُکْسَرْ لِثِقْلِ الْحَرَکَۃِ بَعْدَ الْیَاءِ کَمَا فَتَحُوْا اَیْنَ وَکَیْفَ"

(شرح المہذب صفحہ ۳۳۲)

ملائے تو پھر اس پر فتحہ پڑھے۔ انہوں نے کہا کہ اس کو کسرہ اس لیے نہیں دیا گیا کہ یاء کے بعد یہ حرکت ثقیل ہے جیسا کہ اہل عربیت نے اَیْنَ اور کَیْفَ کو فتح دیا ہے

آمین میں لغات کا بیان پہلی لغت

ہمزہ کی مدّ اور میم کی تخفیف کے ساتھ ہو جیسے آمین عام طور پر کہا جاتا ہے۔ امام نووی شافعی المسلک لکھتے ہیں۔

(فرع) "اَلسُّنَّۃُ فِی التَّامِیْنِ اَنْ یَّقُوْلَ آمِیْن وَقَدْ تَقَدَّمَ بَیَانُ لُغَاتِھَا وَاَنَّ الْمُخْتَارَ آمِیْن بِالْمَدِّ وَتَخْفِیْفِ الْمِیْمِ وَبِہٖ جَاءَتْ رِوَایَاتُ الْاَحَادِیْثِ" الخ

(شرح مہذب صفحہ ۳۷۳/۳ج)

سنت طریقہ آمین کہنے میں یہ ہے کہ آمین بالمد کہی جائے اور اس کی لغات پہلے ذکر ہو چکی ہیں اور پسندیدہ لغت بمد ہمزہ و تخفیف میم کے ساتھ ہے اور حدیث کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

اور اشعار میں بھی آمین بالمد مستعمل ہے۔ ؎

آمِیْنَ آمِیْنَ لَا اَرْضٰی بِوَاحِدَۃٍ حَتّٰی اُبَلِّغَھَا اَلْفَیْنِ آمِیْنًا

یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّیْ حُبَّھَا اَبَدًا وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ آمِیْنًا

(قسطلانی شرح بخاری صفحہ ۱۸۱/۲ج وتفسیر بیضاوی وغیرہ)

دوسری لغت

قصر کے ساتھ یعنی ہمزہ پر زیر کو کھینچا نہ جائے جیسے اَمِین بروزن یمین علامہ خطیب قسطلانی شرح بخاری میں اس لغت کی تائید ایک شعر سے بھی پیش کرتے ہیں مگر اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وَقَالَ جَمَاعَۃٌ اِنَّ اَمِیْنَ مَقْصُوْرَۃً لَمْ تَجِیْءْ عَنِ الْعَرَبِ وَالْبَیْتُ الَّذِیْ یُنْشَدُ مَقْصُوْرًا لَا یَصِحُّ عَلٰی ھٰذَا الْوَجْہِ

ایک جماعت نے کہا ہے کہ آمین بالقصر کلام عرب میں اس کا استعمال نہیں ہوا۔ اور جو شعر امین مقصورہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ صحیح نہیں۔

مگر امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

حَكَاهَا ثَعْلَبٌ وَآخَرُوْنَ وَأَنْكَرَهَا جَمَاعَةٌ عَلَى ثَعْلَبَ وَقَالُوْا الْمَعْرُوْفُ الْمَدُّ وَإِنَّمَا جَاءَتْ مَقْصُوْرَةً فِيْ ضَرُوْرَةِ الشِّعْرِ وَهٰذَا جَوَابٌ فَاسِدٌ لِأَنَّ الشِّعْرَ الَّذِيْ جَاءَ فِيْهَا مِنْ ضَرُوْرِيَّةِ الْقَصْرِ۔

(شرح مہذب صفحہ ۳۷/۳)

امین بالقصر کی روایت امام ثعلبؒ اور دوسروں نے حکایت کی ہے اور ایک جماعت نے امام ثعلبؒ پر انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مشہور آمین بالمد ہے۔ اور آمین مقصورہ جو شعر میں آئی ہے وہ ضرورت شعری کی وجہ سے ہے (امام نوویؒ فرماتے ہیں) یہ جواب فاسد ہے کیونکہ جس شعر میں آمین مقصورہ آئی ہے وہ ضرورت قصر کی وجہ سے ہے ضرورت شعری کی بنا پر نہیں۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

وَفِيْ آمِيْنَ لُغَتَانِ الْمَدُّ وَالْقَصْرُ وَالْمَدُّ أَفْصَحُ وَالْمِيْمُ خَفِيْفَةٌ فِيْهِمَا" (نووی شرح مسلم صفحہ ۱۷۶/۱)

آمین میں دو لغت ہیں آمین مد کے ساتھ اور امین قصر کے ساتھ اور مد والی لغت زیادہ فصیح ہے اور دونوں میں میم مخفف ہے۔

مولانا عبدالستار صاحب دہلویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"اس میں دو لغتیں ہیں ایک، بالمد آمین بروزن ہابیل و قابیل دوم بالقصر امین بروزن یمین یہ اسم عجمی ہے سریانی زبان کا لفظ ہے۔ الخ" (فتوی آمین بالجہر صفحہ ۱۱)

تیسری لغت | آمین بالمد امالہ کے ساتھ بتخفیف میم یہ لغت واحدی لغوی نے امام حمزہؒ و امام کسائیؒ سے نقل کی ہے۔ دیکھئے شرح مہذب صفحہ ۳۷/۳)

چوتھی لغت | آمین بالمد و تشدید میم کے ساتھ یہ لغت حضرت حسن بصریؒ و حضرت جعفر صادقؒ و حضرت حسین بن فضل بلخیؒ سے نقل کی گئی ہے۔ دیکھئے شرح مہذب و ارشاد الساری شرح بخاری وغیرہ۔ مگر جمہور کا خیال یہ ہے کہ یہ لغت غلط و لحن عوام ہے۔ دیکھئے شرح مہذب و ہدایہ اولین وغیرہ۔

لفظ آمین کا معنی : تأمین مصدر ہے باب تفعیل اَمَّنَ یُؤَمِّنُ تَأْمِیْنًا سے جس کا معنی ہے آمین کہنا

فضائل آمین
حضرت ابو زہیر النمیری فرماتے ہیں کہ "دعا کے بعد آمین کہنا ایسا ہے جیسا خط پر مہر لگائی جاتی ہے" (سنن ابی داؤد ص۱۳۵ ج۱)

حضرت عبد الرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ آمین جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ اور دوسروں نے کہا ہے کہ جنت کی ایک سیڑھی ہے جو آمین کہنے والے سے محبت رکھتی ہے۔ ملخصاً (ارشاد الساری ص۱۸۲ ج۱) علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی المرغینانی الحنفی المتوفی ۵۹۳ھ فرماتے ہیں "آمین مُہر قبولیت ہے" (ہدایہ اولین ص—)

مولانا عبد الستار صاحب غیر مقلد اور مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی غیر مقلد تحریر کرتے ہیں کہ ہدایہ مترجم ص۲۶۴ ج۱) میں ہے کہ آمین مہر قبولیت ہے۔" (فتویٰ آمین بالجہر ص۸ و اثبات آمین بالجہر ص۱۷)

اور احادیث صحاح میں آتا ہے کہ "جس آدمی کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی اس کے پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" اور یہ احادیث اخفاء آمین پر دلالت کرتی ہیں اس لیے کہ فرشتوں کی آمین خفیہ ہوتی ہے تو خفیہ کہنے والے فرشتوں کی آمین کی موافقت کرتے ہیں۔ ان کے گناہ معاف ہوں گے اور جو فرشتوں کی آمین کی مخالفت کرتے ہیں جہر سے آمین کہتے ہیں ان کے گناہوں کا کیا ہو گا؟ بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

آمین کے کہنے اور نہ کہنے اور جہر و اخفاء کا بیان
یہود اور ان کے متبعین روافض آمین سے جلتے ہیں اور اخفاء اور جہر دونوں کے خلاف ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتابوں کے اندر آمین کو مبطلات صلوٰۃ میں شمار کیا ہے دیکھئے "توضیح المسائل ص۱۸۲ اردو طبع لاہور، مجتہد آیت اللہ السید محمود الشاہرودی النجفی۔ اور غیر مقلدین حضرات بہت زور سے آمین کہتے ہیں۔ اور احناف و مالکیہ حضرات و حضرت امام شافعیؒ مقتدی کے حق میں و بعض شوافع حضرات اخفاء آمین کے قائل ہیں۔ وَخَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا۔ اور حدیث پاک کے مطابق امور میں سے بہترین امر وہ ہے جو افراط و تفریط سے پاک ہو۔ یعنی نہ ان میں حق بات سے تجاوز ہو نہ کمی۔ بلکہ صحیح بات پر عمل ہو۔ والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

ابو عبداللہ الجدلی کا مسلک

ابو عبداللہ الجدلی جن کا نام عبد یا عبدالرحمٰن بن عبد ہے تابعی تھے۔ امام احمدؒ یحییٰ بن معینؒ۔ ابن حبانؒ عجلیؒ ان کی توثیق کرتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب صـ۱۴۸ ج۱۲)

حافظ ابن حجرؒ اپنا فیصلہ یوں تحریر فرماتے ہیں "ثِقَةٌ رُمِيَ بِالتَّشَيُّعِ مِنْ كِبَارِ الثَّالِثَةِ" (تقریب فی الکنیٰ) حضرت حکمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ الجدلیؒ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے وَلَا الضَّالِّيْنَ کہہ کر كَفٰى بِاللّٰهِ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا کہا۔ یعنی آمین نہیں کہی دیکھئے (مصنف ابن ابی شیبہ صـ۴۲۶ ج۲ طبع حیدرآباد دکن) معلوم ہوا کہ وہ آمین کے قائل نہ تھے بلکہ اس کی بجائے كَفٰى بِاللّٰهِ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا کہتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا مسلک

حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں "مسند شافعی (اور کتاب الام للشافعی صـ) میں ہے کہ ابوہریرہؓ فرضوں میں جب ام القرآن (فاتحہ) سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے کہتے رَبَّنَا اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (نصب الرایہ صـ۳۶۹ ج۱)" رفع یدین اور آمین صـ۸۷)

اور سنن الکبریٰ للبیہقی صـ۵۶ ج۲ میں یہ بھی ہے "وَهُوَ يَؤُمُّ النَّاسَ" کہ حضرت ابوہریرہؓ لوگوں کے امام ہوتے۔ لیکن یہ واقعہ ہمیشہ کا نہ ہوگا۔ بلکہ کبھی کبھی آپ آمین چھوڑ کر اس کی بجائے رَبَّنَا اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ الخ کہتے ہوں گے اور کبھی آمین بھی کہتے ہوں گے۔ کیونکہ صحیح حدیثوں میں ان سے آمین کہنا بھی مروی ہے۔

حضرت امام مالکؒ کے مسلک کی تحقیق

۱؎ علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں۔

"وَذَهَبَ مَالِكٌ اِلٰى اَنْ يَّقُوْلَ الْمَاْمُوْمُ اٰمِيْنَ وَلَا يَقُوْلُهَا الْاِمَامُ" (محلی صـ۲۶۴ ج۳ بتحشیہ محمد خلیل ہراس)

حضرت امام مالکؒ نے یہ مذہب اختیار کیا ہے کہ مقتدی تو آمین کہے مگر امام آمین بالکل نہ کہے۔

اس میں مقتدی کے بارے میں یہ صراحت نہیں ہوئی کہ وہ جہراً کہے یا خفیۃً۔ مگر امام مالکؒ کا

فرمان صراحت کے ساتھ مالکیوں کی مستند کتاب "مدونہ کبریٰ" میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"قَالَ مَالِكٌ وَيُخْفِي مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ آمِينَ، وَلَا يَقُوْلُ الْإِمَامُ آمِينَ وَلَا بَأْسَ بِالرَّجُلِ وَحْدَهُ أَنْ يَقُوْلَ آمِينَ"

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی پوشیدہ طور پر آمین کہیں اور امام بالکل آمین نہ کہے اور منفرد نماز پڑھنے والا اگر آمین کہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مدونہ کبریٰ ص ۱/۷۱ طبع مصری ۱۳۲۳ھ)

قارئین کرام اس معتبر کتاب سے ثابت ہوا کہ امام مالکؒ کے ہاں مقتدی صرف خفیہ طور پر آمین کہے اور امام بالکل نہ کہے نہ سراً نہ جہراً۔ اور جو غیر مقلدین حضرات امام مالکؒ سے جہر آمین نقل کرتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہے۔

۳۔ علامہ ابوالولید سلیمان بن خلف باجیؒ المتوفی ۴۹۴ھ لکھتے ہیں۔

"مصریوں نے امام مالکؒ سے امام کے بارے مطلقاً منع کی روایت کی ہے یعنی امام بالکل آمین نہ کہے اور مدنیین نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ امام آمین کہے وَهِيَ عِنْدِيْ الْخَبَرُ الْمُتَقَدِّمُ اور یہ میرے (امام باجیؒ کے) نزدیک امام مالکؒ کا قول قدیم ہے" (المنتقی شرح المؤطا ص ۱/۱۶۴ طبع مصر)

پھر امام باجیؒ آگے لکھتے ہیں۔

"وَإِنْ قُلْنَا بِرِوَايَةِ الْمَدَنِيِّيْنَ أَنَّ الْإِمَامَ يَقُوْلُ آمِيْنَ فَإِنَّهُ يُسِرُّهَا وَلَا يَجْهَرُ بِهَا" (ایضاً ص ۱/۱۶۳)

اور اگر ہم (مالکیہ) مدنیین حضرات کی روایت پر جو قدیم ہے عمل کریں کہ آمین کہے تو امام پوشیدہ طور پر آمین کہے مگر جہر سے نہ کہے۔

امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"وَقَالَ أَبُوْحَنِيْفَةَ وَالثَّوْرِيُّ يُسِرُّوْنَ بِالتَّأْمِيْنِ وَكَذَا قَالَهُ مَالِكٌ فِي الْمَأْمُوْمِ وَعَنْهُ فِي الْإِمَامِ رِوَايَتَانِ أَحَدُهُمَا يُسِرُّ بِهِ وَالثَّانِيَةُ لَا يَأْتِيْ بِهِ وَكَذَا الْمُنْفَرِدُ عِنْدَهُ" بلفظہ (شرح المہذب ص ۳/۳۷۳)

حضرت امام ابوحنیفہؒ وامام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین پوشیدہ طور پر کہیں اور اسی طرح امام مالکؒ نے فرمایا ہے امام اور مقتدیوں کے بارے میں کہ وہ پوشیدہ آمین کہیں اور منفرد کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ پوشیدہ طور پر کہیں۔ اور دوسری یہ کہ بالکل نہ کہیں۔

قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ الاشبیلی المعروف بابن العربی مالکیؒ المتوفی ۵۴۳ھ (جن کو علامہ ذہبیؒ "الحافظ العلامہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں" دیکھئے تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۸۶ ج ۴) فرماتے ہیں۔

وَلَا یَجْهَرُ بِهَا الْإِمَامُ وَلَا الْمَأْمُوْمُ — اور نہ تو امام آمین جہر سے کہے اور نہ مقتدی اور

وَقَدْ حَقَّقْنَا ذٰلِكَ فِي مَوْضِعِهٖ — ہم نے اس کی تحقیق اپنے مقام پر کر دی ہے۔

(عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی صفحہ ۵ ج ۲ مطبوعہ مصر ازہر)

علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد الدردیر المالکی لکھتے ہیں۔

"وَنُدِبَ الْإِسْرَارُ بِهٖ اَیْ بِالتَّاْمِیْنِ لِكُلِّ مُصَلٍّ طَلَبَ مِنْهُ" — آمین پوشیدہ کرکے کہنا ہر نمازی کے لیے مستحب ہے جو اللہ تعالٰی سے دعا مانگتا ہے

(الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی مذہب الامام مالک صفحہ ۳۲۶ ج ۱)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امام مالکؒ اور مالکیہ آمین بالجہر کے خلاف ہیں اور آمین بالسر کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تحقیق

امام محمدؒ لکھتے ہیں۔

فَاَمَّا اَبُوْحَنِیْفَةَ فَقَالَ یُؤَمِّنُ مَنْ خَلْفَ الْإِمَامِ وَلَا یُؤَمِّنُ الْإِمَامُ — امام ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے آمین کہیں اور امام آمین بالکل نہ کہے۔

مگر امام ابوحنیفہؒ کی مشہور روایت پوشیدہ طور پر آمین کہنے کی ہے دیکھئے (انوار المحمود شرح ابی داؤد صفحہ ۳۱۸ ج ۱) قاضی بیضاویؒ المتوفی ۶۸۵ھ جو شافعی المسلک ہیں اپنی مشہور تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"وَالْمَشْهُوْرُ عَنْهُ اَنَّهٗ یُخْفِیْهِ كَمَا رَوَاهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُغَفَّلٍ وَاَنَسٌ رض" — امام ابوحنیفہؒ سے مشہور روایت اخفا آمین کی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہؓ بن مغفل صحابی و حضرت انسؓ صحابی نے اخفا آمین کی روایت بیان کی ہے۔

(بیضاوی شریف صفحہ ۱۱)

قاضی صاحبؒ نے یہ نہیں بیان فرمایا کہ حضرت عبداللہؓ بن مغفل و حضرت انسؓ کی روایتیں مرفوع ہیں یا موقوف مگر علامہ ابوالسعودؒ المتوفی ۹۸۲ھ فرماتے ہیں۔

"وَرَوَى الْإِخْفَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُغَفَّلٍ وَ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ علیه وسلم (تفسیر روح المعانی ص ۹۷ اعلی ہامش تفسیر کبیر)

اخفا آمین روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن مغفل وحضرت انس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے: یعنی ان دونوں حضرات کی روایتیں مرفوع ہیں۔

علامہ احمد مصطفیٰ المراغی استاذ الشریعۃ واللغۃ العربیۃ فی دار العلوم (مصر) سابقاً اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"وَعَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ اَنَّہٗ یَقُوْلُہٗ وَیُخْفِیْہِ وِفَاقًا لِرِوَایَۃِ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" الخ (تفسیر مراغی ص ۳۴ طبع مصر ۱۳۶۵ھ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ امام آمین کہے اور خفیہ طور پر کہے موافقت کرتے ہوئے حضرت انسؓ کی اس روایت کی جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے

ان دونوں روایتوں کے بارے میں ہمیں مزید معلومات حاصل نہیں ہوسکیں کہ یہ ان کتابوں کے علاوہ اور کس کتاب میں موجود ہیں۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا مذہب

علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں۔

اِنَّ سُفْیَانَ الثَّوْرِیَّ وَاَبَا حَنِیْفَۃَ یَقُوْلَانِ اِنَّ الْمَاْمُوْمَ یَقُوْلُہَا سِرًّا ذَہَبُوْا اِلٰی تَقْلِیْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ (محلی ص ۲۶۴ بتحشیہ علامہ شاکرؒ)

بیشک حضرت سفیان ثوری وامام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین سراً کہے انہوں نے یہ مذہب حضرت عمرؓ بن الخطاب وحضرت عبداللہؓ بن مسعود کی تقلید کرتے ہوئے اختیار کیا ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت ابوحنیفہؒ وسفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی پوشیدہ طور پر آمین کہیں" (شرح مہذب ص ۳۷۳)

قارئین کرام حضرت سفیان ثوریؒ کا جب اخفا آمین کا مسلک ہے تو اُن کی روایت سے جہر آمین کشید کرنا صحیح نہیں جیسا کہ اس کی بحث اپنے مقام پر آرہی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ جب سفیان ثوریؒ ترک رفع یدین کی روایت بیان کرتے ہیں تو ان کے نزدیک وہمی وغلط کار ہو جاتے ہیں اور جب آمین بالمد کی روایت بیان کرتے ہیں تو ان کے نزدیک معتمد علیہ بن جاتے ہیں

اور ان کی روایت آمین بالمد سے خواہ مخواہ جہر آمین کشید کرتے ہیں جو کہ امام سفیان ثوریؒ کے مسلک کے خلاف ہے اور روایت و درایت کے بھی خلاف ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا مسلک

حضرت حسن بصریؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام آمین نہ کہے لِأَنَّهُ الدَّاعِيْ چونکہ وہ دعا مانگنے والا ہوتا ہے۔ دیکھئے (تفسیر ابو السعود ص۱۴ ج۱ علی ھامش تفسیر کبیر) مطلب یہ ہوا کہ دعا مانگنے والا اور ہونا چاہئے اور آمین کہنے والا اور۔

(حضرت ربیع بن خیثمؒ کا مسلک)

ان کا نام ربیع بن خیثم یا خثیم ہے۔ دیکھئے (حاشیہ تہذیب التہذیب ص۲۴۲ ج۳) یہ حضرت علیؓ و حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں۔ ان کے بارے میں حضرت بکر بن عامرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ربیعؒ نے کہا کہ۔

"إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَاسْتَعِنْ مِنَ اللّٰهِ بِمَا شِئْتَ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۲۶ ج۲ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

امام جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تُو اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کر جس چیز کے بارے میں تو چاہے۔

معلوم ہوا کہ آمین کہنا ان کے ہاں سنت نہ تھا۔

حضرت مجاہد تابعیؒ کا مسلک

قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُلْ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۲۶ ج۲)

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تُو دعا کے ان الفاظ اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ سے دعا مانگا کر۔

معلوم ہوا کہ حضرت مجاہدؒ بھی آمین کی بجائے دوسری دعا کے قائل تھے لفظ آمین کہنے کو سنت نہ سمجھتے تھے۔ قارئین کرام آپ نے اب تک کے حوالہ جات سے معلوم کر لیا ہوگا کہ ائمہ اربعہؒ میں سے حضرت امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ اخفاء آمین پر متفق ہیں ان کے علاوہ حضرت سفیان ثوریؒ کا مسلک

بھی اخفار آمین کا ہے۔ اب سنیئے۔

حضرت امام شافعیؒ کے مسلک کی تحقیق | حضرت امام شافعیؒ کا قول قدیم یہ تھا کہ مقتدی آمین بالجہر کرے مگر بعد کو امام شافعیؒ نے اپنے اس قول سے رجوع کر کے فرمایا "پسندیدہ بات یہ ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے۔"

دلیل ۱ | قَالَ الشَّافِعِیُّ فَاِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَۃِ اُمِّ الْقُرْاٰنِ قَالَ اٰمِیْنَ وَرَفَعَ بِھَا صَوْتَہٗ لِیَقْتَدِیَ بِہٖ مَنْ کَانَ خَلْفَہٗ وَاِذَا قَالَ قَالُوْھَا وَاَسْمَعُوْا اَنْفُسَھُمْ وَلَا اُحِبُّ اَنْ یَّجْھَرُوْا بِھَا فَاِنْ فَعَلُوْا فَلَا شَیْئَ عَلَیْھِمْ۔ بلفظہٖ (کتاب الام صہ۹۵ ج۱ طبع بولاق)

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ جب امام سورۃ فاتحہ کی قرأۃ سے فارغ ہو تو آمین بلند آواز سے کہے تاکہ مقتدی بھی سن کر آمین کہنے میں اقتدا کریں اور جب امام امین کہے تو مقتدی بھی کہیں اور اپنے آپ کو سنائیں۔ اور میں (امام شافعی) مقتدیوں کے لیے آمین بالجہر کو پسند نہیں کرتا۔ اگر انہوں نے آمین بالجہر کیا تو بھی ان پر کچھ نہیں۔

دلیل ۲ | امام شافعیؒ کے خصوصی شاگرد حضرت امام ابوابراہیم اسمٰعیل بن یحیٰی المزنی المصری المتوفی ۲۶۴ھ لکھتے ہیں۔

قَالَ الشَّافِعِیُّ وَیُسْمِعُ مَنْ خَلْفَھُمْ اَنْفُسَھُمْ۔ (مختصر المزنی صہ۱۴ ج۱ علی ہامش الام)

امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ مقتدی آمین اتنی آواز میں کہیں کہ خود سن سکیں۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا الْمُزَنِیُّ فَھُوَ نَاصِرُ مَذْھَبِ الشَّافِعِیِّ (الی) قَالَ الشَّافِعِیُّ الْمُزَنِیُّ نَاصِرُ مَذْھَبِیْ (شرح مہذب صہ۱۰ ج۱)

مگر مزنی وہ مددگار ہے امام شافعیؒ کے مذہب کا خود امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ "مزنی میرے مذہب کا مددگار ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

قَالَ فِی الْمُخْتَصَرِ وَھُوَ مِنَ الْجَدِیْدِ قَالَ الْبَیْھَقِیُّ وَلَا نَعْلَمُ کِتَابًا صُنِّفَ

مختصر مزنی میں امام شافعیؒ کے جدید اقوال ہیں امام نوویؒ اسی صفحہ میں اس کے بعد فرماتے ہیں امام بیہقیؒ

فِی الْإِسْلَامِ أَعْظَمَ نَفْعًا وَأَعَمَّ بَرَکَۃً وَأَکْثَرَ ثَمَرَۃً مِنْ مُخْتَصَرِہٖ۔ (شرح مہذب ص ۱/۴)

فرماتے ہیں کہ ہم کسی کتاب کو بھی مختصر مزنی سے زیادہ نفع مند اور زیادہ بابرکت اور بہت پھل دینے والا نہیں جانتے۔

سفینہ دیکھئے کس گھاٹ لگتا ہے جوانی کا ۔ کہ ساحل کی ہواؤں میں بھی طوفانوں کی باتیں ہیں

قارئین کرام اسی بابرکت کتاب میں مقتدی کا اخفاء آمین سے نماز پڑھنے کا ذکر ہے مگر امام نوویؒ وامام بیہقیؒ دونوں اس بابرکت کتاب میں درج بابرکت مسئلہ پر عمل کرنے سے محروم رہے۔

دلیل ۳ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد الرافعیؒ المتوفی ۶۲۲ھ لکھتے ہیں۔

وَأَمَّا الْمَأْمُومُ فَقَدْ نُقِلَ عَنِ الْقَدِیْمِ أَنَّہٗ یُؤَمِّنُ جَہْرًا اِلَخْ وَعَنِ الْجَدِیْدِ أَنَّہٗ لَا یَجْہَرُ وَاخْتَلَفَ الْأَصْحَابُ فَقَالَ الْأَکْثَرُوْنَ فِی الْمَسْأَلَۃِ قَوْلَانِ أَحَدُہُمَا أَنَّہٗ لَا یَجْہَرُ کَمَا لَا یَجْہَرُ بِالتَّکْبِیْرَاتِ وَإِنْ کَانَ الْإِمَامُ یَجْہَرُ بِہَا وَأَصَحُّہُمَا وَبِہٖ قَالَ أَحْمَدُ أَنَّہٗ یَجْہَرُ لِمَا رُوِیَ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ کُنْتُ أَسْمَعُ الْأَئِمَّۃَ وَذَکَرَ ابْنَ الزُّبَیْرِ وَمَنْ بَعْدَہٗ یَقُوْلُوْنَ آمِیْنَ وَیَقُوْلُ مَنْ خَلْفَہُمْ آمِیْنَ۔

(فتح العزیز شرح الوجیز ص ۳/۲۴۸ تا ص ۲۴۹ مع شرح مہذب)

مقتدی کے بارے امام شافعیؒ سے قول قدیم میں جہر آمین نقل کیا گیا ہے اور جدید قول میں ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کہے شوافع نے آپس میں اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اکثر شوافع کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں دو قول ہیں پہلا یہ کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کہے جیسے اللہ اکبر والی سب تکبیروں میں جہر نہیں کرتا اگرچہ امام ان تکبیروں کو جہر سے ادا کرتا رہتا ہے اور دوسرا قول جو ان دونوں میں زیادہ صحیح ہے کہ مقتدی آمین بالجہر کہے اور یہی مذہب ہے امام احمد بن حنبلؒ کا اس لیے کہ روایت کیا گیا ہے عطاؒ سے کہ میں سنا کرتا تھا اماموں کو جن میں حضرت ابن زبیرؓ و دیگر امام ان کے بعد والے آمین کہتے تھے اور ان کے مقتدی بھی آمین کہتے تھے۔

قارئین کرام اس عبارت میں امام رافعیؒ نے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ امام شافعیؒ کا قول جدید اخفاء آمین کا ہے پھر شوافع حضرات کا اختلاف بھی تسلیم کر لیا ہے پھر جہر آمین کو اصح قرار دینا ابن زبیرؓ کی روایت کی بنا پر کس طرح صحیح ہو سکتا ہے جب کہ امام شافعیؒ نے اس روایت کو بیان

کرنے کے بعد ضعیف سمجھ کر ترک کر دیا ہے اور مقتدیوں کے لیے پسندیدہ عمل اخفاء آمین کا قرار دیا ہے

دلیل ۴ | حافظ ابن کثیر شافعیؒ المتوفی ۷۷۴ھ (جن کو علامہ ذہبیؒ الفقیہ المحدث ذی الفضائل کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۹ ج ۴) لکھتے ہیں۔

فَاِنْ اَمَّنَ الْاِمَامُ جَهْرًا فَالْجَدِيْدُ اَنَّهٗ لَا يَجْهَرُ الْمَاْمُوْمُ وَهُوَ مَذْهَبُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ وَرِوَايَةٌ عَنْ مَالِكٍ لِاَنَّهٗ ذِكْرٌ مِّنَ الْاَذْكَارِ فَلَا يَجْهَرُ بِهٖ كَسَائِرِ اَذْكَارِ الصَّلٰوةِ وَالْقَدِيْمُ اَنَّهٗ يَجْهَرُ بِهٖ وَهُوَ مَذْهَبُ الْاِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۱ ج ۱ طبع مصر)

پس اگر امام آمین بالجہر کرے تو امام شافعیؒ کا جدید قول یہ ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب بھی یہی ہے اور امام مالکؒ کی ایک روایت بھی یہی ہے کیونکہ آمین بھی نماز کے دوسرے اذکار کی طرح ایک ذکر ہے پس آمین بالجہر نہ کیا جائے گا نماز کے دوسرے اذکار کی طرح اور قول قدیم یہ تھا کہ مقتدی آمین بالجہر کریں اور امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی یہی ہے۔

قارئین حضرات آپ نے اس عبارت سے معلوم کر لیا ہوگا کہ حافظ ابن کثیرؒ کا مذہب اپنے امام کے جدید قول یعنی اخفاء آمین کے موافق ہے کیونکہ انہوں نے آمین کو دوسرے اذکار پر قیاس کر کے اخفاء آمین کی دلیل بیان کی ہے جب کہ دوسرے قول کو جو قدیم ہے بے دلیل چھوڑا ہے۔

دلیل ۵ | امام ابو اسحٰق ابراہیم بن علی الشیرازی الفیروز آبادی المتوفی ۴۷۶ھ لکھتے ہیں۔

وَاَمَّا الْمَاْمُوْمُ فَقَدْ قَالَ فِی الْجَدِيْدِ لَا يَجْهَرُ وَقَالَ فِی الْقَدِيْمِ يَجْهَرُ فَمِنْ اَصْحَابِنَا مَنْ قَالَ عَلَى الْقَوْلَيْنِ اَحَدُهُمَا يَجْهَرُ لِمَا رَوٰى عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ كَانَ يُؤَمِّنُ وَيُؤَمِّنُوْنَ وَرَاءَهٗ حَتّٰى لِلْمَسْجِدِ لَلَجَّةٌ وَالثَّانِیْ لَا يَجْهَرُ لِاَنَّهٗ ذِكْرٌ مَّسْنُوْنٌ فِی الصَّلٰوةِ فَلَا يَجْهَرُ بِهِ الْمَاْمُوْمُ كَالتَّكْبِيْرَاتِ

مقتدی کے بارے امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ جہر نہ کرے اور قول قدیم یہ تھا کہ مقتدی جہر کرے پس ہمارے اصحاب (یعنی شوافع) میں سے بعض نے دونوں قولوں کو درست قرار دیا ہے۔ ایک ان میں یہ کہ جہر کرے اس لیے کہ روایت کیا عطاءؒ نے حضرت ابن زبیرؓ سے کہ آپ اور آپ کے مقتدی آمین کہتے حتی کہ مسجد میں آوازیں رل مل جاتیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے کیونکہ آمین ایک ذکر

وَمِنْهُمْ قَالَ اِنْ كَانَ الْمَسْجِدُ صَغِيْرًا يَبْلُغُهُمْ تَأْمِيْنُ الْاِمَامِ لَا يَجْهَرُ لِاَنَّهُ لَا يَحْتَاجُ اِلَى الْجَهْرِ بِهٖ وَاِنْ كَانَ كَبِيْرًا جَهَرَ لِاَنَّهُ يَحْتَاجُ اِلَى الْجَهْرِ لِلْاِبْلَاغِ وَحَمَلَ الْقَوْلَيْنِ عَلٰى هٰذَيْنِ الْحَالَيْنِ۔	مسنون ہے پس مقتدی تکبیرات کی طرح آمین بالجہر بھی نہ کہے بعض شوافع نے کہا ہے کہ اگر مسجد چھوٹی ہو اور امام کی آمین کی آواز مقتدیوں تک پہنچ جائے تو مقتدی آمین بالجہر نہ کریں اگر مسجد بڑی ہو تو مقتدی بھی آمین بالجہر کریں تاکہ دور والے مقتدیوں تک آواز پہنچ جائے اور وہ بھی آمین کہہ لیں اور شوافع نے دو قولوں کو ان دو حالتوں پر محمول پر کیا ہے۔
(مہذب ص۲۶ ج۳ مع شرح مہذب)	

فائدہ عجیبہ قاضی حسین شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا قول قدیم بھی یہی تھا کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

اَلْقَاضِیْ حُسَیْنٌ قَدْ خَالَفَ الْجُمْهُوْرَ فَقَالَ فِیْ تَعْلِیْقِهِ الْقَدِیْمُ اَنَّهٗ لَا یَجْهَرُ	قاضی حسین شافعیؒ نے جمہور (شوافع) کی مخالفت کی ہے اس نے اپنی کتاب تعلیق میں کہا ہے کہ امام شافعیؒ کا قدیم قول بھی یہی ہے کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے
(شرح مہذب ص۶ ج۱)	

قارئین کرام ان دلائل سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کا جدید قول کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کرے سب شوافع کے ہاں مسلّم ہے البتہ قول قدیم جس سے امام شافعیؒ نے رجوع کر لیا ہے اس میں اختلاف ہے۔ جمہور شوافع کے ہاں قول قدیم یہ تھا کہ مقتدی آمین بالجہر کرے اور قاضی حسین شافعیؒ کے ہاں قول قدیم میں بھی جہر منع تھا۔ اس لیے محققین شوافع نے آمین پوشیدہ طور پر پڑھنے کو ترجیح دی ہے جن میں حافظ ابن کثیرؒ و قاضی حسینؒ بھی ہیں اور امام فخر الدین محمد بن عمر رازی الشافعیؒ المتوفی ۶۰۶ھ کا مسلک بھی یہی ہے چنانچہ وہ زیر آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لکھتے ہیں۔

قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِخْفَاءُ التَّاْمِيْنِ اَفْضَلُ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ رحمہ اللہ اِعْلَانُهٗ اَفْضَلُ وَاحْتَجَّ اَبُوْ حَنِيْفَةَ عَلٰى صِحَّةِ قَوْلِهٖ قَالَ فِيْ قَوْلِهٖ آمِيْنَ	حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ آمین کا پوشیدہ کرنا افضل ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں جہر افضل ہے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے قول کی صحت کے لیے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ آمین کی دو حیثیتیں اور دو جہتیں ہیں (۱) آمین

وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّهُ دُعَاءٌ وَالثَّانِيْ اَنَّهُ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنْ كَانَ دُعَاءً وَجَبَ اِخْفَاءُهُ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى (اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً) وَاِنْ كَانَ مِنْ اَسْمَآءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَجَبَ اِخْفَاءُهُ (وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً) فَاِنْ لَّمْ يَثْبُتِ الْوُجُوْبُ فَلَا اَقَلَّ مِنَ النَّدْبِيَّةِ وَنَحْنُ بِهٰذَا الْقَوْلِ نَقُوْلُ

(تفسیر کبیر ص ۱۳۱ ج ۱۴ طبع مصر)

اگر دعا ہو تو اخفاء اس کا وجوبی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (اُدْعُوْا رَبَّكُمْ الخ) اگر آمین اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے تب بھی اس کا اخفاء وجوبی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ) اگر وجوب ثابت نہ ہو تو مندوب و مستحب ہونا ضرور ثابت ہوتا ہے (امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں) کہ ہم بھی اخفاء کے قائل ہیں۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

ثُمَّ لِلْاَصْحَابِ فِي الْمَسْئَلَةِ طُرُقٌ اَصَحُّهَا وَاَشْهَرُهَا وَالَّتِيْ قَالَهَا الْجُمْهُوْرُ اَنَّ الْمَسْئَلَةَ عَلٰى قَوْلَيْنِ اَحَدُهُمَا يَجْهَرُ وَالثَّانِيْ يُسِرُّ قَالَ الْمَاوَرْدِيُّ هٰذِهٖ طَرِيْقَةُ اَبِيْ اِسْحٰقَ الْمَرْوَزِيِّ وَابْنِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ وَنَقَلَهَا اِمَامُ الْحَرَمَيْنِ وَالْغَزَالِيُّ فِي الْبَسِيْطِ عَنْ اَصْحَابِنَا الخ

(شرح مہذب ص ۳۷۱ تا ۳۷۲ ج ۳)

پھر ہمارے اصحاب (شوافع) کے لیے اس مسئلہ میں (مقتدی کے آمین کہنے) میں کئی مذاہب ہیں ان سب میں زیادہ صحیح اور مشہور وہ ہے جس پر جمہور شوافع ہیں کہ دونوں باتیں اس میں یعنی جہر و اخفاء درست ہیں امام ماوردیؒ نے کہا ہے کہ یہی طریقہ پسندیدہ ہے (شوافع کے معتبر عالم) ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد المروزیؒ[1] کا اور ابن ابی ہریرہ الحسن بن الحسینؒ بن ابی ہریرہ[2] شیخ الشافعیہ کا اور اسی طریقہ کو نقل کیا ہے امام الحرمینؒ نے اور امام غزالیؒ نے بسیط میں ہمارے اصحاب شوافع سے۔

متعصبین شوافع کا فتوی

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۱ میں اور امام نوویؒ شرح مہذب ج ۳ ص ۳۷۲ میں فرماتے ہیں کہ "فتوی امام شافعیؒ کے قول قدیم پر ہے" تعجب و حیرانگی کی بات ہے کہ امام شافعیؒ خود تو اس قول قدیم کو ضعیف و ناقابل اعتماد سمجھ کر

---

[1] المتوفی ۳۴۰ھ دیکھیے شرح المہذب ص ۱۲۲ ج ۱ [2] المتوفی ۳۴۵ھ دیکھیے تذکرۃ الحفاظ و تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۹۹)

چھوڑ کر قول جدید پر عمل کرتے ہیں مگر با ینہمہ ان متعصبین کا فتویٰ قولِ قدیم پر ہے۔

امام نووی کی بے چینی | امام نوویؒ کی بے چینی کی عجیب مثال ملاحظہ ہو۔

(۱) كُلُّ مَسْئَلَةٍ فِيهَا قَوْلَانِ لِلشَّافِعِيِّ قَدِيمٌ وَجَدِيدٌ فَالْجَدِيدُ هُوَ الصَّحِيحُ وَعَلَيْهِ الْعَمَلُ لِأَنَّ الْقَدِيمَ مَرْجُوعٌ عَنْهُ الخ (شرح مہذب ص۶۶ ج۱)	ہر مسئلہ جس میں امام شافعیؒ کے دو قول ہوں قدیم اور جدید۔ پس جدید ہی قابل عمل ہوگا۔ کیونکہ قدیم رجوع عنہ ہو چکا ہے۔ یعنی متروک العمل ہو چکا ہے۔
(۲) لَيْسَ لِلْمُفْتِي وَلَا لِلْعَامِلِ الْمُنْتَسِبِ إِلَى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ رحمه الله فِي مَسْئَلَةِ الْقَوْلَيْنِ أَنْ يَعْمَلَ بِمَا شَاءَ مِنْهُمَا بِغَيْرِ نَظَرٍ بَلْ عَلَيْهِ فِي الْقَوْلَيْنِ الْعَمَلُ بِآخِرِهِمَا إِنْ عَلِمَهُ وَإِلَّا فَبِالَّذِي رَجَّحَهُ الشَّافِعِيُّ (شرح مہذب ص۶۸ ج۱)	شافعی مسلک کے مفتی اور عامل مذہب کے لیے یہ جائز نہیں کہ جس مسئلہ میں امام شافعیؒ کے دو قول ہوں ان میں سے کسی ایک پر بغیر نظر کے عمل کرے بلکہ اس مفتی و عامل کو لازم ہے کہ امام شافعیؒ کے آخری وجدید قول پر عمل کرے اگر اسے آخری کا علم ہو سکے ورنہ اس قول پر عمل کرے جس کو امام شافعیؒ نے ترجیح دی ہے۔

قارئین کرام امام شافعیؒ کا جدید قول مقتدی کی اخفاء آمین کا معلوم ہو چکا ہے اور اسی کو امام شافعیؒ ترجیح بھی دے چکے ہیں کیونکہ آپ فرماتے ہیں:

وَلَا أُحِبُّ أَنْ يَجْهَرُوا بِهَا	میں نہیں پسند کرتا کہ مقتدی آمین بالجہر کریں

مگر بایں ہمہ امام نوویؒ فرماتے ہیں۔

اَلْقَدِيمُ اسْتِحْبَابُهُ وَهُوَ الصَّحِيحُ (شرح مہذب ص۳۷۰ ج۳)	قدیم قول امام شافعیؒ کا مقتدی کے بارے میں آمین بالجہر کے استحباب کا تھا اور وہی صحیح ہے۔

لطیفہ | امام نوویؒ جوش میں آ کر بے ہوش ہو گئے ہیں اور یہ سب کچھ بھول گئے ہیں فرماتے ہیں۔

اِسْتَحَبَّ لِلْمَأْمُومِ الْجَهْرُ بِالتَّأْمِينِ بِلَا خِلَافٍ نَصَّ عَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ۔ (شرح مہذب ص۳۷۱ ج۳)	مقتدی کے لیے آمین بالجہر بلا اختلاف مستحب ہے (یعنی قول قدیم وجدید کا کوئی اختلاف نہیں) امام شافعیؒ نے اس کے مستحب ہونے پر نص کی ہے۔

(۱) حالانکہ قول قدیم وجدید کا اختلاف امام نوویؒ نے خود تسلیم کیا ہے
(۲) بہت سے دلائل سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ امام شافعیؒ کا قول جدید مقتدی کے بارے میں اخفاء آمین کا ہے۔ (۳) امام شافعیؒ نے اخفاء آمین پر نص کی ہے کہ وَلَا اُحِبُّ اَنْ یَّجْهَرُوْا بِهَا

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

حافظ ابن حجرؒ کا تسامح | حافظ ابن حجرؒ سے بھی اس مسئلہ میں بہت بڑا تسامح ہوا ہے۔ فرماتے ہیں۔

حَدِیْثُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ۔ اَلتِّرْمِذِیُّ وَاَبُوْدَاوٗدَ وَالدَّارَقُطْنِیُّ وَابْنُ حَبَّانَ مِنْ طَرِیْقِ الثَّوْرِیِّ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْهُ۔	حضرت وائلؓ بن حجر کی حدیث کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس جس وقت آپ نے ولا الضالین کہا آمین کہا اور آمین کے ساتھ اپنی آواز کو کھینچا۔ ترمذی ابوداؤد دارقطنی ابن حبان نے بطریق سفیان ثوریؒ سلمہ بن کہیل حجر بن عنبس حضرت وائلؓ سے نقل و روایت کیا ہے۔

(تلخیص الحبیر ص۲۳۹ مع شرح المہذب)

حالانکہ خط کشیدہ الفاظ سفیان ثوریؒ کے طریق سے نہ تو ان کتابوں میں موجود ہیں جن کا حوالہ حافظؒ صاحب نے دیا ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے آمین۔

محدثینؒ و فقہاءؒ کوفہ کا اخفاء آمین پر اجماع دلیل ۱ | امام نووی فرماتے ہیں۔

وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ رضی اللّٰہ عنہ وَالْکُوْفِیُّوْنَ وَمَالِكٌ فِیْ رِوَایَةٍ لَا یَجْهَرُ بِالتَّاْمِیْنِ۔ (شرح مسلم ص۱۷۶ ج۱)	فرمایا ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اور تمام کوفہ والوں نے اور امام مالکؒ نے ایک روایت میں کہ آمین جہر سے نہ کہی جائے۔

یعنی نہ تو امام جہر کرے اور نہ مقتدی

دلیل ۲ | علامہ شوکانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وَکَذَا رُوِیَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَالْکُوْفِیِّیْنَ (نیل الاوطار ص۲۲۲ ج۲)

اس طرح (یعنی کہ امام و مقتدی سب اخفاء آمین کریں) روایت کیا گیا ہے امام ابوحنیفہؒ سے اور تمام اہل کوفہ سے۔

دلیل ۳۰ | حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام آمین بالجہر کرے۔

وَھُوَ قَوْلُ الْجُمْہُوْرِ خِلَافًا لِّلْکُوْفِیِّیْنَ وَرِوَایَۃً عَنْ مَالِکٍ (فتح الباری ص۲۱۹ ج۲)

اور امام کے آمین بالجہر کرنے میں جمہور بھی متفق ہیں مگر اہل کوفہ اور امام مالکؒ ایک روایت میں ان کے خلاف ہیں (یعنی وہ فرماتے ہیں کہ امام آمین بالجہر نہ کرے)

حافظ ابن حجرؒ کے فرمان کے مطابق اہل کوفہ، امام کی جہر آمین کے خلاف ہیں حضرت امام ابوحنیفہؒ وسفیان ثوریؒ وسفیان بن عیینہؒ وامام شعبیؒ وامام ابراہیم نخعیؒ وامام ابراہیم تیمیؒ و دیگر محدثین کوفہؒ جن کی حدیث سے صحاح ستہ لبریز ہے سب اخفاء آمین کے قائل ہیں اور امام مالک بھی اخفاء آمین کے قائل ہیں بدیں وجہ جمہور یہی ہوئے نہ کہ ان کے مخالف، مگر بایں ہمہ حافظ صاحبؒ کے ہاں جمہور وہی ہیں جو آمین بالجہر کے قائل ہیں۔ یہ حافظ صاحبؒ کا نرا تعصب ہے۔

مولانا عبدالستار امام غرباء اہلحدیث کراچی کا کھلم کھلا تعصب کا مظاہرہ

آپ اپنے رسالہ میں حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری والی عبارت جسے ہم اوپر درج کر چکے ہیں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"ہاں کوفی لوگ بوجہ عصبیت و حمیت مذہبی کے مخالف ہیں" (فتوی آمین بالجہر ص۱۲)

قارئین کرام اس غیر عالم نے کتنے غلط انداز میں اہل کوفہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ کوفہ میں پندرہ سو[۱۵۰۰] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہائش پذیر ہوئے۔ پھر اُن کے شاگرد مثلاً علقمہؒ بن قیس اسود بن یزیدؒ سویدؒ بن غفلہ۔ زرؒ بن جیشؒ، مسروقؒ، ربیعؒ بن خثیمؒ۔ عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیؒ۔ ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ ابووائل شقیق بن سلمہؒ۔ قیس بن ابی حازمؒ۔ ابراہیم تیمیؒ۔ ابراہیم نخعیؒ۔ سعیدؒ بن جبیرؒ، امام شعبیؒ، حبیبؒ بن ابی ثابتؒ۔ الحکمؒ بن عتیبہؒ وغیرہم سب کوفی تھے جن کی روایت کردہ حدیثوں سے صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث بھری پڑی ہیں پھر ان حضرات کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد جو بہت بڑے محدث ہیں مثلاً سفیانؒ ثوریؒ۔ سفیانؒ بن عیینہؒ۔ امام وکیعؒ، عبداللہؒ بن ادریسؒ۔ ابوبکرؒ بن عیاشؒ و

ابو خالد الاحمرؒ، حفص بن غیاثؒ، ابو معاویہؒ وغیرہم۔ جو سب کے سب صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، بالخصوص بخاری، مسلم کے۔ کیا ایسے حضرات کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا" اور کوفی لوگ بوجہ عصبیت وحمیت مذہبی مرکے کہنے والا اہل حدیث ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں اور ان متعصبین کو راہ راست پر چلائے۔ آمین تعجب کی بات یہ ہے کہ پھر ان کوفیوں میں حضرت سفیان بن سعید ثوریؒ بھی کوفی ہیں ان کی روایت سے مسئلہ آمین میں احتجاج کرتے ہیں جو کہ ہرگز ان کو مفید نہیں اور ترک رفع یدین والی روایت کو سفیانؒ کا وہم قرار دیتے ہیں۔ ؎

کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں　　اگر آگ نہ لگا دوں تو داغ نام نہیں

دلیل ۴۲ فتاویٰ نذیریہ میں ہے "اور امام ابو حنیفہؒ و دیگر اہل کوفہ کے نزدیک تا مین نماز جہریہ میں سراً مطلق جائز ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۴۴۸ ج ۱)

حضرت ابراہیم نخعیؒ کا مسلک بھی اخفاء آمین کا تھا حضرت ابراہیم نخعیؒ جو بہت بڑے تابعی تھے امام و مقتدی دونوں کو اخفاء آمین کی تعلیم دیا کرتے تھے ان سے بہت سی روایات مروی ہیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) عبد الرزاق عن معمر عن حماد عن ابراهيم قَالَ اَرْبَعٌ يُخْفِيهِنَّ الْاِمَامُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْاِسْتِعَاذَةُ وَآمِيْنَ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" (مصنف عبد الرزاق ص ۸۷ ج ۲)

امام عبد الرزاقؒ اپنے استاد امام معمرؒ سے وہ اپنے استاد حماد بن سلیمان وہ اپنے استاذ حضرت امام ابراہیم نخعی تابعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا چار چیزوں میں امام اخفاء کرے۔ بسملہ۔ تعوذ۔ آمین کہنے میں تسمیع کے بعد تحمید میں

(۲) عبد الرزاق عن الثوري عن منصور عن ابراهيم قَالَ خَمْسٌ يُخْفِيهِنَّ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنَ وَاللّٰهُمَّ

امام عبد الرزاق اپنے استاد امام سفیان ثوریؒ سے وہ امام منصورؒ سے وہ امام نخعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا پانچ چیزوں میں اخفاء کیا جائے ثناء تعوذ بسملہ، آمین۔ تحمید اس روایت کو امام بخاری

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (مصنف عبدالرزاق ص۸۶ ج۲) (مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۳۶ ج۲)
وَقَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ الخ

کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ بطریق امام وکیعؒ سفیان ثوریؒ الخ نقل کرتے ہیں۔

(۳) حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ نَا حُصَيْنٌ وَمُغِيرَةُ عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ يُخْفِي الْإِمَامُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَالْاِسْتِعَاذَةَ وَآمِينَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں ہم کو ہمارے استاد امام ہشیمؒ نے ان کو امام حصینؒ و امام مغیرہؒ نے بیان کیا حضرت امام ابراہیم نخعیؒ سے کہ انہوں نے فرمایا امام چار چیزوں میں اخفاء کرے بسملہ۔ تعوذ۔ آمین اور تحمید۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۱۱ ج۱ تا ۴۱۱۔ ص۵۳۶ ج۲)

(۴) عبدالرزاق عن معمر عن الثوری عن منصور عن ابراهیم اَنَّهُ كَانَ يُسِرُّ بِآمِينَ (مصنف عبدالرزاق ص۹۶ ج۲)

امام عبدالرزاقؒ اپنے استاد امام معمرؒ سے وہ سفیان ثوریؒ سے وہ منصورؒ سے وہ امام ابراہیم نخعیؒ سے بیان فرماتے ہیں کہ امام نخعیؒ آمین پوشیدہ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے اسی قسم کی روایت محلی ص۲۴۹ ج۳۔ کتاب الآثار للامام ابی یوسفؒ ص۲۲۔ وکتاب الآثار للامام محمدؒ ص۲ طبع لاہور۔ ونصب الرایہ ص۳۲۵ ج۱ وتہذیب الآثار لابن جریر طبریؒ (بحوالہ الجوہر النقی ص۵۸ ج۲ مع البیہقی) میں موجود ہے ان سب روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ خود بھی اخفاء آمین کیا کرتے تھے اور امام کے لیے اخفاء آمین کی تعلیم دیا کرتے تھے چنانچہ بعض روایتوں میں امام کا لفظ موجود ہے اور دوسری روایت میں امام کا لفظ موجود نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عام ہے اور امام و مقتدی دونوں کو شامل ہے اور آمین کی طرح بسم اللہ۔ اعوذ باللہ۔ سبحانک اللہم۔ وربنا لک الحمد میں بھی اخفاء کیا جائے۔

حضرت امام شعبیؒ | حضرت امام شعبیؒ جو بہت بڑے تابعی تھے اور جنہوں نے پانچسو صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا ہے وہ بھی اخفاء آمین کے قائل تھے۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ | جو بہت بڑے تابعی تھے وہ بھی اخفاء آمین کے قائل تھے چنانچہ علامہ ماردینیؒ المتوفی ۷۵۰ھ لکھتے ہیں۔

قَالَ الطَّبَرِیؒ وَرُوِیَ ذٰلِکَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ وَرُوِیَ عَنِ النَّخَعِیِّ وَالشَّعْبِیِّ وَ اِبْرَاهِیْمَ التَّیْمِیِّ کَانُوْا یُخْفُوْنَ بِآمِیْنَ

(الجوہر النقی ص ۵۸/۲ مع البیہقی)

امام محمد بن جریر طبریؒ نے (تہذیب الآثار میں) فرمایا ہے کہ اخفاء آمین روایت کیا گیا ہے حضرت ابن مسعودؓ سے اور اسی طرح حضرت ابراہیم نخعیؒ و امام شعبیؒ و امام ابراہیم تیمیؒ سب کے سب اخفاء آمین کرتے تھے۔

جمہور صحابہ کرامؓ و جمہور تابعینؒ اخفاء آمین کے قائل تھے

جمہور صحابہ کرامؓ و جمہور تابعینؒ اخفاء آمین کے قائل تھے اور اس طرح ابن جریر طبریؒ بھی اخفاء آمین کے قائل تھے چنانچہ نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"قَالَ الطَّبَرِیؒ وَالْخَبَرُ بِالْجَهْرِ بِهٖ وَالْمُخَافَتَةِ صَحِیْحٌ وَقَدْ عَمِلَ بِکُلٍّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا جَمَاعَةٌ مِّنْ عُلَمَاءِ الْاُمَّةِ وَذٰلِکَ یَدُلُّ اَنَّهٗ مِمَّا خَیَّرَ الشَّارِعُ فِیْهِ وَلِذٰلِکَ لَمْ یُنْکِرْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ مَا کَانَ مِنْهُمْ فِیْ ذٰلِکَ وَاِنْ کُنْتُ مُخْتَارًا خَفْضَ الصَّوْتِ بِهَا اِذْ اَکْثَرُ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ عَلٰی ذٰلِکَ اِنْتَهٰی وَاَقُوْلُ لَا عِبْرَةَ بِالْکَثْرَةِ وَاِنَّمَا الْعِبْرَةُ بِقُوَّةِ السَّنَدِ وَلِاَحَادِیْثُ الْجَهْرِ بِهٖ اَصَحُّ وَاَوْلٰی بِالْعَمَلِ وَاِنْ کَانَ یَجُوْزُ الْخَفْضُ" (نزل الابرار فی ادعیۃ المأثورۃ والاذکار ص ۸۲ طبع قسطنطنیہ)

امام محمد بن جریر طبریؒ نے کہا ہے کہ حدیث آمین بالجہر و اخفاء آمین کی دونوں صحیح ہیں اور ہر ایک پر علماء امت کا عمل ہے۔ اس سے اشارہ نکلتا ہے کہ شارع علیہ السلام نے دونوں باتوں کا اختیار دیا ہے۔ اس لیے بعض علماء نے جو جہر آمین کرنے والے ہیں اخفاء امین والوں پر اعتراض و انکار نہیں کیا اگرچہ میں (ابن جریرؒ) اخفاء امین کو پسند کرتا ہوں چونکہ اکثر صحابہ کرامؓ و اکثر تابعینؒ اخفاء آمین پر عمل کرتے تھے (ابن جریر طبریؒ کی بات یہاں تک ختم ہوئی) میں (نواب صدیق حسن خانؒ) کہتا ہوں کثرۃ صحابہؓ و تابعین کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ سند کی مضبوطی کا اعتبار ہے اور آمین بالجہر کی حدیثیں زیادہ صحیح اور زیادہ لائق عمل ہیں اگرچہ اخفاء آمین بھی جائز ہے

قارئین کرام۔ امام ابن جریرؒ کے فرمان سے کئی باتیں روز روشن کی طرح واضح و لائح ہیں۔

(۱) جہر آمین کی طرح اخفاء آمین کی احادیث بھی صحیح ہیں۔

(۲) علماء امت کے دو گروہ تھے بعض اخفاء آمین کے قائل تھے جب کہ بعض جہر آمین کے قائل تھے اور ایک دوسرے پر اعتراض بھی نہ کرتے تھے۔

(۳) ابن جریرؒ کے ہاں اخفاء آمین پسندیدہ عمل ہے جب کہ جہر آمین پسندیدہ نہیں ہے۔

(۴) جمہور صحابہ کرامؓ و جمہور تابعین عظامؒ اخفاء آمین کو پسند فرماتے تھے اور اسی پر عمل کرتے تھے۔

قارئین کرام! اسی طرح نواب صاحبؒ غیر مقلد نے ابن جریرؒ کی عبارت پر جو تبصرہ کیا ہے اس سے بھی کئی باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) کثرت صحابہؓ و کثرت تابعینؒ اخفاء آمین پر ہے مگر نواب صاحبؒ کو اس کثرت کی کوئی پرواہ نہیں ہے

(۲) آمین بالجہر کی حدیثیں زیادہ صریح و مضبوط و زیادہ لائق عمل ہیں (۳) اخفاء آمین پر عمل کرنا بھی جائز ہے

نواب صاحبؒ کے ہاں جہر آمین کی حدیثیں جو زیادہ مضبوط و صریح ہیں ان کے متن و سند پر بحث اپنے مقام پر آرہی ہے جہاں نواب صاحبؒ کے دعویٰ کی قلعی کھول دی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ع دیکھ لیں گے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے۔

نواب صاحبؒ کا اقرار نواب صاحبؒ اخفاء آمین کے دلائل کے موجود ہونے کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَقَدْ وَرَدَتِ الْاَدِلَّۃُ فِی الْجَانِبَیْنِ لٰکِنَّ الرَّاجِحَ مَا اَشَرْنَا اِلَیْہِ (نزل الابرار ص۷۱)

اور بے شک دلائل دونوں جانب موجود ہیں مگر راجح وہی ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

جناب نور الحسن خان فرماتے ہیں

واٰثار در خفض و رفع آمین ہر دو وارد شدہ و بصحت رسیدہ و ثانی اولیٰ تر است از اول (عرف الجادی ص۲۹ تا ص۳۰ مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۷ھ)

اور حدیثیں اخفاء آمین اور جہر آمین دونوں میں وارد ہوئی ہیں اور صحت کو پہنچی ہیں (یعنی اخفاء آمین کی حدیثیں بھی صحیح ہیں) اور جہر آمین کرنا اخفاء آمین سے زیادہ بہتر ہے۔

غیر مقلدین حضرات جو اخفاء آمین کی صحیح حدیثوں کا انکار کرتے ہیں وہ نواب صاحبؒ کے فرمان سے نصیحت حاصل کریں جو اُن کے نزدیک محقق اعظم ہیں۔ چنانچہ مفتی عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد نواب صاحبؒ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں "جناب السید المجتہد المحقق الامام المؤید من مولاہ القدیر الباری ابو الطیب صدیق حسن بن قنوجی بخاری والی ریاست بھوپال ←

کیا ہی خوب ہو کہ غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

امام محمد بن جریر طبریؒ کا مختصر سا تعارف

آپ ۳۱۰ھ میں فوت ہوئے ہیں پہلے امام شافعیؒ کے مسلک کے ساتھ منسلک ہوئے بعد میں خود مجتہد ہو گئے کیونکہ ان کو تمام علوم میں معرفت و فضل حاصل تھا۔ جو ان کے ہم عصروں میں سے کم ہی کسی کو حاصل ہوگا۔ تاریخ الامم والملوک اور تفسیر ابن جریر لکھی ہے نیز تہذیب الآثار بھی انہیں کی تصنیف ہے بقول علامہ ذہبیؒ میں نے اس جیسی معنی خیز کتاب نہیں دیکھی اس امام کے فضائل بہت ہیں اگر مفصل طور پر دیکھنے ہوں تو تذکرۃ الحفاظ ص ۲۵۱ ج ۲ تا ص ۲۵۵ و تاریخ بغداد ص ۱۶۲ ج ۲ تا ص ۱۶۹ و فتاوی ابن تیمیہ ص ۱۹۲ ج ۲ و تفسیر اتقان ص ۱۹۱ ج ۲ و اجتماع الجیوش الاسلامیہ ص ۴۲ و میزان الاعتدال ص ۳۵ ج ۳ وغیرہا کتب کا مطالعہ کریں۔

مفتی عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

سوال ۵ کتاب خلافت معاویہ و یزید مؤلفہ محمود احمد عباسی مکتبہ محمود ۲۶ بی ایریا لالوکھیت لیاقت آباد کراچی کیسی کتاب ہے اس نے ثابت کیا ہے کہ تفسیر ابن جریر والا شیعہ تھا۔ واللہ اعلم۔

جواب ۵ :۔ یہ مغالطہ ہے ابن جریر نامی ایک شیعہ شخص بھی ہوا ہے لیکن امام ابن جریرؒ جو کہ تفسیر ابن جریر کے مصنف ہیں شیعہ نہیں ہیں یہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہو گیا ہے جس کی تفصیل دیکھنی منظور ہو تو تفسیر ستاری کی سورۃ فاتحہ کا ص ملاحظہ ہو۔ (فتاوی ستاریہ ص ۴ ج ۴)

علامہ نیمویؒ کا فتوی

محقق وقت محدث زمن حضرت مولانا ظہیر احسن نیمویؒ المتوفیٰ رمضان ۱۳۲۲ھ کا فتوی ملاحظہ ہو۔

قَالَ النِّيمَوِيُّ لَمْ يَثْبُتِ الْجَهْرُ بِالتَّأْمِيْنِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَلَا عَنِ الْخُلَفَاءِ الْأَرْبَعَةِ وَمَا جَاءَ فِي الْبَابِ فَهُوَ لَا يَخْلُوْا مِنْ شَيْءٍ
(آثار السنن ص ۹۴ ج ۱)

(علامہ) نیمویؒ فرماتے ہیں کہ آمین بالجہر نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ خلفاء راشدین سے ثابت ہے اور جہر کے بارے میں جو روایتیں بھی پیش کی جاتی ہیں وہ کسی نہ کسی عیب سے خالی نہیں۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

"آمین بالجہر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں اس لیے حنفیہ آمین بالاخفاء کو مستحب سمجھتے ہیں:

محمد کفایت اللہ غفرلہٗ (کفایت المفتی تتمہ ص۹۵ ج۱۰)

آمین کے واجب یا سنت یا بدعت ہونیکا بیان

امام شافعیؒ لکھتے ہیں۔

وَلَا یُقَالُ آمِیْنَ اِلَّا بَعْدَ اُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنْ لَّمْ یَقُلْ لَمْ یَقْضِهَا فِیْ مَوْضِعٍ غَیْرِہٖ (کتاب الام ص۹۵ ج۱)

اور آمین نہ کہی جائے مگر بعد سورۃ فاتحہ کے اگر اس موقع میں آمین نہ کہی تو دوسرے کسی مقام میں بھی قضاء نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہرگز نہیں بلکہ مستحب ہے چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں

اِنَّ مَذْهَبَنَا اِسْتِحْبَابُهٗ لِلْاِمَامِ وَالْمَاْمُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ۔ (شرح المہذب ص۳۷۳ ج۳)

ہمارا (شوافع) کا مذہب یہ ہے کہ امام و مقتدی و منفرد سب کے لیے آمین کہنا مستحب ہے۔

قارئین کرام امام نوویؒ نے مقتدی کے لیے جو آمین کہنا مستحب قرار دیا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ امام شافعیؒ نے اپنے آخری قول میں آمین خفیہ طور پر کہنے کو پسند فرمایا ہے اس لیے بعض شوافع حضرات نے اسی پر عمل کیا ہے۔ ابن جریجؒ جو متکلم فیہ راوی ہیں حضرت عطا بن ابی رباحؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عطاؒ کو کہا۔

"نَسِیْتُ آمِیْنَ قَالَ لَا تَعُدْ وَلَا تَسْجُدِ السَّهْوَ (مصنف عبدالرزاق ص۹۹ ج۲)

کہ اگر میں آمین کہنا بھول جاؤں تو آپ نے فرمایا پھر نہ کہہ اور نہ سجدہ سہو کر۔

علامہ امیر یمانی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"وَقَدْ حَمَلَ الْجُمْهُوْرُ مِنَ الْقَائِلِیْنَ بِهٖ عَلَى النَّدْبِ وَعَنْ بَعْضِ الظَّاهِرِیَّةِ اَنَّهٗ لِلْوُجُوْبِ عَمَلًا بِظَاهِرِ الْاَمْرِ فَاَوْجَبُوْهُ عَلٰى كُلِّ مُصَلٍّ وَاسْتَدَلَّتِ الْهَدَوِیَّةُ عَلٰى اَنَّهٗ بِدْعَةٌ مُفْسِدَةٌ"

(اس امر یعنی اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا) کو جمہور نے جو آمین کہنے کے قائل ہیں استحباب پر محمول کیا ہے اور بعض ظاہریہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر نمازی پر آمین کہنا واجب قرار دیا ہے۔ اور فرقہ ہدویہ (شیعہ) نے آمین کو بدعت

لِلصَّلٰوةِ بِحَدِيْثِ اَنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ الْحَدِيْثُ وَلَا يَتِمُّ بِهِ الْاِسْتِدْلَالُ لِاَنَّ هٰذَا اَقَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّهُ مِنْ اَذْكَارِ الصَّلٰوةِ كَالتَّسْبِيْحِ وَنَحْوِهِ وَكَلَامُ النَّاسِ الْمُرَادُ بِهِ مُكَالَمَتُهُمْ وَمُخَاطَبَتُهُمْ كَمَا عَرَفْتَ "

(سبل اسلام ص۱۹۵ جلد۱ طبع ہند)

اور مفسدات نماز سے شمار کیا ہے۔ استدلال کرتے ہوئے اس حدیث شریف سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نماز لوگوں کی باتوں کی صلاحیت نہیں رکھتی (امیر یمانیؒ فرماتے ہیں) کہ اس حدیث سے استدلال ناتمام ہے۔ اس لیے کہ دلیل قائم ہو چکی ہے کہ آمین اذکار نماز کی طرح ایک ذکر ہے (جیسے سبحانک اللّٰہم۔ وسبحان ربی العظیم۔ والاعلیٰ) اور لوگوں کی کلام سے مراد ان کی آپس کی گفتگو ہے اور ایک دوسرے کو خطاب کرنا ہے۔

امیر یمانیؒ نے ظاہری فرقہ کی طرف جو یہ منسوب کیا ہے کہ وہ ہر نمازی پر آمین واجب قرار دیتے ہیں صحیح نہیں کیونکہ امام ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں کہ امام ومنفرد کو آمین کہنا سنت و مستحب ہے مگر جب امام ولا الضالین کہے تو مقتدی کو آمین کہنا فرض وضروری ہے دیکھئے محلی ص۲۵۵/۲۶۲ جلد۳)

قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں۔

وَهٰذَا الْاَمْرُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ لِلنَّدْبِ

(نیل الاوطار ص۲۲۳ جلد۲)

اور یہ امر (اٰمِّنُوْا) کا صیغہ جمہور کے ہاں استحباب کے لیے ہے۔

قارئین کرام ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ آمین کہنا (جہراً ہو یا اخفاءً) عند الجمہور مستحب ہے واجب نہیں۔ پھر استحباب کی ادائیگی میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ و امام مالکؒ کے ہاں امام ومقتدی و امام شافعیؒ کے ہاں مقتدی آمین بالجہر نہ کرے اور جمہور صحابہؓ و تابعینؒ کے ہاں بھی اخفاء آمین مستحب ہے۔ اس لیے اس مسئلہ میں اتنی شدت اختیار کرنا کہ اخفاء آمین کرنے والے کو یہودی کہہ دینا صحابہ کرامؓ پر سب وشتم ہے اور صحابہ کرامؓ پر سب وشتم کرنا یہود ونافقین کا شیوہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں یہود کے طریقے سے بچائے آمین ثم آمین۔

غیر مقلدین حضرات کے ہاں سنّت نبوی کی خلاف ورزی جائز ہے اور سنت مؤکدہ کے ترک پر کوئی گناہ نہیں

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔ سوال ۲۲۱ کیا قبلہ رُخ پاؤں کر کے سونا جائز ہے۔ (سائل حکیم محمد عاشق از البوھر)

جواب ۲۲۱: لیٹنے والے کی نیت اگر توہین کعبہ نہ ہو تو درست ہے اگر ہو تو نا درست ہے نیت درست ہو تب بھی افضل و بہتر و مسنون طریقہ یہی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ شمال کی جانب سر ہو جنوب کی جانب پیر ہوں جس طرح مُردہ کو قبر میں لٹایا جاتا ہے اگر اس کے خلاف لیٹے گا تو مسنون نہیں جائز ہے۔ وَمَنِ ادَّعٰی خِلَافَہٗ فَعَلَیْہِ الْبَیَانُ بِالْبُرْھَانِ (فتاوی ستاریہ ص۱۶۳ ج۱)

یہی مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

سوال ۳۷: سنا ہے کہ آپ (مفتی عبدالستار صاحب) اور آپ کے طلباء نماز کی سنتوں کو ضروری نہ سمجھ کر نہیں پڑھتے کیا یہ صحیح ہے اور کیا حقیقتاً سنتیں نہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ فقط والسلام آپ کا مخلص عبداللہ ۶ صفر ۱۳۸۲ھ)

جواب ۳۷ میں (عبدالستار) یا میرے طلباء سنتوں کو سنت سمجھ کر پڑھتے ہیں فرض یا واجب نہیں جانتے کوئی شخص کسی وجہ سے سنتیں نہ پڑھے تو ثواب سے محروم ہوگا۔ کافر یا گنہگار نہ ہوگا حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی اور ایک نجدی کو توحید نماز روزہ زکوٰۃ فرض کی ادائیگی پر مفلح اور جنتی فرمایا تھا نیز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عالم کو جو فرض نماز پڑھ کر کتاب و سنت کے درس دینے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ عابد پر فضیلت و ترجیح دی ہے۔ فقط ابو محمد عبداللہ امام جماعت غرباء اہلحدیث کثر اللہ سوادہم مورخہ ۱۳ صفر ۱۳۸۲ھ۔ (فتاوی ستاریہ ص۶۶ ج۴)

نیز اسی فتاوی ستاریہ میں ہے۔

سوال ۴۷ نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک کی ہیں۔ نوافل و سنن کے ترک پر گناہ تو نہیں۔

جواب ۴۷ نبی علیہ السلام نے فجر کی سنتیں کبھی ترک نہیں کیں دیگر سنن کا ترک ثابت ہے۔ نوافل و سنن صلوٰۃ کے ترک پر گناہ نہیں (فتاوی ستاریہ ص۳۵ ج۴)

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وَالسُّنَّةُ اَنْ تَكُوْنَ السُّوْرَةُ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ وَبَعْدَ آمِيْنَ وَيَقْرَأُ عَلٰى تَرْتِيْبِ الْمُصْحَفِ وَلَوْ خَالَفَ جَازَ وَصَحَّ بِلَا كَرَاهَةٍ۔

اور سنت یہ ہے کہ دوسری سورۃ فاتحہ اور آمین کے بعد ہو اور باقی سورتوں میں بھی ترتیب قرآن کے مطابق پڑھے اگر مخالفت کرے تو بلا کراہت جائز ہے۔

(نزل الابرار ص۹۳)

قارئین کرام جب غیر مقلدین حضرات کے ہاں سنت مؤکدہ کے ترک پر کوئی گناہ نہیں اور سنت کی مخالفت بھی درست ہے اور پھر سُنن بھی ایسی ہیں جن کا ثبوت متفق علیہ ہے۔ تعجب و حیرانگی ہے کہ آمین بالجہر و رفع یدین بعد افتتاح جن کے استحباب میں امت مسلمہ کا اختلاف ہے وہ کس طرح ان حضرات کے ہاں ضروری و واجب ہو جاتے ہیں۔

پس معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے دعوے میں سچے نہیں ہیں جس کو وہ بار بار دہرایا کرتے ہیں ؎

میرے پیشوا ہیں رسولِ خدا   میں ہوں ان کی سنت پہ دل سے فدا

(رسالہ فتوی آمین بالجہر ص۲۰ مولانا عبدالستار غیر مقلد)

اس سے معلوم ہوا کہ ان فروعی مسائل میں ان حضرات کا تشدد و تعصب محض نفسانیت پر مبنی ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کئے بغیر بھی جب یہ جنتی ہیں تو انہیں اتباعِ سنت کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان حضرات کا ان مسائل فروعیہ میں نزاع و اختلاف نیتِ فاسدہ کی بنا پر ہے۔

اسی طرح احناف حضرات کی مساجد میں غیر مقلدین حضرات نماز پڑھنے اس نیت سے نہیں آتے کہ حنفی مسلمان ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز ہو جاتی ہے جیسا کہ بھولے بھالے حنفی حضرات سمجھتے ہیں۔ کیونکہ تقلید اُن کے نزدیک شرک ہے اور اسی ترک رفع یدین و ترک فاتحہ خلف الامام و آمین بالاخفاء سب چیزیں ان کے نزدیک ناجائز ہیں بلکہ بعض تو مبطلات صلوٰۃ ہیں بلکہ اس

نیت سے آتے ہیں کہ تقیہ کرکے تبلیغ کریں گے اور حنفیوں کو غیر مقلد بنائیں گے۔ جیسے شیعہ و روافض اہلسنت والجماعت کے جنازہ میں اس نیت سے شریک ہوتے ہیں کہ ایک تو یہ کہ جنازہ کی دعا میں کہتے ہیں کہ "اے اللہ اس سُنی کے پیٹ کو جہنم کی آگ سے بھر دے" (تحفۃ العوام ص۲۲۵ سید احمد علی) دوسرے یہ کہ سُنی لوگ سمجھیں گے کہ جب شیعہ ہمارے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں تو ہم سُنی کیوں نہ اُن کے جنازوں میں شریک ہوں اس طرح سُنی حضرات دھوکہ میں آکر رفتہ رفتہ شیعہ اثرات قبول کرتے کرتے شیعہ بن جاتے ہیں۔

ہمارے اس نظریہ کی تائید اُن کے مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد کی تحریر سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

جواب ص۶۲: اہل حدیث کی نماز غیر اہل حدیث کی اقتدار میں بہتر نہیں اگر سنت اور صحیح مسلک واشاعت کی خاطر احناف کی اقتدار میں نماز پڑھی جائے تو جائز کیا بلکہ ضروری ہے۔ کیونکہ آپ احناف کی مسجد میں جا کر صحیح طریقہ کے مطابق صحیح وضو کریں گے پھر نماز سنت طریقہ کے مطابق آمین رفع یدین سے پڑھیں گے مقلدین کو متبعین سنت کی نماز کا علم ہوگا وہ آپ سے دریافت کریں گے آپ نے آمین کیوں کہی رفع یدین کیوں کیا آپ انکو دلائل سے جواب دیں گے سننے والوں میں دس ہوں گے تو ایک تو آپکا حامی بھی ہو جائے گا اس طرح آپ کا مسلک پھیلے گا اگر اس پوری کار وائی کی ہمت اور جرأت نہ ہو تو پھر آپ اہل حدیث مسجد بنانے کی الگ کوشش کریں اور تا قیام مسجد اپنی نماز گھر پر پڑھیں کیونکہ جو شخص فی نیت فاتحہ خلف الامام کا قائل و عامل نہ ہو اور صحیح احادیث کو نہ مانے فرمان رسول پر اپنے مذہب کو مقدم سمجھے اور منکر حدیث ہو تو اس کی امامت اور اقتدار تو کیا اس کا تو اسلام بھی خطرے میں ہے۔ (فتاوی ستاریہ ص۲۸، ۲۹ ج۴) ع من خوب مے شناسم پیران پارسا را

نماز جن کی تجارت کا ایک حیلہ ہے ۔۔۔۔ خدا کا نام خرابات کا وسیلہ ہے

غیر مقلدین حضرات جب اپنی مساجد کو چھوڑ کر آتے ہیں تو پہلے معمولی آواز سے آمین کہتے ہیں جب احناف حضرات کچھ نہیں کہتے تو پھر خواہ مخواہ بہت زور کی آمین کہتے ہیں تاکہ احناف کو چڑایا جائے اس سے معلوم ہوا کہ احناف حضرات آمین کی آواز سے چڑتے نہیں بلکہ غیر مقلدین کی بدتمیزی سے چڑتے

ہیں۔ چنانچہ ایک واقعہ مشہور ہے۔ کہ ایک غیر مقلد نے بہت زور کی آواز سے چلا کر آمین کہی تو ایک حنفی اس کے ساتھ لڑ پڑا کیونکہ بہت زور کی آواز سے آمین کہنا خود غیر مقلدین کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو رفع یدین و آمین روپڑی صاحب ص۱۶۱) دعویٰ دائر ہو گیا مجسٹریٹ نے کہا "میں نے پہلے سنا تھا کہ مسلمانوں میں دو قسم کی آمین کہی جاتی ہے۔ آمین بالسر۔ آمین بالجہر۔ اور اب تیسری قسم کا پتہ بھی چل گیا۔ اور وہ ہے آمین بالشر۔

حضرت مفتی کفایت اللہؒ کا نصیحت آمیز فتویٰ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں :۔

"جواب ۳۰: آمین بالاخفا حنفیہ اور امام شافعیؒ کے قول جدید کے موافق مسنون ہے۔ اور آمین بالجہر امام شافعیؒ کے قول قدیم اور دیگر ائمہ کے نزدیک مسنون ہے صحابہ کرامؓ میں یہ اختلاف موجود تھا۔ لہٰذا یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے باہم مسلمانوں میں انشقاق و اختلاف اور عداوت و دشمنی ہو۔ اہلحدیث کے آمین بالجہر کہنے سے حنفیوں کی نماز خراب نہیں ہوتی اور اس وجہ سے کسی آمین بالجہر والے کو مسجد میں آنے سے روکا نہیں جا سکتا۔

اہلحدیث کا بھی فرض ہے کہ اگر وہ آمین بالجہر کو سنت سمجھتے ہیں تو محض اتباع سنت کے لحاظ سے عمل کریں محض حنفیوں کو چڑانے کے ارادے سے ایسا نہ کریں جیسا کہ بعض مقامات میں امام کے ولا الضالین پڑھنے پر بعض اہلحدیث جو نالی پر وضو کرتے ہوئے زور سے آمین پکار دیتے ہیں یا جماعت میں اتنے زور سے آمین پکارتے ہیں کہ قریب والے شخص چونک پڑتے ہیں۔ فریقین کو نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ اپنے مسلک پر عمل کرنا چاہیئے باہم اتفاق و اتحاد اور رواداری سے زندگی بسر کرنی چاہیئے ـــــ فقط۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی"

(کفایت المفتی ص۴۲۰ ج۲ تا ص۴۲۱)

باب اوّل

اخفاء آمین کے دلائل

آمین دعا ۔ و ذکر ہے اور دعا و ذکر میں اصل اخفاء ہے ۔

آمین کے دعا ہونے کے دلائل ۔ دلیل نمبر ۱ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا الآیۃ (پ ۱۱ سورۃ یونس آیت ۸۹)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور ہارون آمین کہتے تھے ۔ خدا نے کہا تمہاری دونوں بھائیوں کی دعا قبول ہوئی" (قرآن مجید مع ترجمہ و تفسیر ثنائی ص ۲۶۱ طبع لاہور

مولانا عبد الستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اُعْطِیْتُ آمِیْنَ وَلَمْ یُعْطَهَا اَحَدٌ مِمَّنْ کَانَ قَبْلَکُمْ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَعْطَاهَا هَارُوْنَ فَاِنَّ مُوْسٰی کَانَ یَدْعُوْ وَیُؤَمِّنُ هَارُوْنُ (ابن مردویہ ۔ کنز العمال ص ۲۵۲/۲۶ فتح البیان ص ۲۵/۱۲ وَذَکَرَ الْحَکِیْمُ التِّرْمِذِیُّ فِیْ نَوَادِرِ الْاُصُوْلِ) یعنی نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میں منجانب اللہ آمین دیا گیا ہوں مجھ سے قبل بجز ہارون علیہ السلام کے کوئی نہیں دیا گیا ۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے ۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کَانَ مُوْسٰی علیہ السلام اِذَا دَعَا اَمَّنَ هَارُوْنُ عَلٰی دُعَاءِہٖ یَقُوْلُ آمِیْنَ ۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ و عکرمہؓ سے بھی مروی ہے محمد بن کعب قرظیؒ فرماتے ہیں ۔ کَانَ مُوْسٰی یَدْعُوْ وَهَارُوْنُ یُؤَمِّنُ وَالدَّاعِیْ وَالْمُؤَمِّنُ شَرِیْکَانِ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے،

اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے دعا کرنے والا اور آمین کہنے والا دونوں دعا میں شریک ہیں۔ کذا فی الدر المنثور ص۳۱۵ ج۳) اس سے معلوم ہوا کہ امام بصیغہ مفرد جب قنوت وغیرہ میں دعا کرے اور مقتدی آمین کہیں تو دونوں اس دعا میں شریک ہو جاتے ہیں کیونکہ صرف موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے۔ اور ہارون علیہ السلام صرف آمین کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا یعنی تم دونوں کی دعا قبول ہو گئی۔ آیت ہذا میں اللہ تبارک نے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کی ہے علامہ ابن جریرؒ نے ابن زیدؓ سے روایت کیا ہے قَالَ کَانَ ھَارُوْنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ اٰمِیْنَ فَقَالَ اللّٰہُ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا فَصَارَ التَّامِیْنُ دَعْوَۃً صَارَ شَرِیْکَہٗ فِیْھَا تفسیر ابن کثیر ص۵۵ ج۴ میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً منقول اُعْطِیْتُ آمِیْنَ فِی الصَّلٰوۃِ وَعِنْدَ الدُّعَآءِ لَمْ یُعْطَ اَحَدٌ قَبْلِیْ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مُوْسٰی کَانَ یَدْعُوْا وَھَارُوْنُ یُؤَمِّنُ فَاخْتِمُوْا بِآمِیْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَسْتَجِیْبُہٗ لَکُمْ۔ یعنی نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں منجانب اللہ نماز میں اور وقت دعا کے آمین دیا گیا ہوں۔ بجز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مجھ سے قبل کسی کو آمین نہیں ملی۔ موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے پس اے میرے امت کے لوگو تم اپنی دعا کو آمین کے ساتھ ختم کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری دعا کو شرف قبولیت بخشے گا۔ (فتویٰ آمین بالجہر ص۲۳ تا ص۲۵)

امام محمد بن جریر طبریؒ فرماتے ہیں۔

فَاِنْ قَالَ قَائِلٌ وَکَیْفَ نُسِبَتِ الْاِجَابَۃُ اِلَی اثْنَیْنِ وَالدُّعَآءُ اِنَّمَا کَانَ مِنْ وَاحِدٍ قِیْلَ اِنَّ الدَّاعِیَ وَاِنْ کَانَ وَاحِدًا فَاِنَّ الثَّانِیَ کَانَ مُؤَمِّنًا وَھُوَ ھَارُوْنُ فَلِذٰلِکَ نُسِبَتِ الْاِجَابَۃُ اِلَیْھِمَا لِاَنَّ الْمُؤَمِّنَ دَاعٍ وَکَذٰلِکَ قَالَ اَھْلُ التَّاوِیْلِ

(تفسیر ابن جریر طبری ص۱۰۹ طبع مصر بابی حلبی)

پس اگر کوئی اعتراض کرنے والا یہ کہے کہ دعا کی نسبت دونوں کی طرف کیسی ہے۔ جب کہ دعا مانگنے والا ایک تھا تو جواب میں کہا جائے گا کہ اگرچہ دعا مانگنے والا ایک تھا مگر دوسرا آمین کہنے والا تھا اور وہ حضرت ہارون علیہ السلام تھے پس نسبت دعا کی دونوں کی طرف صحیح ہے کیونکہ آمین کہنے والا بھی دعا مانگنے والا ہوتا ہے باقی مفسرین حضرات نے بھی یہی تفسیر کی ہے

حضرت امام بخاریؒ نے بھی آمین کی حدیث کا صحیح بخاری کی کتاب الدعوات میں دعاؤں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے (دیکھئے صحیح بخاری ص۹۴۷ ج۲) تو معلوم ہوا آمین آپ کے نزدیک بھی دعا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں۔

فَالتَّأْمِیْنُ دُعَآءٌ صَحِیْحٌ بِلَا شَكٍّ (الی ان قال) فَکُلُّ تَأْمِیْنٍ دُعَآءٌ وَلَیْسَ کُلُّ دُعَآءٍ تَأْمِیْنًا (محلی ص۲۶۶ ج۳)

پس آمین کو دعا کہنا بلاشک وشبہ صحیح ہے پس ہر آمین دعا ہے لیکن ہر دعا آمین نہیں ہے۔

یعنی دعا اور آمین کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ دعا عام مطلق ہے۔ جبکہ آمین خاص مطلق ہے۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد روافض کو جنہوں نے آمین کو مفسد صلوٰۃ و بدعت قرار دیا تھا۔ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اِنَّھَا (ای آمین) مُنْدَرِجَۃٌ تَحْتَ الْعُمُوْمَاتِ الْقَاضِیَۃِ بِمَشْرُوْعِیَّۃِ مُطْلَقِ الدُّعَآءِ فِی الصَّلٰوۃِ لِاَنَّ التَّأْمِیْنَ دُعَآءٌ

(نیل الاوطار ص۲۲۴ ج۲)

بے شک آمین دعا کے عام دلائل کے نیچے درج ہے جو نماز میں مطلق دعا کے جواز کے مقتضی ہیں۔ کیونکہ بلاشک آمین دعا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں۔

وَذٰلِكَ لِاَنَّ مَنْ یَّقُوْلُ عِنْدَ دُعَآءِ الدَّاعِیْ اٰمِیْنَ فَھُوَ اَیْضًا دَاعٍ لِاَنَّ قَوْلَہٗ اٰمِیْنَ تَأْوِیْلُہٗ اِسْتَجِبْ فَھُوَ سَائِلٌ کَمَا اَنَّ الدَّاعِیَ سَائِلٌ اَیْضًا

(تفسیر کبیر ص۲۳ ج۱۵)

اور یہ اس لیے ہے کہ جو شخص دعا مانگنے والے کی دعا کے وقت آمین کہتا ہے وہ بھی دعا مانگنے والا ہے کیونکہ آمین کا معنی ہے اے اللہ قبول فرما پس وہ مانگنے والا ہوا جیسا کہ دعا مانگنے والا بھی سائل ہوتا ہے۔

قارئین کرام ان دلائل سے ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے۔

دعا آہستہ اور پوشیدہ ہونی چاہیئے: ہمارا دوسرا دعوی یہ ہے کہ دعا آہستہ و پوشیدہ ہونی چاہیئے اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

(پ ۸ سورۃ اعراف)

اپنے رب سے عاجزی اور آہستگی کے ساتھ دعا کیا کرو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتے۔

یعنی اگر جہر سے دعا مانگوگے تو تم حد سے بڑھنے والے شمار کئے جاؤ گے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ شافعی اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا حَالٌ تَذَلُّلًا وَّخُفْيَةً سِرًّا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ بِالتَّشَدُّقِ وَ رَفْعِ الصَّوْتِ۔

(جلالین شریف صفحہ ۱۳۲)

مانگو اپنے رب سے عاجزی کے ساتھ یعنی تضرعاً حال ہے کمْ ضمیر سے معنی یہ ہے کہ ذلت وعاجزی کی حالت میں وَخُفْيَةً یعنی پوشیدہ طور پر۔ اللہ تعالیٰ بلند آواز سے دعا کرنے والوں یعنی تجاوز کرتے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

قاضی شوکانیؒ غیر مقلد اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

اَوْ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالدُّعَاءِ صَارِخًا

(فتح القدیر صفحہ ۲۱۳ ج ۲)

جو بلند آواز سے چلا کر دعا کرے وہ معتدی ہے تجاوز کرنے والا ہے۔

حضرت قاضی صاحبؒ آمین کو دعا بھی کہتے ہیں اور بلند آواز سے دعا کرنے والے کو معتدی بھی فرماتے ہیں۔

غیر مقلدین حضرات اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور نصیحت حاصل کریں واللہ الموفق والمعین۔

جو تیری دلبری پہ مرتے ہیں ؎ دل پہ رہ رہ کے ہاتھ دھرتے ہیں

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ غیر مقلد اس آیت کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اپنے رب ہی سے گڑگڑا کر چپکے چپکے مانگا کرو" الخ۔ (ترجمہ وتفسیر ثنائی صفحہ ۱۸۷ طبع لاہور)

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا الآیۃ (پ ۱۶ سورہ مریم)

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو آہستہ آہستہ پکارا

حضرت جلال الدین محلی شافعیؒ المتوفی ۸۶۴ھ فرماتے ہیں۔

نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً مُّشْتَمِلًا عَلٰی دُعَآءٍ خَفِیًّا سِرًّا جَوْفَ اللَّیْلِ لِاَنَّهٗ اَسْرَعُ لِلْاِجَابَۃِ۔ (تفسیر جلالین ص۲۵۳)

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا یہ پکار مشتمل تھی پوشیدہ دعا پر رات کے درمیان یعنی آدھی رات کے وقت کیونکہ یہ وقت اجابت دعا کے لیے بہت موثر ہے۔

(۲) وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی (پ۱۶ سورہ طٰہٰ)

اور اگر تو بلند آواز سے دعا کرے۔ پس بے شک اللہ تعالےٰ ہر پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔

علامہ جلال الدین محلیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فِیْ ذِکْرٍ اَوْ دُعَآءٍ فَاللّٰهُ غَنِیٌّ عَنِ الْجَهْرِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی (جلالین ص۲۶۱)

اور اگر تو زور سے یعنی ذکر کر یا دعا مانگ تو اللہ تعالےٰ جہر سے بے نیاز ہے کیونکہ وہ تو پوشیدہ اور آہستہ باتوں کو جانتا ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

اندھیروں میں رب کو پکارا (مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا دریا کے پانی کا اندھیرا۔ رات کا اندھیرا) کہ نہیں کوئی معبود حاجت روا اور مشکل کشا میرا سوائے تیری ذات کے۔ پاک ہے تو شریکوں سے بے شک میں قصور وار ہوں"

تو اللہ تعالےٰ نے آپ کی دعا سنی اور حاجت روائی کی۔

معلوم ہوا کہ جو دعا خفیہ دعا جزی سے مانگتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ پر پورا اعتقاد و بھروسہ ہوتا ہے کہ وہ ہماری دعا سنتا ہے اور جو لوگ بہت جہر سے دعا مانگتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں کمزوری ہے

فائدہ: بعض حضرات نے آمین کو ذکر میں شمار کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

لِاَنَّهٗ ذِکْرٌ مِّنَ الْاَذْکَارِ فَلَا یُجْهَرُ بِهٖ کَسَآئِرِ اَذْکَارِ الصَّلٰوۃِ (مفصل حوالہ گزر چکا ہے)

اس لیے کہ یہ آمین اذکار میں سے ایک ذکر ہے پس نماز کی طرح اس کا جہر نہ کیا جائے گا۔

امام ابو اسحٰق شیرازیؒ فرماتے ہیں۔

لِاَنَّهٗ ذِكْرٌ مَّسْنُوْنٌ فِی الصَّلٰوةِ فَلَا يَجْهَرُ بِهِ الْمَأْمُوْمُ كَالتَّكْبِيْرَاتِ (مکمل حوالہ گزر چکا ہے)

اس لیے کہ آمین ذکر مسنون ہے نماز میں اس کا جہر مقتدی نہ کرے۔ جیسا کہ تکبیرات نماز کا جہر مقتدی نہیں کرتا۔

علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد روافض کو جنہوں نے آمین کو مفسد صلوٰۃ و بدعت قرار دیا تھا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لِاَنَّ هٰذَا قَامَ الدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّهٗ مِنْ اَذْكَارِ الصَّلٰوةِ كَالتَّسْبِيْحِ وَنَحْوِهٖ۔ (سبل السلام ص۱۰۱ ج۱)

اس لیے کہ دلیل قائم و ثابت ہو چکی ہے اس بات پر کہ یہ آمین اذکار نماز میں سے ہے جیسے سبحانک اللّٰھم و سبحان ربی العظیم و سبحان ربی الاعلیٰ وغیرہ

قارئین کرام جب غیر مقلدین حضرات کے بزرگ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اذکار صلوٰۃ میں سے ہے تو اذکار صلوٰۃ پوشیدہ پڑھے جاتے ہیں۔ تو آمین کو بھی پوشیدہ پڑھا جائے گا۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا۔

خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ (مسند احمد ص۱۷۲ ج۱ والترغیب والترہیب للمنذری ص۱۲۱ ج۵ آ ۱۲۲ طبع مصر بابی حلبی

بہترین ذکر وہ ہے جو پوشیدہ ہو۔

وَقَالَ رَوَاهُ اَبُوْعَوَانَةَ وَابْنُ حِبَّانَ فِیْ صَحِيْحِهِمَا وَالْبَيْهَقِیُّ۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آمین دعا ہو یا ذکر میں شامل ہو بہر صورت اخفا کرنا افضل ہے۔ کیونکہ ضابطہ ہے کہ اگر دعا اور ذکر میں جہر اگر دلائل سے ثابت ہو جائے اور اس کے خلاف دلائل موجود نہ ہوں تو جہر پر عمل کیا جائے اگر جہر و اخفاء کے دلائل متعارض ہوں تو وہاں اخفاء پر عمل کیا جائے گا۔ کیونکہ دعا و ذکر میں اصل اخفا ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں۔

قُلْتُ اِذَا تَعَارَضَتِ الْاَخْبَارُ وَالْاٰثَارُ يُعْمَلُ بِالْاَصْلِ وَالْاَصْلُ فِی الدُّعَاءِ الْاِخْفَاءُ (شرح ہدایہ ص۶۳۵ ج۱)

میں (عینی) کہتا ہوں کہ جب احادیث نبویہ اور آثار صحابہؓ آپس میں متعارض ہوں تو اصل پر عمل کیا جائے اور اصل دعا میں اخفاء ہے۔

علامہ محمد بن عمر فخر الدین رازی شافعیؒ تعوذ کی بحث میں لکھتے ہیں۔

وَلِاَنَّ الْجَهْرَ كَيْفِيَّةٌ وُجُوْدِيَّةٌ وَالْاِخْفَاءُ عِبَارَةٌ عَنْ عَدَمِ تِلْكَ الْكَيْفِيَّةِ وَالْاَصْلُ هُوَ الْعَدَمُ (تفسیر کبیر صـــ۳۳ ج۱)

اور اس لیے کہ جہر کیفیت (حالت) وجودی ہے اور اخفاء اس حالت وجودیہ کے عدم سے عبارت ہے اور اصل ضابطہ یہ ہے کہ جہر نہ ہو۔

غیر مقلدین حضرات کی طرف سے اعتراضات غیر مقلدین حضرات کے آمین کے ذکر و دعا ہونے پر چند اعتراضات ملاحظہ ہوں۔

اعتراض اوّل مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں۔

انتباہ • آمین مستقل دعا نہیں ہے بلکہ دعا کے توابعات میں سے ہے لہذا ہارون علیہ السلام کو یہاں تغلیباً داعی کہا گیا ہے جیسا کہ علامہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری انصاری دہلی کے صـــ۲۶۶ میں لکھا ہے فَاِطْلَاقُ كَوْنِ هَارُوْنَ دَاعِيًا اِنَّمَا هُوَ لِلتَّغْلِيْبِ۔

جواب علامہ ابن حزمؒ و قاضی شوکانیؒ کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ آمین دعا ہے اس لیے اس کے دعا ہونے کا انکار نامناسب ہے اور تغلیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آمین دعا ہی نہیں ۔ حالانکہ قرآن مجید نے اس کو دعا کہا ہے اور بہت سے بزرگانِ دین نے بھی اسکو دعا کہا ہے۔ اگر توابعاتِ دعا سے ہو تب بھی ہمارا مدعیٰ ثابت ہے کہ جب اصل دعا میں اخفاء ہے تو اس کے توابعات میں بطریق اولیٰ اخفاء ہونا چاہیئے۔

اعتراض دوم جناب حافظ عبداللہ صاحبؒ روپڑی آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ الخ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "اپنی صلوٰۃ کے ساتھ نہ زیادہ آواز بلند کر نہ آہستہ بلکہ درمیانہ راستہ اختیار کر" (رفع یدین اور آمین صـــ۱۵)

اس سے آگے حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"اس آیت میں صلوٰۃ کے دو معنی مشہور ہیں ایک قرأت دوسرے دعاء (الیٰ ان قال) پس اس بناء پر اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا اپنی دعاء کے ساتھ نہ زیادہ آواز بلند کر اور نہ بالکل آہستہ بلکہ ان دونوں کے درمیانی والا راستہ اختیار کر۔ (رفع یدین اور آمین صـــ۱۶)

جواب اوّل | حافظ روپڑی صاحبؒ کا پسندیدہ جواب ہم ان کی عبارت سے نقل کر دیتے ہیں۔ تاکہ ان کی الجھنیں دور ہو جائیں: "اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ یعنی جب کسی چیز میں احتمال آجائے تو اس کو دلیل میں پیش کرنا باطل ہے"

(رفع یدین اور آمین صہ۱)

اور صہ۱۵ میں لکھتے ہیں "اور یہ اصول مسلّم ہے کہ جہاں احتمال ہو اس سے استدلال باطل ہے"

قارئین کرام روپڑی صاحب کے نزدیک آیت میں لفظ صلوٰۃ کے اندر جب دو معنی کا احتمال ہے اور ان کو یہ احتمال مسلّم بھی ہے تو دعاء والے معنی کرکے روپڑی صاحبؒ کا استدلال بھی باطل ہوا۔ نیز اس دعاء والے معنی کو لیا جائے تو اُدْعُوْا رَبَّکُمْ الایۃ سے تعارض لازم آئے گا۔ جو دعا کے اخفاء میں صریح ہے لہٰذا اس سے قرأۃ والا معنی لینا بہتر ہے۔ نیز اگر دُعا کا معنی لیا جائے تو وہ دعاء مراد لی جائے جو قرأت میں شامل ہو۔

جواب ثانی | اس آیت کا شان نزول قرأت قرآن ہے جو نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں نماز میں قرأت بالجہر کرتے تو مشرکین سُن کر قرآن نازل کرنے والے کو سب کرتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی آہستہ قرأت کرتے کہ اصحاب کرامؓ جو پیچھے نماز پڑھ رہے ہوتے وہ بھی نہ سن سکتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی دیکھئے (بخاری صہ۶۸۶/۲ و صہ۱۱۲۶/۲ و صحیح مسلم صہ۱۸۳/۱ و صحیح ابو عوانہ صہ۱۴۳/۲ و نسائی صہ۱۵۷/۱ و ترمذی صہ۱۴۶/۲ و مسند احمد صہ۲۱۵/۱)

علامہ خطابی شافعیؒ لفظ صلوٰۃ کی تفسیر قرأۃ سے کرتے ہیں۔

"وَقَدْ تُسَمَّى الْقِرَاءَةُ صَلٰوةً لِوُقُوْعِهَا فِي الصَّلٰوةِ وَكَوْنِهَا جُزْءًا مِّنْ اَجْزَائِهَا كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا قِيْلَ مَعْنَاهُ الْقِرَاءَةُ۔

(معالم السنن صہ۲۰۳/۱)

اور کبھی قرأۃ کو بھی صلوٰۃ کہا جاتا ہے اس لیے کہ قرأۃ نماز میں واقع ہے اور یہ قرأۃ اجزاء نماز میں سے ایک جز ہے مثل قول اللہ تعالیٰ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلٰوتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا اس کا معنی یہ کیا گیا ہے کہ قرأت کو نہ بلند آواز سے پڑھو نہ بالکل

پست آواز سے (بلکہ درمیانہ راستہ اختیار کر)

اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ بھی لفظ صلوٰۃ کی تفسیر قرأۃ سے کرتے ہیں ۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ بِقِرَاءَتِكَ (تفسیر جلالین ص۲۴۰)

امام نوویؒ شافعی لکھتے ہیں۔

وَذَكَرَ تَفْسِيرَ عَائِشَةَ رض إِنَّمَا الْآيَةُ نَزَلَتْ فِي الدُّعَاءِ وَاخْتَارَهُ الطَّبَرِيُّ وَغَيْرُهُ لٰكِنَّ الْمُخْتَارَ الْأَظْهَرَ مَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍؓ وَاللّٰهُ اعلم۔ (نووی ص۱۸۳/۱)

اور ذکر کیا حضرت عائشہؓ کی تفسیر کا کہ بے شک کہ آیت دعا میں نازل ہوئی اور امام طبریؒ وغیرہ نے اس کو اختیار کیا ہے لیکن پسندیدہ زیادہ واضح وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت نماز میں نازل ہوئی ہے اور اس سے مراد قراءۃ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

امام نوویؒ شافعی اور امام محمد بن جریرؒ طبری نے بھی اس کا شانِ نزول قرأۃ فی الصلوٰۃ کو راجح قرار دیا ہے (حاشیہ جلالین ص۲۴۰)

حضرت عائشہؓ صدیقہ والی روایت بھی اس شانِ نزول کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اس سے مراد وہ دعا ہو سکتی ہے جو قرأۃ کے اندر آتی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً یہی تاویل صراحتاً مذکور ہے دیکھئے (حاشیہ جلالین ص۲۴۰)

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں "ابن مردویہ میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلّٰى عِنْدَ الْبَيْتِ رَفَعَ صَوْتَهُ بِالدُّعَاءِ - آیت ہذا میں لفظ صلوٰۃ وارد ہے یہ اطلاق کل اور مراد اس سے جز ہے۔ کیونکہ دعا بعض اجزاءِ صلوٰۃ ہے۔ اسی طرح قرأۃ بھی۔ فافہم (فتویٰ آمین بالجہر ص۸۴)

<u>جوابِ ثالث</u> اگر حضرت عائشہؓ کی روایت کو نماز سے باہر والی دعا پر محمول کرنا تسلیم کر لیا جائے تب بھی اس سے جہر ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا يَعْنِي یعنی اس آیت سے مراد دعا ہے وَلَا تَجْهَرْ جہر نہ

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ الدُّعَاءُ وَلَا تَجْهَرْ تَرْفَعُ وَلَا تُخَافِتُ حَتّٰی لَا تُسْمِعَ نَفْسَكَ (کتاب الام ص ۱۱۱ ج ۱)

کر کر آواز بلند ہو جائے (کہ کوئی دوسرا سن لے) اور اتنا پوشیدہ بھی نہ کر کہ خود کو بھی نہ سنا سکے بلکہ صرف اتنا ہو کہ دعا کے الفاظ کو خود سن سکے اور دوسرا کوئی نہ سنے

حضرت علامہ فخر الدین رازیؒ شافعی فرماتے ہیں۔

فَالْجَهْرُ بِالدُّعَاءِ مَنْهِيٌّ عَنْهُ وَالْمُبَالَغَةُ فِي الْاِسْرَارِ غَيْرُ جَائِزَةٍ وَالْمُسْتَحَبُّ مِنْ ذٰلِكَ التَّوَسُّطُ وَهُوَ اَنْ يُّسْمِعَ نَفْسَهٗ كَمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ لَمْ يُخَافِتْ مَنْ اَسْمَعَ اُذُنَيْهِ۔ (تفسیر کبیر ص ۱۶۷ ج ۵)

دعا میں جہر کرنا شریعت میں منع ہے اور بالکل پوشیدہ دعا مانگنا بھی جائز نہیں بلکہ مستحب درمیانہ طریقہ ہے اور وہ یوں ہے کہ اپنے آپ کو سنائے جیسا کہ روایت کیا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے کہ جس نے اپنے کانوں کو سنایا اس نے بالکل پوشیدہ نہیں کیا۔

حضرت ابن مسعودؓ سے یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۴ ج ۲ میں موجود ہے علامہ ہیثمیؒ لکھتے ہیں رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الصَّحِيْحِ (مجمع الزوائد ص ۲۶۷ ج ۲)

قارئین کرام ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے دعا کے جہر پر استدلال کرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔

جواب رابع | حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے جس طرح اس آیت سے دعا مراد لی گئی ہے۔ اسی طرح ان کی ایک روایت بسند صحیح یہ بھی آتی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے دیکھئے (صحیح ابن خزیمہ ص ۳۵۰ ج ۱ طبع بیروت)

اور تشہد کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ اس میں اخفا کیا جاتا ہے۔ نواب صاحبؒ بحوالہ امام نوویؒ نقل فرماتے ہیں۔

وَالسُّنَّةُ فِيْهَا الْاِسْرَارُ لِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰی ذٰلِكَ (نزل الابرار ص ۹۳)

اور سنت اس تشہد میں اخفا کرنا ہے باجماع مسلمین۔

وَاَخْرَجَ الطَّبْرِيُّ وَابْنُ خُزَيْمَةَ

امام طبریؒ، امام ابن خزیمہؒ، امام حاکمؒ روایت

وَالْحَاكِمُ مِنْ طَرِيْقِ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامٍ الْحَدِيْثَ وَزَادَ فِيْهِ فِي التَّشَهُّدِ (حاشیہ بخاری ص۶۳۷ ج۲)

بطریق حفص بن غیاث ہشام سے (حدیث ہذا کو تشہد میں بیان کیا ہے)

معلوم ہوا کہ مطلق دعا مراد نہیں بلکہ تشہد کے اندر جو دعا ہے وہی مراد ہے۔ لہذا یہ تاویل متعین ہوئی کہ اپنے کان کو سنانا درمیانہ راستہ ہے۔ امام ابن خزیمہؒ بھی اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلے باب قائم کرتے ہیں۔ مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تُخْفِيَ التَّشَهُّدَ۔

جواب خامس | حافظ ابن حجرؒ نے اس آیت کے بارے میں کئی اقوال نقل کئے ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں۔

وَقِيْلَ الْاٰيَةُ فِي الدُّعَاءِ وَهِيَ مَنْسُوْخَةٌ بِقَوْلِهٖ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (فتح الباری شرح البخاری ص۲۰۸ ج۸)

اس آیت کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً سے منسوخ ہو گئی ہے

مگر بعض حضرات نے اس کے منسوخ ہونے کا انکار کیا ہے۔

اعتراض سوم | حافظ عبداللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"دوم یہ کہ عطاء تابعیؒ آمین کو دعا بھی کہتے ہیں اور جہر کے بھی قائل ہیں چنانچہ جہر کے ثبوت میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے آمین کہی اور اس کے ساتھ لوگوں نے بھی کہی یہاں تک کہ مسجد کے لیے تھرتھراہٹ تھی (بخاری) اور دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ میں نے دو سو صحابہ کو آمین بلند آواز کہتے پایا۔ ملاحظہ ہو (فتح الباری ص۲۱۲ ج۲) وعون المعبود ص۳۵۲ ج۱ و تحفۃ الاحوذی ص۲۰۹ ج۱ وغیرہ) (بلفظہ رفع یدین اور آمین ص۱۱۸)

جواب | روپڑی صاحبؒ نے عطاء تابعیؒ کا قول صحیح بخاری سے بے سند نقل کیا ہے اور اس کو اصطلاح حدیث میں تعلیق کہا جاتا ہے چنانچہ حافظ روپڑی صاحبؒ خود لکھتے ہیں۔

"جیسے بخاری میں تعلیقات ہیں اور ان کی صحت ضروری نہیں۔" (رفع یدین اور آمین ص۱۳۰)

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین حضرات کے مذہب کی مدار بے سند باتوں پر ہے۔ خدا کی پناہ!

ہاں اس قول کی سند سنن الکبریٰ بیہقی ص۵۹ ج۲ میں بطریق امام شافعیؒ مسلم بن خالد عن ابن جریج عن عطاءؒ نقل کی گئی ہے اور اس میں کئی خرابیاں ہیں

پہلی خرابی یہ کہ خود امام شافعیؒ نے جو اس روایت کے راوی ہیں۔ اس کو ضعیف و ناقابل اعتماد سمجھ کر اس سے رجوع کر لیا تھا جیسا کہ کتاب الام کے حوالہ سے یہ بات گذر چکی ہے کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں "میں مقتدیوں کے لیے پسند نہیں کرتا کہ وہ آمین جہر سے کہیں"۔

دوسری خرابی یہ روایت انتہائی درجے کی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں امام شافعیؒ کے استاد مسلم بن خالد زنجی واقع ہے۔ امام ابوداؤدؒ اور امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں، لَا يُحْتَجُّ بِهٖ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ۔ (الترغیب والترہیب للمنذریؒ ص۵۳۵ ج۵ تا ص۵۳۶) امام نسائیؒ فرماتے ہیں وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ فِي الْحَدِيْثِ (ضعفاء صغیر للنسائی ص۵۸) امام بخاریؒ کے استاد علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں لَيْسَ بِشَيْءٍ فِي الْحَدِيْثِ۔ امام ساجیؒ فرماتے ہیں۔ كَثِيْرُ الْغَلَطِ كَانَ يَرٰى الْقَدَرَ (میزان الاعتدال ص۱۶۵ ج۳) امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں" وَكَانَ كَثِيْرَ الْغَلَطِ" امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں" كَانَ يُخْطِئُ أَحْيَانًا" عثمان دارمیؒ فرماتے ہیں" لَيْسَ بِذَاكَ فِي الْحَدِيْثِ" امام الحفاظ حضرت یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں" اس کی روایت عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ کے طریق سے منکر اور مردود ہے (یہ روایت بھی عن ابن جریج عن عطاءؒ کے طریق سے ہے) مشائخ مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً فرماتے ہیں کہ ابن جریج مشائخ کے حلقہ میں حدیثیں سن لیا کرتا تھا مگر لکھتا نہ تھا جب بیان کرنے کی ضرورت پڑتی تو کچھ ہوئی حدیثیں اسے بھول گئی ہوتیں مگر وہ بیان کر گذرتا جس کی بنا پر اس کی حدیث ضعیف و ناقابل اعتماد ہے الخ (تہذیب التہذیب ص۱۲۹ ج۱۰ تا ۱۳۰) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں فَقِيْهٌ صَدُوْقٌ كَثِيْرُ الْأَوْهَامِ مِنَ الثَّامِنَةِ (تقریب ص۴۹۱)۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں مسلم بن خالد زنجی ضعیفؒ (عینی شرح الہدایہ ص۶۳۵ ج۱) علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث خراج بالضمان بلوغ المرام سے نقل کرتے ہیں جس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں" ضَعَّفَهُ الْبُخَارِيُّ" علامہ امیر یمانیؒ اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں لِأَنَّ فِيْهِ مُسْلِمَ بْنَ خَالِدٍ الزَّنْجِيَّ وَهُوَ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ (سبل السلام ص۱۶ ج۳ طبع مصر)

فائدہ | امام بخاریؒ جس حدیث کے راوی کے بارے میں منکر الحدیث کہہ دیں وہ حدیث قابل احتجاج نہیں رہتی اور مسلم بن خالد زنجی کے بارے میں بھی امام بخاریؒ منکر الحدیث فرماتے ہیں۔ اس لیے یہ روایت بالکل غلط و ناقابل احتجاج ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ امام بخاریؒ خود اس کو بے سند نقل کرتے ہیں۔ ع کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

" ابان بن جبلہ کوفی کے ترجمہ میں میزان الاعتدال میں ابن القطان سے نقل کیا ہے بخاری کہتے ہیں جس کے حق میں میں "منکر الحدیث" کہہ دوں اس سے روایت لینی حلال نہیں۔ پس یہ روایت بالکل ردی ہوگی" (رفع یدین اور آمین ص۳۲)

تعجب کی بات ہے کہ روپڑی صاحب کے مذہب کے خلاف روایت میں مسلم بن خالد آجائے تو وہ روایت ان کے نزدیک ردی ہو جائے اگر وہی مسلم بن خالد ان کے موافق روایت میں آجائے تو اس سے احتجاج کیا جائے۔ فوا اسفا۔ ؎

کبھی دوستی ہے کبھی دشمنی ترى کون سی بات پر جائیے

تیسری خرابی | اس روایت کی سند میں ابن جریج ہے۔ سخت قسم کا مدلس و متکلم فیہ راوی ہے امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں بچو ابن جریج کی تدلیس سے کیونکہ وہ قبیح التدلیس ہے (تہذیب التہذیب ص۴۰۶ ج۶) یہ روایت بھی عن کے ساتھ مروی ہے۔ امام مالکؒ کے ہاں حاطب لیل ہے یعنی رات کو لکڑیاں جمع کرنے والا جو ہر قسم کی لکڑیاں اندھیرے کی وجہ سے اٹھا لیتا ہے یعنی حدیث میں اس کے پاس ہر قسم کی روایتیں ہیں ضعیف صحیح۔ موضوع دیکھئے (تہذیب التہذیب ص۴۰۴ ج۶)

چوتھی خرابی | یہ روایت غیر مقلدین حضرات کے مذہب کے خلاف ہے کیونکہ بقول روپڑی صاحب آمین اتنے زور کی تھی کہ جس کی وجہ سے مسجد میں تھرتھراہٹ تھی۔ حالانکہ روپڑی صاحبؒ لکھ چکے ہیں کہ درمیانی آواز سے کہنی چاہیئے نہ کہ بہت چلا کر سو الحمد للہ یہی اہلحدیث کا مذہب ہے۔ (رفع یدین اور آمین ص۱۹۰)

پانچویں خرابی | عطاء تابعیؒ آمین کو دعا تسلیم کرتے ہیں اور پھر آیت وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ

کا شان نزول بھی دعا بتلاتے ہیں (رفع یدین اور آمین ص۱۹)

اور پھر آمین کا اثر نقل کرتے ہیں کہ مسجد میں تھرتھراہٹ ولرزہ ہوا تو درمیانی آواز اتنی اونچی یہ دونوں باتیں متعارض ہیں اور یہ ضابطہ ہے اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔ ہم احناف ان کی اس روایت کے ٹکڑے سے آمین دعا ہے، احتجاج نہیں کرتے ہمارے پاس اور دلائل کافی ہیں اور آپ غیر مقلدین حضرات ان کی روایت کے دوسرے ٹکڑے سے کہ مساجد میں تھرتھراہٹ و شور پیدا ہوئے احتجاج نہ کریں۔

چھٹی خرابی | موقوفات صحابہ رض غیر مقلدین حضرات کے ہاں حجت نہیں ہیں۔ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں " علاوہ اس کے مرفوع احادیث کے مقابلہ میں کسی کا قول و فعل کوئی حیثیت نہیں رکھتا خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا (رفع یدین اور آمین ص۲۳)

نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

" علامہ شوکانی رح در مؤلفات خود ہزار بارے گوید کہ در موقوفات صحابہ حجت نیست "

(دلیل الطالب ص۲۱۷ بحوالہ احسن الکلام)

ساتویں خرابی | اس قسم کے آواز جو عطاء نے حضرت ابن زبیر رض سے نقل کئے ہیں نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کئے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رض بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِيَلِيَنِّي مِنْكُمْ أُولُوا الْأَحْلَامِ وَالنُّهَى ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ وَإِيَّاكُمْ وَهَيْشَاتِ الْأَسْوَاقِ۔

(مسلم ص۱۸۱ ج۱ ترمذی ص۵۳ ج۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی صف میں میرے قریب ان اشخاص کو ہونا چاہیئے جو صاحب حلم و عقل ہیں (یعنی بڑے صحابہ کرام رض) پھر جو ان کے درجہ کے قریب ہوں پھر جو ان کے درجہ کے قریب ہوں اور اپنے آپ کو بازاری آوازوں سے بچائے رکھنا۔

امام خطابی رح فرماتے ہیں۔

وَهَيْشَاتُ الْأَسْوَاقِ مَا يَكُوْنُ فِيْهَا

اور ہیشات اسواق وہ وہ آوازیں ہیں جن میں

مِنَ الْجُلْبَةِ وَارْتِفَاعِ الْاَصْوَاتِ وَمَا يَحْدُثُ فِيْهِمَا مِنَ الْفِتَنِ وَاَصْلُهُ الْهَوْشُ وَهُوَ الْاِخْتِلَاطُ يُقَالُ تَهَاوَشَ الْقَوْمُ اِذَا اخْتَلَطُوْا وَدَخَلَ بَعْضُهُمْ فِیْ بَعْضٍ وَبَيْنَهُمْ تَهَاوُشٌ اَیْ اِخْتِلَاطٌ وَاِخْتِلَافٌ (معالم السنن ص۱۸۵ ج۱)

جلبہ یعنی شور و غوغا[1] پیدا ہو اور آوازیں بلند ہوں اور وہ آوازیں ہیں جو کسی شر و فساد میں پیدا ہوتی ہیں اس کا اصل ہوش ہے جس کا معنی آوازوں کا رل مل جانا ہے۔ کہا جاتا ہے "تھاوش القوم" جب ایک دوسرے میں رل مل جائیں اور ان کے درمیان اختلاط و اختلاف آواز ہو۔

قارئین کرام عطاء تابعیؒ کے اثر میں لفظ رَجَّۃٌ بھی مروی ہے دیکھئے (بیہقی ص۵۹ ج۲) اور لَجَّۃٌ بھی مروی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۲۶ ج۲ طبع حیدرآباد دکن) اور جَلْبَۃٌ۔ رَجَّۃٌ اور لَجَّۃٌ تینوں لفظ ہم معنی ہیں چنانچہ منجد عربی ص۷۱۳ میں ہے اَللَّجَّۃُ اَلْجَلْبَۃُ وَكَثْرَۃُ الْاَصْوَاتِ اور منجد اردو ص۱۱۴۲ میں ہے مخلوط آوازیں۔ اور رَجَّۃٌ کا معنی آوازوں کا اختلاط ہے۔ دیکھئے (منجد اردو ص۴۳۴)۔ علامہ ابن حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں "قَالَ عَلِیٌّ اَللَّجَّۃُ اَلْجَلْبَۃُ (محلی ص۲۶۴ ج۳) علی بن حزمؒ نے کہا ہے کہ لَجَّۃٌ بمعنی جَلْبَۃٌ ہے۔

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

" یہ لفظ روایات میں تین طرح وارد ہوا ہے اور تینوں مترادف المعنی ہیں لَلَجَّۃُ لَلجُبَّۃُ لَرَجَّۃُ لَجُبَّۃُ اور رَجَّۃٌ کہتے ہیں اصوات مختلفہ کو اور لَجَّۃٌ کہتے صوت مرتفعہ کو ملاحظہ ہو کتب لغت وفتح۔۲۰ ۱۲منہ (فتوی آمین بالجہر ص۲۸)

غیر مقلدین حضرات کی مرضی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح و صریح آرڈر کو تسلیم کریں۔ جس میں مساجد میں شور کرنے سے منع کیا گیا ہے یا ابن جریج کے (جس نے ستر عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ دیکھئے تہذیب ص۴۰۶ ج۶ وغیرہ) مدلس وضعیف اثر کو قبول کریں جس میں آمین کو بلند آواز سے کہہ کر مساجد میں گونج وشور پیدا ہونے کا ذکر ہے۔

تعجب وحیرانگی کی بات ہے کہ غیر مقلدین حضرات کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں ان کے

---

[1] جلبہ شور و غوغا و غل شدہ (منجد اردو ص۱۹۰)۔

قول و فعل میں تضاد ہے چنانچہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی فرماتے ہیں۔

"علاوہ اس کے مرفوع احادیث کے مقابلہ میں کسی کا قول و فعل کوئی حیثیت نہیں رکھتا خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔ مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیئے۔

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ ادائی ہو ادھر حکم پیغمبر ہو ادھر گردن جھکائی ہو"

(رفع یدین اور آمین ص۳۲)

آٹھویں خرابی ابن جریج نے کہا ہے کہ عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دعا میں آواز بلند کرنا منع و مکروہ ہے تو آمین جو دعا ہے اس میں کس طرح بلند آواز کرنا جائز ہو سکتا ہے جب کہ ابن جریج عطاء سے نقل کرتے ہیں کہ آمین بھی دعا ہے۔

نویں خرابی عطاء کی ایک روایت میں جو ربیع نقل کرتے ہیں یہ الفاظ ہیں۔

لَقَدْ كَانَ لَنَا دَوِيٌّ فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا بِالْمِينَ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۲۶/۲)

آمین کہنے کے وقت مسجد میں ہماری بھنبھناہٹ جیسی ہوتی ہے۔

"دوی (ض) دَوِیّاً بھنبھناہٹ سنائی دینا" (منجد اردو ص۴۰۶) یعنی معمولی سی آواز سنائی دے مگر بات سمجھ میں نہ آئے۔

عطاء کی یہ روایت بھی مجروح ہے کیونکہ ربیع پر کلام ہے پس ثابت ہوا کہ عطاء کا اثر کسی سند سے بھی صحیح نہیں اور یہ اثر مضطرب ہے اور مضطرب اقسام ضعاف سے ہے۔

حضرت عطاءؒ سے دو سو صحابہؓ کرام والا اثر جو غیر مقلدین حضرات نقل کرتے ہیں وہ بالکل من گھڑت وموضوع ہے چنانچہ امام بیہقیؒ اپنی سند سے اسے یوں نقل فرماتے ہیں۔

وَاَخْبَرَنَا اَبُوْیَعْلٰی حَمْزَۃُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ الصَّیْدَلَانِیُّ اَنْبَانَا اَبُوْبَکْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ الْقَطَّانُ ثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ الْمَرْوَزِیُّ ثَنَا عَلِیُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِیْقٍ اَنْبَا اَبُوْحَمْزَۃَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ اَبِیْ اَیُّوْبَ (وَالصَّحِیْحُ خَالِدُ بْنُ اَبِیْ نَوْفٍ) عَنْ عَطَاءٍ قَالَ اَدْرَکْتُ مِائَتَیْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ سَمِعْتُ لَهُمْ رَجَّۃً بِاٰمِیْنَ۔

ابو یعلیٰ حمزہ بن عبد العزیز، ابوبکر محمد بن حسین القطان احمد بن منصور مروزی علی بن الحسینؒ بن شقیق ابو حمزہ (سکری) مطرفؒ خالد بن ابی نوف عطاءؒ فرماتے ہیں کہ اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو صحابہ کرامؓ کو میں نے پایا کہ جب امام ولا الضالین کہتا تو بلند آواز سے آمین کہتے ہوئے میں نے ان کو سنا۔

اس سند میں کئی خرابیاں ہیں۔

اوّل :۔ یہ کہ ابوبکر محمد بن الحسین القطان جو اس سند میں واقع ہے جھوٹا ہے چنانچہ علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَیْنِ بْنِ شَهْرِیَارَ اَبُوْبَکْرٍ الْقَطَّانُ سَمِعْتُ اَبَابَکْرٍ الْاِسْمَاعِیْلِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ ابْنَ نَاجِیَۃَ یَقُوْلُ یَکْذِبُ یَعْنِیْ ابْنَ شَهْرِیَارَ یَرْوِیْ عَنْ سُلَیْمَانَ تَوْبَۃَ النَّهْرَوَانِیِّ وَقَدْ مَاتَ قَبْلَ

محمد بن حسین بن شہریار، ابوبکر القطان کے بارے میں (خطیب بغدادی) نے حافظ ابوبکر اسماعیلیؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے میں نے محدث ابن ناجیہؒ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ ابن شہریار جھوٹ بولتا ہے سلمان ترتہ نہروانیؒ سے روایت کرتا ہے حالانکہ وہ اس کے

اَنْ یَّسْمَعَ مِنْہُ" (تاریخ بغداد ص۲۳۲ ج۱۲) سننے کے زمانہ سے بھی پہلے فوت ہو چکا تھا۔

قارئین کرام ایسے جھوٹے راوی سے غیر مقلدین حضرات اپنا مذہب ثابت کرتے ہیں۔

دوم:۔ اس سند میں خرابی یہ ہے کہ علی بن الحسن بن شقیقؒ جو اس روایت کے راوی ہیں یہ روایت خود ان کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے ملاحظہ ہو۔

وَقَالَ اَبُوْعَمَّارِ الْحُسَیْنُ بْنُ حُرَیْثٍ قُلْتُ لَہٗ ھَلْ سَمِعْتَ کِتَابَ الصَّلٰوۃِ مِنْ اَبِیْ حَمْزَۃَ السُّکَّرِیِّ فَقَالَ نَعَمْ سَمِعْتُ وَلٰکِنْ نَّھَقَ حِمَارٌ یَوْمًا فَاشْتَبَہَ عَلَیَّ حَدِیْثٌ فَلَا اَدْرِیْ اَیُّ حَدِیْثٍ ھُوَ فَتَرَکْتُ الْکِتَابَ کُلَّہٗ

(تہذیب التہذیب ص۲۹۹ ج۷ وکتاب الکفایۃ ص۲۳۴ للبغدادی)

ابو عمار حسین بن حریثؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ علی بن الحسنؒ سے پوچھا کہ آپ نے کیا اپنے استاد ابو حمزہ سکریؒ سے "کتاب الصلوٰۃ" سنی ہے اس نے کہا سنی تو ہے لیکن ایک دن میں حدیثیں سن رہا تھا کہ گدھا رینکا (ڈھنق گدھے کا ریکنا یعنی ہینچو ہینچو کرنا) تو مجھ پر ایک حدیث مشتبہ ہو گئی پس میں نہیں جانتا کہ وہ حدیث کون سی ہے اس لیے میں نے اپنے استاد سے سنی ہوئی تمام "کتاب الصلوٰۃ" کو چھوڑ دیا۔

تعجب کی بات ہے کہ اس اثر کا راوی خود تو اس اثر کو ناقابل اعتبار قرار دے مگر غیر مقلدین حضرات اس سے احتجاج کریں۔

سوم:۔ اس سند میں ابو حمزہ محمد بن میمون السکریؒ محدثین کرامؒ کے ہاں ثقہ ہیں اگرچہ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ لیس بالقوی لیکن خرابی اس میں یہ ہے کہ امام نسائیؒ فرماتے ہیں "آخر میں اندھے ہو گئے تھے تو جس راوی نے اندھے ہونے سے پہلے روایت بیان کی ہے فَحَدِیْثُہٗ جَیِّدٌ" پس اس کی حدیث کھری اور صحیح ہے اور امام ابن القطان فاسیؒ فرماتے کہ یہ ان راویوں میں ہے جو مختلط الحدیث ہو گئے تھے" دیکھئے (تہذیب التہذیب ص۴۸۶ و۴۸۷ ج۹)

محدثین کرامؒ کے اصول کے مطابق مختلط الحدیث راوی سے شاگرد اگر حالت اختلاط سے پہلے سنے تو اس کی روایت قابل اعتماد ہو گی ورنہ نہیں۔ یہاں صورت دوسری ہے کہ علی بن الحسنؒ

نے ابوحمزہ سکری سے حالت اختلاط میں سنا ہے کیونکہ ابوحمزہ سکری المتوفی ۱۶۶ھ ہے جب کہ اس کا شاگرد علی بن الحسن المتوفی ۲۱۵ھ ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ علی بن الحسن نے ابوحمزہ سکری کے اصحاب قدماء میں سے نہیں بلکہ حالت اختلاط میں سنا ہے۔

چہارم :- اس سند میں خالد بن ابی نوف واقع ہے جو مجہول ہے کیونکہ اس سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں۔ مطرف بن طریف اور یونس بن ابی اسحٰق اور کسی محدث نے اس راوی کو ثقہ قرار نہیں دیا بجز ابن حبان کے اور ابن حبان کی توثیق والا ضابطہ محدثین کرام کے ہاں قابل قبول نہیں۔ خالد بن ابی نوف کا ترجمہ تہذیب التہذیب صـ ۱۲۴ ج ۳ میں موجود ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "مقبول من السادسۃ" (تقریب) کہ خالد بن ابی نوف مقبول ہے۔ حافظ صاحب کی یہ اصطلاح بڑی خطرناک ہے کیونکہ حافظ صاحب مجہول الحال راوی کو بھی مقبول فرماتے ہیں۔ جس کی بحث ابو عبداللہ الدوسی کے ترجمہ و توثیق میں آجائے گی۔ انشاء اللہ۔

الحاصل یہ اثر کئی وجوہ سے مخدوش ہے اور غیر مقلدین حضرات ایسی مخدوش و ناقابل اعتبار روایت سے اجماع صحابہ تک ثابت کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ ان کو سمجھ عطاء فرمائے آمین

اعتراض چہارم | حافظ عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں۔

پنجم آیت تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (پ ۱۴ ع) کے تحت ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جہراً و سراً یعنی بلند آواز سے اور پوشیدہ یعنی تضرع کے معنی بلند آواز کے ہیں اور تفسیر مدارک میں ہے۔ مُعْلِنِيْنَ الضَّرَاعَةَ یعنی عاجزی کو ظاہر کرنے والے اور تفسیر جلالین میں ہے ای علانیۃً یعنی تضرعاً سے مراد علانیہ ہے یہی معنی تفسیر بیضاوی تفسیر معالم التنزیل اور دیگر تفاسیر میں لکھے ہیں پس جب تضرعاً سے مراد جہراً و علانیۃ بھی ہو سکتا ہے تو پھر آیت کریمہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً سے آہستہ آمین پر استدلال کرنے کی جڑ ہی کٹ گئی۔ بلفظہ (رفع یدین اور آمین صـ ۱۹) اور یہی اعتراض مفتی عبدالستار صاحب نے "فتویٰ آمین بالجہر" کے صـ ۴۲ میں کیا ہے

جواب | آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ ہمارے احناف کے دعوے کی واضح دلیل ہے اور اس پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت اخفاء دعا کے حق میں نازل ہوئی ہے جب غیر مقلدو،

حضرات سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑا۔ انہوں نے دھوکہ دینے کے لیے ساتویں پارہ کی آیت تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً تلاش کرکے جواب دینے کی کوشش کی ہے جو بالکل صریح دھوکہ ہے دھوکے کے علاوہ اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ کیونکہ یہ ساتویں پارے والی آیت مشرکین وکافرین کے واقعہ کی حکایت ہے۔ یعنی اللہ رب العزت فرماتے ہیں "اے مشرکو اللہ تعالےٰ کو ظاہری اور پوشیدہ طور پر پکارتے ہو جب تمہاری مراد پوری ہوجاتی ہے تو تم پھر زمین میں شرک وفساد برپا کرتے ہو۔"

بعض مفسرین نے سمجھا کہ مشرکین جہر واخفار دونوں طریقوں سے رب کو پکارتے تھے اس لیے انہوں نے تَضَرُّعًا کی تفسیر علانیۃً وجہراً سے بطور حکایت کر ڈالی جب کہ بعض مفسرین حضراتؒ نے معلنین الضراعۃ سے تفسیر کی ہے۔ جس کا معنی روپڑی صاحبؒ نے "یعنی عاجزی کو ظاہر کرنے والے" کیا ہے اس سے جہر مراد لینا درست نہیں کیونکہ عاجزی کا اثر ظاہر اعضار پر ہوتا ہے اس کو دیکھا جاسکتا ہے۔ اور جہر کا تعلق سماعت سے ہوتا ہے لہٰذا ان دونوں کو آپس میں خلط کرنا ٹھیک نہیں۔

علاوہ ازیں آپ کے مفسر قرآن حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ غیر مقلد نے بھی جہر والی تفسیر کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ وہ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "کس کو گڑگڑا کر پوشیدہ پوشیدہ پکارتے ہو" (ترجمۃ القرآن ص ۱۶۱ طبع لاہور)

اب قارئین حضرات کے سامنے بات کھل کر واضح ہوگئی کہ ساتویں پارے والی آیت یعنی تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً مشرکین کے واقعہ کی حکایت ہے اور آٹھویں پارے والی آیت یعنی اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دعا مانگنے کا طریقہ سکھایا ہے کہ عاجزی اور پوشیدہ طور پر مانگو تاکہ تمہاری دعا جلد قبول ہو اگر جہر کرو گے تو اللہ تعالیٰ جہر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

اب غیر مقلدین حضرات کی مرضی کہ اللہ تعالیٰ کے سکھلائے ہوئے پسندیدہ طریقہ کو اختیار کریں یا کسی اور طریقہ کو پسند کریں۔ ع پسند اپنی اپنی مزاج اپنا اپنا

اعتراض پنجم | حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں۔

• ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت آمین کو شامل ہو تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو بطریق اولیٰ شامل ہوگی کیونکہ اصل دعا یہی ہے آمین تو اس کے تابع ہے پس لازم آیا کہ امام اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ آہستہ پڑھے اگر کہا جائے کہ یہ آیت وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ اگرچہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے آہستہ پڑھنے کو چاہتی ہے۔ لیکن اور دلائل جہر پڑھنے کے موجود ہیں اس لیے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ امام جہراً پڑھتا ہے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ آمین بالجہر کہنے کے دلائل بھی موجود ہیں الخ بلفظہ (رفع یدین اور آمین ص۱۳)

جواب اول | اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ قرأۃ میں داخل ہے اور قرأۃ بالاتفاق جہری نمازوں میں جہراً پڑھی جاتی ہے اور آمین قرأۃ سے خارج ہے کیونکہ یہ قرآن میں سے نہیں بلکہ اس کا قرآن میں لکھنا بھی بدعت و گناہ ہوگا۔

جواب ثانی | روپڑی صاحبؒ کا یہ کہنا کہ آمین بالجہر کہنے کے دلائل بھی موجود ہیں یہ دعوی بھی غلط ہے اور ناقابل تسلیم ہے کیونکہ وہ دلائل نہایت کمزور اور بودے ہیں بصورت تسلیم اخفاء و جہر کے دلائل میں تعارض ہے اور اصل اخفاء ہے جیسا کہ اسی دلیل کے اعتراض دوم کے جواب ثالث کے تحت گذر چکا ہے۔

دلیل ۱۲ | حضرت ابوہریرہؓ سے روایت آتی ہے۔

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلٰئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم (مقتدی) آمین کہا کرو پس جس آدمی کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

(بخاری ص۱۰۸ ج۱ و مسلم ص۱۷۶ ج۱)

قارئین کرام اس صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا کہ امام آمین بالجہر نہیں کرتا اگر امام آمین

بالجہر کرتا۔ تو سب مقتدی اس کی جہر والی آمین کو سن کر آمین کہہ دیتے۔ مگر ایسا نہیں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَلَا الضَّالِّیْنَ پر امام کے پہنچنے کے وقت کو مقتدیوں کی آمین کا وقت قرار دیتے ہوئے آمین کہنے کا حکم فرمایا۔ امام خطابی شافعی لکھتے ہیں۔

قُلْتُ قَدِ احْتَجَّ بِهٖ مَنْ ذَهَبَ اِلٰی اَنَّهٗ لَا يَجْهَرُ بِآمِيْنَ وَقَالَ اَلَا تَرٰى اَنَّهٗ جَعَلَ وَقْتَ فَرَاغِ الْاِمَامِ مِنْ قَوْلِهٖ وَلَا الضَّالِّيْنَ وَقْتًا لِتَأْمِيْنِ الْقَوْمِ فَلَوْ كَانَ الْاِمَامُ يَقُوْلُهٗ جَهْرًا لَاسْتَغْنٰى بِسَمَاعِ قَوْلِهٖ عَنِ التَّحَيُّنِ لَهٗ مُرَاعَاةَ وَقْتِهٖ قُلْتُ وَهٰذَا قَدْ كَانَ يَجُوْزُ اَنْ يُّسْتَدَلَّ بِهٖ لَوْ لَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ مَذْكُوْرًا فِیْ حَدِيْثِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ الَّذِیْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ وَاِذَا كَانَ كَذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ فِيْمَا اسْتَدَلُّوْا بِهٖ طَائِلٌ الخ

(معالم السنن ص ۲۲۴ ج ۱)

میں (خطابی) کہتا ہوں اس حدیث سے آمین بالجہر نہ کرنے والوں نے حجت دلیل پکڑی ہے اور کہا ہے کہ اے مخاطب دیکھتا نہیں اس بات کی طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولا الضالین سے امام کے فارغ ہونے کو مقتدیوں کی آمین کہنے کا وقت مقرر فرمایا ہے پس اگر امام آمین بالجہر کرتا تو اس کا قول مقتدیوں کو آمین کہنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مقرر کرنے اور اس کی رعایت رکھنے سے بے نیاز کر دیتا۔ میں (خطابی) کہتا ہوں کہ اس حدیث سے بے شک یہ استدلال تب جائز ہوتا جب کہ آمین بالجہر کا وائل بن حجرؓ کی اس روایت میں جس کا ذکر اس حدیث سے پہلے ہو چکا ہے میں ذکر نہ ہوتا۔ اور جب ایسا ہے یعنی محمد بن کثیر کے طریق سے آمین بالجہر کا ذکر ہے۔ تو اس حدیث سے آمین بالجہر کے خلاف استدلال کرنے میں قوت و طاقت نہ رہے گی۔

قارئین کرام امام خطابی کے فرمان سے معلوم ہوا کہ اس حدیث سے آمین بالجہر کے خلاف استدلال کرنا جائز و قوی ہے مگر اس قوی استدلال کو بقول امام خطابی محمد بن کثیرؒ والی روایت نے کمزور کر دیا ہے۔ مگر ہم قارئین کرام کو آگاہ کر دینا چاہتے ہیں کہ محمد بن کثیر خطاکار و متکلم فیہ

؎ بطریق محمد بن کثیر عن الثوری

راوی ہے اور اس کی روایت شاذ ہے جس کی بحث اپنے مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ پورے بسط و تفصیل کے ساتھ آرہی ہے۔ جب محمد بن کثیر والی روایت جس میں آمین بالجہر ہے شاذ ہے تو یہ روایت جس سے ہم اخفاء آمین پر استدلال کرتے ہیں نہایت قوی ثابت ہوئی و للہ الحمد۔

اعتراض اوّل | حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری روایت میں جو صحیح بخاری میں ہے اس میں یہ بھی ہے۔ وَاِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا۔ (بخاری ص۱۰۸ ج۱) اور جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہا کرو

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام آمین بالجہر کرتا ہے اور اس کی آمین سن کر مقتدیوں کو حکم ہوا کہ تم بھی اس کی موافقت کرتے ہوئے آمین کہو۔

جواب اوّل | مالکیہ حضرات کے ہاں جو امام کی آمین کے سرے سے قائل ہی نہیں یہ جواب ہے کہ اَمَّنَ کا معنی ہے جب امام آمین کہنے کے مقام پر پہنچ جائے تو تم آمین کہہ دیا کرو جیسے اَشْاَمَ بمعنی ملک شام پہنچ گیا۔ اَعْرَقَ بمعنی ملک عراق پہنچ گیا اَنْجَدَ بمعنی ملک نجد پہنچ گیا اَحْرَمَ بمعنی حرم شریف کے مقام میں پہنچ گیا۔ بحوالہ (احکام الاحکام ص۲۱۶ ج۱ لابن دقیق العید المالکیؒ الشافعی)
معلوم ہوا کہ اس حدیث سے امام کا آمین کہنا بھی ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ آمین بالجہر ثابت ہو۔

جواب ثانی | جب یہ دونوں روایتیں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہیں تو ان میں تعارض بنا کر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ جمہور امت نے اس حدیث کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے۔ چند عبارات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ وَتَاَوَّلُوْا قَوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا قَالُوْا مَعْنَاہُ اِذَا اَرَادَ التَّاْمِیْنَ
(شرح المسلم للنوویؒ ص۱۷۶ ج۱)

اور جمہور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا سے یہ مراد لیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم بھی آمین کہا کرو۔

۲۔ وَاَمَّا رِوَایَتُہٗ اِذَا اَمَّنَ فَاَمِّنُوْا فَمَعْنَاھَا اِذَا اَرَادَ التَّاْمِیْنَ (ایضاً ص۱۷۶ ج۱)

۳۔ فَیُحْمَلُ الْاَوَّلُ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ اِذَا اَرَادَ التَّاْمِیْنَ فَاَمِّنُوْا لِیَجْمَعَ بَیْنَہُمَا
(شرح المہذب للنوویؒ ص۳۷۲ ج۳)

۴۔ وَجَمَعَ الْجُمْهُوْرُ بَیْنَ الرِّوَایَتَیْنِ بِاَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِہٖ اِذَا اَمَّنَ اَیْ اَرَادَ التَّاْمِیْنَ لِیَقَعَ تَاْمِیْنُ الْاِمَامِ وَالْمَاْمُوْمِ مَعًا الخ (نیل الاوطار ص۲۳۳ ج۲ للعلامۃ الشوکانی غیر مقلد)

علامہ ابن العیدؒ المتوفی ۷۰۲ھ (الامام الفقیہ، المجتہد، المحدث، الحافظ العلامہ شیخ الاسلام الخ تذکرۃ الحفاظ ص۲۶۲ ج۴) فرماتے ہیں۔

دَلَالَۃُ الْحَدِیْثِ عَلَی الْجَھْرِ بِالتَّاْمِیْنِ اَضْعَفُ مِنْ دَلَالَتِہٖ عَلٰی نَفْسِ التَّاْمِیْنِ قَلِیْلًا لِاَنَّہٗ قَدْ یَدُلُّ دَلِیْلٌ عَلٰی تَاْمِیْنِ الْاِمَامِ مِنْ غَیْرِ جَھْرٍ۔ (احکام الاحکام بحوالہ طرح التثریب فی شرح التقریب ص۲۶۸ ج۲ للامام العراقیین)	اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ والی حدیث کی دلالت جہر تامین پر انتہائی درجہ کی ضعیف ہے نفس آمین کے ثابت ہونے سے جو معمولی سی ہے اس لیے کہ کوئی نہ کوئی دلیل امام کے آمین کہنے پر دلالت کرتی ہے مگر بغیر جہر کے۔

علامہ ابوالحسن سندھیؒ المتوفی ۱۱۳۸ھ حدیث اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَالْاَقْرَبُ اَنَّ ھٰذَا اللَّفْظَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْاِخْفَاءِ بِآمِیْنَ وَاللَّفْظُ السَّابِقُ یَحْتَمِلُ الْاِخْفَاءَ وَالْجَھْرَ اِلَّا اَنَّہٗ اِلَی الْجَھْرِ اَمْیَلُ فَالتَّوْفِیْقُ بِحَمْلِھَا عَلَی الْاِخْفَاءِ اَقْرَبُ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔	اقرب بات یہ ہے کہ بے شک یہ لفظ اخفاء امین پر مبنی ہے اور لفظ سابق اخفاء وجہر دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ مگر جہر کی طرف زیادہ میلان رکھتا اور اس کو اخفاء پر حمل کر کے دونوں میں موافقت پیدا کرنا زیادہ مناسب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

قارئین کرام ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ کا معنی عند الجمہور جس کا علامہ شوکانیؒ غیر مقلد کو بھی اقرار ہے کہ امام جب ارادہ آمین کہنے کا کرے تو مقتدی آمین کہیں ارادہ امام کا پوشیدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ دل کا فعل ہے معلوم ہوا کہ امام آمین پوشیدہ طور پر کہتا ہے۔

لہٰذا غیر مقلدین حضرات کا یہ کہنا کہ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا کا معنی مقتدی امام کی آمین سن کر آمین کہے جیسے مولانا محمد جاکھی صاحبؒ نے اثبات آمین بالجہر کے ص۵ میں کہا ہے۔

محض تعصب وسینہ زوری ہے۔

اعتراض ثانی امام بخاریؒ نے یہ حدیث مقتدی کے آمین بالجہر کہنے کے باب میں ذکر کی ہے اور مقتدیوں کا آمین بالجہر کرنا فَقُوْلُوْا آمِیْنَ سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ مفتی عبدالستار صاحب دہلویؒ غیر مقلد فتح الباری کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"یعنی حدیث ہذا سے وجہ استدلال اور مناسبت بالباب یہ ہے کہ اس میں حکم ہے آمین کہنے کا۔ اور قول کے ساتھ جب مطلق خطاب کیا جائے تو محمول بر جہر ہی ہوتا ہے اور جب اسرار اور اخفار مراد ہو تو اس کو مقید کر دیا جاتا ہے کذا قال ابن المنیر عون المعبود ص ۳۵۲/۱

(فتوی آمین بالجہر ص ۴۲)

جواب امام بخاریؒ کے پاس امام اور مقتدی کی جہراً آمین کہنے کی کوئی صریح حدیث نہیں ہے اور بَابُ جَهْرِ الْمَأْمُوْمِ بِالتَّأْمِيْنِ۔ امام بخاریؒ کا اپنا قائم کیا ہوا عنوان ہے اگر صریح صحیح حدیث ہوتی تو وہ اس کا ذکر ضرور فرماتے۔ ع حادثہ ہے کہ گلستان میں کوئی پھول نہ تھا۔ اور قولوا کے لفظ سے جہر ثابت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَمَنْ وَافَقَ قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"۔	جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے پس تم اللّٰھم ربنا لک الحمد کہا کرو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

(بخاری ص ۱۰۹/۱ ومسلم ص ۱۷۶/۱ ونسائی ص ۱۶۲/۱)

۲۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ (الى ان قال) وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُوْلُوْا	بے شک امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے (الی) جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے

رَبَّنَالَکَ۔ الحدیث (بخاری ص۱۰۱ ج۱) تم ربنالک الحمد کہا کرو۔

۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت مرض میں گھر بیٹھ کر نماز پڑھائی پیچھے والے لوگ کھڑے تھے پس آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ جب نماز پڑھالی تو فرمایا۔

اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ (الی) وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ (بخاری ص۹۵ ج۱) بیشک امام اس لیے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتدار کی جائے (الی) اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنالک الحمد کہا کرو۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک حدیث میں آتا ہے۔ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ (صحیح بخاری ص۱۰۱ ج۱ و ص۱۰۹ ج۱ صحیح مسلم ص۱۷۷ ج۱)

۵۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ایک طویل حدیث آتی ہے جس میں یہ جملہ بھی ہے۔ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ فَقُوْلُوْا رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ۔ (صحیح مسلم ص۱۷۴ ج۱)

قارئین کرام یہاں بھی قُوْلُوْا کا صیغہ مطلق ہے یہاں بھی جہر رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ کا کیا جائے حالانکہ بالاتفاق اس کو پوشیدہ پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الحدیث (بخاری ص۱۱۵ ج۱) لیکن تم اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الخ پڑھا کرو یہاں بھی قُوْلُوْا مطلق ہے اَلتَّحِیَّاتُ کو جہر سے پڑھا جائے حالانکہ بالاتفاق تشہد پوشیدہ طور پر پڑھا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ و دلیل دونوں باطل ہیں بلکہ یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ قُوْلُوْا آمِیْنَ سے آمین خفیہ پڑھنے پر استدلال کیا جائے جیساکہ ان حدیثوں میں فَقُوْلُوْا رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ۔ وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الخ میں قُوْلُوْا پوشیدہ پڑھنے پر دال ہے۔

فائدہ | فرشتوں کی موافقت کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ فرشتے آمین پوشیدہ کہتے ہیں ہمیں بھی پوشیدہ کہنی چاہیئے۔

۲۔ اخلاص کے ساتھ کہتے ہیں جس میں ریا و سمعہ نہ ہو ہمیں بھی اسی طرح سے کرنا چاہیئے۔

۳۔ وقت کے لحاظ سے جب امام ولا الضالین ختم کرتا ہے وہ آمین کہہ دیتے ہیں ہمیں بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے کہہ دینی چاہیئے۔

الحمد للہ ان سب چیزوں میں احناف کی فرشتوں کے ساتھ موافقت ہے۔ جب کہ غیر مقلدین حضرات آمین بالجہر کرکے فرشتوں کی موافقت سے محروم ہو کر مغفرت ذنوب سے بھی محروم ہیں ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم — نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

دلیل ۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَةَ تَقُوْلُ آمِیْنَ وَاِنَّ الْاِمَامَ یَقُوْلُ آمِیْنَ فَمَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلٰٓئِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے پس تم آمین کہہ دیا کرو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی ——— اس کے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(سنن نسائی ص۱۴۷ ج۱ صحیح ابن خزیمہ ص۲۸۹ ج۱ طبع بیروت صحیح ابن حبان ص۲۲۰ ج۳ طبع مدینہ منورہ سنن دارمی ص۲۸۴ ج۱ مصنف عبدالرزاق ص۹۷ ج۲)

قارئین کرام اس صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام آمین پوشیدہ طور پر کہتا ہے۔ اس لیے مقتدیوں کو چاہیئے کہ جب امام ولا الضالین پر پہنچے تو وہ آمین کہہ دیا کریں چونکہ امام اور فرشتوں کی آمین پوشیدہ ہوتی ہے اس لیے اس کے بیان کی ضرورت ہوئی کہ وہ بھی کہتے ہیں تم بھی ان کی موافقت کرتے ہوئے کہا کرو۔

اگر امام آمین بالجہر کرتا جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا دعویٰ ہے۔ تو فَاِنَّ الْاِمَامَ یَقُوْلُ آمِیْنَ والا جملہ بے فائدہ ہوتا۔

اعتراض۔ امام نسائیؒ نے اس حدیث کو باب جہر الامام بآمین میں ذکر کیا ہے۔

جواب۔ امام نسائیؒ نے اس باب میں چہار حدیثیں ذکر کی ہیں جن کا باب کے عنوان کے ساتھ

کچھ بھی تعلق نہیں چنانچہ پہلی دو حدیثیں اِذَا اَمَّنَ الْقَارِیُ فَاَمِّنُوْا یہاں قاری سے مراد امام ہے۔

۱۔ اس لیے کہ دوسری روایت میں قاری کی بجائے امام کی تصریح موجود ہے جیساکہ خود امام نسائی نے آنے والی دو حدیثوں میں امام کا ذکر کیا۔

۲۔ جس طرح امام ایک ہوتا ہے مقتدی زیادہ ہوتے ہیں اسی طرح قاری مفرد کا صیغہ اور آمین کہنے کا حکم جمع (فَاَمِّنُوْا) کے صیغے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قاری سے مراد امام ہے۔ پس جو حکم حدیث اذا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا کا ہوگا اِذَا اَمَّنَ الْقَارِیُ فَاَمِّنُوْا کا بھی وہی حکم ہوگا۔

تیسری حدیث ہماری پیش کردہ ہے جس میں امام کا پوشیدہ آمین کہنا قوی ہے کیونکہ اس کو فرشتوں کے ساتھ ملاکر دونوں کا آمین کہنا بیان کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کی آمین پوشیدہ ہے اس لیے انکی آمین بیان کرنیکی ضرورت پڑی اگر دونوں جہر سے آمین کہتے تو بیان کرنیکی ضرورت ہرگز نہ ہوتی۔

چوتھی حدیث اس باب میں امام نسائیؒ نے اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا بیان فرمائی ہے جو جمہور کے ہاں ارادہ تامین امام پر محمول ہے جس سے امام کا آمین کہنا ہی ثابت نہیں چہ جائیکہ جہر آمین ثابت ہو۔ اسی لیے محشی علیہ الرحمۃ نے امام نسائیؒ کی تردید کرتے ہوئے صاف لکھ دیا ہے۔

اَحَادِیْثُ الْبَابِ لَا تَدُلُّ عَلٰی مَا تَرْجَمَ لَهٗ۔

اس باب کی حدیثیں امام نسائیؒ کے باب کے عنوان کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتیں اور نہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔

دلیل ۱۴ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ (مَرْفُوْعًا فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ) وَاِذَا قَرَءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ یُجِبْکُمُ اللّٰهُ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ لے پس تم آمین کہہ دیا کرو اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائے گا۔

(صحیح مسلم صـ۱۷۴ ج۱ وسنن نسائی صـ۱۶۲ ج۱)

قارئین کرام اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ امام چونکہ پوشیدہ طور پر آمین کہتا ہے اس لیے مقتدیوں کو اس کی آمین کی انتظار سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہو گا پس جب وہ سورۃ فاتحہ ختم کرے تو مقتدی آمین کہہ دیا کریں کیونکہ امام ولا الضالین کے بعد آمین پوشیدہ کر کے کہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو بار بار فرمانے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام آمین بالجہر نہیں کرتا۔

دلیل ۵۔ حضرت امام شعبہؒ کے طریق سے ہے۔ جو مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ اسی طرح سندیں بھی مختلف ہیں اور اس روایت پر چند نکتے اور فضول اعتراضات بھی کیے گئے ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہمیں علم ہو سکا اس کی ہر سند کو ہر کتاب سے علیحدہ علیحدہ نقل کر کے یکجا کر کے آپ کے علم میں لایا جائے تاکہ حقیقت حال سے آپ واقف ہو سکیں۔ ملاحظہ ہوں۔

پہلی حدیث۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ثنا شُعْبَۃُ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ کُھَیْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِی الْعَنْبَسِ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَۃَ یُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ اَوْ سَمِعَہٗ حُجْرٌ مِنْ وَائِلٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم فَلَمَّا قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ وَاَخْفٰی بِہٖ صَوْتَہٗ"

(مسند احمد صفحہ ۳۱۶ ج ۴)

حضرت امام احمدؒ کے فرزند حضرت عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد امام احمد بن حنبلؒ نے ان سے محمد بن جعفرؒ نے ان سے شعبہؒ نے بیان فرمایا سلمہ بن کہیلؒ سے انہوں نے حجر ابی العنبسؒ سے اور حجر ابو العنبسؒ نے کہا میں نے علقمہؒ سے سنا وہ بیان فرماتے تھے یا یہ کہ حجر ابو العنبسؒ نے خود بھی حضرت وائل بن حجرؓ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا آمین کہی اور آمین کی آواز پوشیدہ کر دیا۔

قارئین کرام یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

۱۔ عبد اللہؒ امام احمد بن حنبلؒ کے لڑکے ثقہ ہیں ثِقَۃٌ مِّنَ الثَّامِنَۃِ عَشَرَ (تقریب ابن حجرؒ)

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ مشہور امام ہیں ابو عبد اللہ اَحَدُ الْاَئِمَّۃِ ثِقَۃٌ حَافِظٌ فَقِیْہٌ حُجَّۃٌ۔ (تقریب صفحہ ۱۰)

۳- امام احمدؒ کے استاذ محمد بن جعفر ہیں جو غندر کے لقب سے مشہور ہیں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ غُنْدُرٌ اَحَدُ الْاَثْبَاتِ الْمُتْقِنِيْنَ وَلَاسِيَّمَا فِيْ شُعْبَةَ۔ (میزان الاعتدال ص ۳۶/۳)

مضبوط رواۃ حدیث میں سے ایک مضبوط راوی محمد بن جعفر غندرؒ بھی ہے خصوصاً امام شعبہؒ کی روایت میں۔

نیز لکھتے ہیں: امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں۔

"غُنْدُرٌ فِيْ شُعْبَةَ اَثْبَتُ مِنِّيْ"

غندرؒ امام شعبہؒ سے روایت کرنے میں مجھ سے زیادہ مضبوط ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔

اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ فَكِتَابُ غُنْدُرٍ حَكَمٌ بَيْنَهُمْ۔

"جب لوگ یعنی امام شعبہؒ کے شاگرد امام شعبہؒ سے حدیث بیان کرنے میں مختلف ہو جائیں تو امام غندرؒ کی کتاب جس میں امام شعبہؒ سے حدیثیں نقل کی گئی ہیں لوگوں کے درمیان حَکَم و فیصل ہوگی۔"

یعنی انکی اس روایت پر زیادہ اعتماد ہوگا۔

۴- امام شعبہؒ بھی بالاتفاق ثقہ ہیں (البتہ انکا ترجمہ ہم بعد میں تفصیلاً ذکر کریں گے۔

الحاصل اس حدیث کے سب راوی بالاتفاق ثقہ ہیں۔

دوسری حدیث | حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ ثنا اَبُوْ الْاَشْعَثِ ثنا يَزِيْدُ بْنُ زُرَيْعٍ ثنا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ عَنْ عَلْقَمَةَ ثنا وَائِلٌ اَوْ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَسَمِعْتُهُ

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے یحییٰ ابن محمد بن صاعدؒ نے ان سے ابوالاشعثؒ نے ان سے یزید بن زریعؒ نے ان سے امام شعبہؒ نے بیان فرمایا وہ روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیلؒ سے وہ حجر ابی العنبسؒ وہ علقمہؒ سے وہ کہتے ہم سے وائل بن حجرؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تو میں نے سنا

حِیْنَ قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ وَاَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ (سنن دار قطنی ص۱۲۷ ج۱)

جس وقت آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا آمین پوشیدہ طور پر کہی ۔

قارئین کرام اس حدیث کی سند کے سب راوی ثقہ ہیں ۔

۱ ۔ امام دار قطنیؒ کا استاد یحییٰ بن محمد صاعد المتوفی ۳۱۸ھ ثقہ ہے چنانچہ ابراہیم حربیؒ امام دارقطنیؒ و خطیب بغدادیؒ سب توثیق کرتے ہیں (دیکھئے تاریخ بغداد ص۲۳۲ ج۱۴)

۲ ۔ دوسرا راوی ابو الاشعثؒ جس کا نام احمد بن مقدام العجلیؒ البصری المتوفی ۲۵۳ھ ہے ثِقَةٌ ثَبَتٌ ۔ دیکھئے (تہذیب التہذیب ص۸۱ ج۱ تا ص۸۲)

۳ ۔ یزید بن زریعؒ بہت زیادہ ثقہ و مشہور امام ہیں (تقریب لابن حجرؒ وغیرہ)

۴ ۔ چوتھا راوی امام شعبہؒ ہیں جو بالاتفاق ثقہ ہیں ۔

الحاصل اس روایت کے بھی سب راوی بالاتفاق ثقہ ہیں اور ان دونوں روایتوں میں وَاَخْفٰی بِهَا صَوْتَهٗ کا جملہ موجود ہے ۔

تیسری حدیث حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوٗدَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ سَلَمَةُ بْنُ كُهَیْلٍ قَالَ سَمِعْتُ حُجْرًا اَبَا الْعَنْبَسِ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ یُحَدِّثُ عَنْ وَائِلٍ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنْ وَائِلٍ اَنَّهٗ صَلّٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا قَرَاَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ قَالَ آمِیْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ ۔

(مسند ابو داؤد طیالسی ص۱۳۸)

حضرت امام ابو داؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں ۔ ہمیں امام شعبہؒ نے بتایا کہ مجھے خبر دی ہے سلمۃ بن کہیلؒ نے کہ میں نے حجر ابو عنبسؒ سے انہوں نے کہا میں نے علقمہ بن وائلؒ سے سنا کہ انہوں نے اپنے باپ وائلؓ سے حدیث بیان کی اور حجر ابو عنبسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خود بھی حضرت وائلؓ بن حجر سے یہ حدیث سنی ہے کہ حضرت وائلؓ نے نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آمین پوشیدہ کہی ۔

قارئین کرام یہ حدیث بھی صحیح ہے اور یہاں امام شعبہؒ کے شاگرد مشہور محدث امام ابوداؤد سلیمان بن جارود طیالسیؒ المتوفی ۲۰۴ھ ہیں جو مسند ابوداؤد طیالسی کے مؤلف ہیں۔ علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: وَكَانَ حَافِظاً مُكْثِراً ثِقَةً ثَبْتاً (تاریخ بغداد ص۲۴ ج۹)۔
اور حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ص۱۸۳ ج۴ میں ان کا طویل ترجمہ نقل کیا ہے اور ان کی توثیق نقل کی ہے۔

چوتھی حدیث | اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ فَوْرَكَ اَنْبَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ ثنا يُوْنُسُ بْنُ حَبِيْبٍ ثنا اَبُوْدَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ ثنا شُعْبَةُ اَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ حُجْرًا اَبَا الْعَنْبَسِ قَالَ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ وَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْ وَائِلٍ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا قَرَاَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ (بیہقی ص۵۷ ج۲)
یہ حدیث بھی صحیح ہے یہ سند امام بیہقیؒ نے امام ابوداؤد طیالسیؒ کے طریق سے نقل کی ہے اور اس حدیث کا ترجمہ بعینہٖ اس سے قبل والی حدیث کی طرح ہے۔

پانچویں حدیث | رواہ ابومسلم الکجیؒ فِي سُنَنِهٖ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ ثنا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلٍ قَالَ وَقَدْ سَمِعَهٗ حُجْرٌ مِنْ وَائِلٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔ (تلخیص الحبیر لابن حجرؒ ذیل شرح المہذب ص۲۴۹ ج۳)

امام ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ الکجیؒ المتوفی ۲۹۲ھ جو ثقہ اور صدوق ہیں تاریخ بغداد ص۱۲۳ ج۶) فرماتے ہیں ہم کو عمرو بن مرزوقؒ نے بتایا ان کو امام شعبہؒ نے حدیث بیان کی سلمہ بن کہیلؒ سے انہوں نے حجر بن عنبسؒ سے انہوں نے علقمہؒ سے انہوں نے حضرت وائلؓ بن حجر سے اور بے شک حجر بن عنبسؒ نے یہ حدیث خود بھی حضرت وائلؓ سے سنی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور آمین پوشیدہ کر کے کہی۔

چھٹی حدیث | اَخْبَرَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ

امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر بن اسحٰق

اسحٰقَ الفَقِيهُ وَابُوعَبدِاللّٰهِ الصَّفَارُ الزَّاهِدُ وَعَلِيُّ بنُ حَمشَاذِ العَدلُ قَالُوا حَدَّثَنَا اِسمٰعِيلُ بنُ اِسحٰقَ القَاضِى ثَنَا سُلَيمَانُ بنُ حَربٍ وَابُوالوَلِيدِ قَالَا ثَنَا شُعبَةُ عَن سَلَمَةَ بنِ كُهَيلٍ قَالَ سَمِعتُ حُجرًا اَبَا العَنبَسِ يُحَدِّثُ عَن عَلقَمَةَ بنِ وَائِلٍ عَن اَبِيهِ اَنَّهُ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم حِينَ قَالَ غَيرِالمَغضُوبِ عَلَيهِم وَلَا الضَّالِّينَ قَالَ آمِين يَخفِضُ بِهَا صَوتَهُ (مستدرک صفحہ ۲۳۲ ج ۲) هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرطِ الشَّيخَينِ وَلَم يُخرِجَاهُ (قَالَهُ الحَاكِمُ وَالذَّهَبِيُّ)

فقیہ ؒ نے اور ابو عبداللہ الصفار الزاہد اور علی بن حمشاذ العدل ؒ نے خبر دیتے ہوئے کہا کہ ہم کو اسمٰعیل بن اسحٰق القاضی ؒ نے بتایا اسمٰعیل ؒ نے کہا ہم کو سلیمان بن حرب ؒ اور ابوالولید ؒ نے بتایا ان دونوں نے کہا کہ ہم کو امام شعبہ ؒ نے بتایا سلمۃ بن کہیل ؒ سے انہوں نے کہا کہ میں نے حجر ابوالعنبس ؒ سے سنا وہ علقمہ ؒ بن وائل سے وہ اپنے باپ وائل ؓ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہا تو آمین پوشیدہ آواز میں کہی امام حاکم ؒ وعلامہ ذہبی ؒ دونوں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری ؒ امام مسلم ؒ کی شرط پر صحیح ہے۔

ناظرین کرام یہ چھ روایتیں سب کی سب صحیح ہیں اور ان کے رجال و راوی سب ثقہ ہیں اور امام شعبہ ؒ ہی کے طریق سے روایت کرتے ہیں۔ اور امام شعبہ ؒ کے طریق سے اس مروی روایت کی جس طرح امام حاکم ؒ وعلامہ ذہبی ؒ تصحیح کرتے ہیں اسی طرح امام محمد بن جریر طبری ؒ بھی تصحیح کرتے ہیں (بحوالہ الجوہر النقی صفحہ ۵۸ ج ۲ و نزل الابرار نواب صاحب ؒ غیر مقلد صفحہ ۸۲)

اور عمل بھی اخفاء آمین کی حدیثوں پر کرتے ہیں اور اکثر صحابہ کرام ؓ کا مسلک بھی قرار دیتے ہیں اور بعض حضرات صحابہ کرام ؓ سے اخفاء آمین کی روایتیں بھی کرتے ہیں فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحسَنَ الجَزَاءِ

اور علامہ قاضی عیاض مالکی ؒ المتوفی ۵۴۴ھ (القاضی العلامہ عالم المغرب ابو الفضل الیحصبی السبتی۔ الحافظ تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۹۶ ج ۴ وَقَالَ ابنُ خَلكَانَ اِمَامُ الحَدِيثِ فِي وَقتِهِ وَاَعرَفُ النَّاسِ بِعُلُومِهِ وَبِالنَّحوِ وَاللُّغَةِ وَكَلَامِ العَرَبِ وَاَيَّامِهِم وَاَنسَابِهِم (تذکرۃ صفحہ ۹۷ ج ۴)

فرماتے ہیں کہ امام شعبہؒ کی حدیث جس میں اخفاء آمین کا بیان ہے اور سفیان ثوریؒ کی حدیث جس میں آمین بالمد کا ذکر ہے دونوں حدیثیں صحیح ہیں۔ بحوالہ (العرف الشذی مع الترمذی ص ۶۴ ج ۱)

امام شعبہؒ سے مروی شدہ روایت پر چند باطل و غلط اعتراضات

اعتراض اوّل علامہ ابن قطان فاسیؒ فرماتے ہیں کہ حجر بن عنبس مستور و مجہول ہے۔

جواب امام ابن قطانؒ کا یہ اعتراض دراصل حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت پر ہے۔ دیکھئے (نیل الاوطار ص ۲۲۴ ج ۲) لیکن چونکہ یہ اعتراض ہم پر دو طرح سے وارد ہو سکتا ہے۔

اوّل: یہ کہ دونوں روایتوں کا دارو مدار حجر بن عنبس پر ہے جو کہ ابو العنبس بھی ہے۔

ثانی: حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت بھی دراصل ہمارا مستدل ہے کیونکہ اس میں آمین بالمد ہے نہ کہ جہر آمین جیسا کہ اس کی تحقیق پورے بسط کے ساتھ عنقریب آ رہی ہے انشاء اللہ تعالےٰ۔

اس لیے اس کا جواب دینا ہمارے لیے ضروری ہے۔

حجر بن عنبس ابو العنبس بعض کے نزدیک صحابیؓ ہیں ذَكَرَهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الصَّحَابَةِ وَابْنُ حِبَّانَ فِي ثِقَاتِ التَّابِعِيْنَ الخ (الاصابة ص ۳۱۵ ج ۱) امام طبرانیؒ صحابی مانتے ہیں اور ابن حبانؒ ثقات تابعین میں ذکر کرتے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

شَهِدَ الْجَمَلَ وَصِفِّيْنَ رَوٰى عَنْهُ مُوْسَى بْنُ قَيْسٍ الْحَضْرَمِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ كُهَيْلٍ (تجرید اسماء صحابہ ص ۱۳۲ ج ۱)	جنگ جمل اور صفین میں (حضرت علیؓ کے طرفداران میں) شریک ہوا ہے اس سے موسیٰ بن قیس الحضرمیؒ وسلمہ بن کھیلؒ نے روایت بیان کی ہے۔

امام یحییٰ بن معینؒ و خطیب بغدادیؒ و امام دارقطنیؒ وغیرہم سب توثیق کرتے ہیں۔ دیکھئے (تہذیب التہذیب ص ۲۱۴ ج ۲ تاریخ بغداد ص ۲۷۴ ج ۸ نیل الاوطار ص ۲۲۴ ج ۲ وتحفۃ الاحوذی ص ۲۰۹ ج ۱)

اعتراض ثانی امام ترمذیؒ امام بخاریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ شعبہؒ نے حجر ابی العنبس کہا حالانکہ صحیح حجر بن عنبس ہے اور اس کی کنیت ابو العنبس نہیں بلکہ ابو السکن ہے۔ مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں پہلی خطا یہ کہ شعبہؒ نے حجر کو عنبس کا باپ کہا ہے حالانکہ یہ اس کی لغزش ہے حجر تو عنبس کا بیٹا ہے اور اس کی کنیت ابو السکن ہے۔ بلفظہٖ (فتوی آمین بالجہر ص ۹۲)

جواب: امام بخاریؒ کا امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہؒ کا تخطیہ کرنا اور اعتراض کرنا (جب کہ صحیح بخاری امام شعبہؒ کی احادیث سے بھری پڑی ہے) بالکل غلط و تاریخ کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہے۔

(۱) امام سفیان ثوریؒ بھی حضرت امام شعبہؒ کی تائید کرتے ہیں چنانچہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ انا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ الْحَضْرَمِيِّ الخ" (سنن ابی داؤد ص۱۳۵ ج۱)

(۲) امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِيْ دَاوٗدَ السِّجِسْتَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيْدِ الْكِنْدِيُّ ثنا وَكِيْعٌ وَالْمُحَارِبِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ اَبِي الْعَنْبَسِ وَهُوَ ابْنُ عَنْبَسٍ" (سنن دارقطنی ص۱۲۷ ج۱)

(۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ حُجْرٌ اَبُو الْعَنْبَسِ فَكَذٰلِكَ ذَكَرَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ عَنِ الثَّوْرِيِّ (سنن الکبریٰ بیہقی ص۵۷ ج۲)

ان تینوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ امام شعبہؒ اس بات کے نقل کرنے میں اکیلے نہیں بلکہ امام سفیان ثوریؒ کی تائید بھی ان کے ساتھ ہے۔ سنن ابی داؤد میں امام بخاری کے استاذ محمد بن کثیرؒ اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے حجر ابوالعنبس نقل کرتے ہیں اور سنن دارقطنی میں امام وکیع اور امام محاربی جو دونوں بلند پایہ ثقہ راوی ہیں اپنے استاذ امام سفیان ثوریؒ سے حجر ابوالعنبس وہ ابن عنبس نقل کرتے ہیں۔ امام بیہقیؒ اس اعتراض کے رد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اما قوله حجر ابوالعنبس مگر قول شعبہؒ کا حجر ابوالعنبس (غلط نہیں بلکہ صحیح ہے) پس اسی طرح محمد بن کثیرؒ نے نقل کیا ہے امام سفیان ثوریؒ سے۔

(۴) امام ابن حبانؒ المتوفی ۳۵۴ھ فرماتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ اَبُو الْعَنْبَسِ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ۔ (تہذیب التہذیب ص۲۱۵ ج۲)

کہ حجر عنبس کا بیٹا ہے اور عنبس کا باپ بھی ہے (یعنی دادے اور پوتے کا ایک نام ہے) اور یہ راوی کوفہ کا ہے۔

(۵) علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ الْحَضْرَمِيُّ اَبُوْ الْعَنْبَسِ وَيُقَالُ اَبُوْ السَّكَنِ الْكُوْفِيُّ

(تہذیب التہذیب ص۲۱۴/۲)

کہ حجر بن عنبس کی کنیت ابوالعنبس ہے اور ابوالسکن کنیت بھی کہی جاتی ہے۔

(۶) علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ اَبُوْ الْعَنْبَسِ الْكُوْفِيُّ وَيُقَالُ ابوالسَّكَنِ الْحَضْرَمِيُّ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ غَيْرَ اَنَّهُ لَمْ يَلْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم الخ

(تاریخ بغداد ص۲۷۴/۸)

حجر بن عنبس کوفی ہے جس کی کنیت ابوالعنبس ہے اور ابوالسکن بھی ان کو کہا جاتا ہے جاہلیت کا زمانہ انہوں نے پایا ہے مگر قسمت کی بات کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کرسکے۔

(۷) امام عبدالرحمن بن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ اَبُوْ السَّكَنِ وَيُقَالُ اَبُوْ الْعَنْبَسِ رَوٰى عَنْ عَلِيٍّؓ الخ

(کتاب الجرح والتعدیل قسم دوم ص۲۶۶/۱)

(۸) علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ وَقِيْلَ ابْنُ قَيْسٍ اَبُوْ الْعَنْبَسِ وَقِيْلَ اَبُوْ السَّكَنِ الْكُوْفِيُّ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ (تجرید اسماء صحابہ ص۱۳۲/۱ طبع حیدرآباد دکن)

(۹) حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ المتوفی ۴۶۳ھ فرماتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ الْكُوْفِيُّ اَبُوْ الْعَنْبَسِ وَقِيْلَ يُكَنّٰى اَبَا السَّكَنِ اَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ الخ

(استیعاب ص۱۳۵/۱ حرف الحاء)

(۱۰) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ الْعَنْبَسِ وَيُقَالُ لَهٗ ابْنُ قَيْسٍ يُكَنّٰى اَبَا السَّكَنِ وَيُقَالُ اَبُوْ الْعَنْبَسِ الْحَضْرَمِيُّ الْكُوْفِيُّ ذَكَرَهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الصَّحَابَةِ وَابْنُ حِبَّانَ فِي ثِقَاتِ التَّابِعِيْنَ الخ

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ص۵۹/۲ طبع مصر)

(۱۱) امام ابن قطان فاسیؒ فرماتے ہیں۔

وَلَا اَدْرِیْ لِمَ لَمْ یُصَوِّبَا قَوْلَهُمَا جَمِیْعًا حَتّٰی یَکُوْنَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ اَبَا الْعَنْبَسِ۔ (بحوالہ نصب الرایہ ص۳۶۹ ج۱)

میں نہیں جانتا کہ امام بخاریؒ و ابوزرعہؒ نے ان دونوں باتوں کو درست کیوں قرار نہیں دیا یہاں تک کہ حجر بن عنبس وہی ابوالعنبس بھی ہوتا۔

یعنی امام بخاریؒ و ابوزرعہ کا اعتراض بالکل درست نہیں معلوم نہیں کہ ایسی بات انہوں نے کیسے فرما دی۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

جَزَمَ ابْنُ حِبَّانَ فِی الثِّقَاتِ اَنَّ کُنْیَتَهٗ کَاسْمِ اَبِیْهِ وَلٰکِنْ قَالَ الْبُخَارِیُّ اَنَّ کُنْیَتَهٗ اَبُو السَّکَنِ وَلَا مَانِعَ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ کُنْیَتَانِ۔ (تلخیص الحبیر ص۲۳۸ ج۱ ذیل شرح مہذب)

امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب ثقات میں یقین کے ساتھ کہا ہے کہ حجر بن عنبس کی کنیت باپ کے نام کی طرح ہے لیکن امام بخاریؒ نے کہا کہ اس کی کنیت ابوالسکن ہے حالانکہ کوئی رکاوٹ نہیں کہ اس کی دو کنیتیں ہوں (یعنی امام بخاریؒ کی یہ بات درست نہیں)

غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں کا اقرار: غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ امام شعبہؒ اس نقل میں صحیح ہیں اور امام بخاریؒ کا خیال صحیح نہیں۔

(۱) علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں۔

وَلَا مَانِعَ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ کُنْیَتَانِ۔ (نیل الاوطار ص۲۲۵ ج۲)

اور کوئی رکاوٹ و ممانعت نہیں کہ حجر بن عنبس کی دو کنیتیں ہوں (یعنی ابوالعنبس و ابوالسکن)

(۲) علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد ابن حبان کا قول نقل کر کے تردید نہیں کرتے بلکہ اس کو اپنی تائید سے مزین کرتے ہیں دیکھو (تعلیق المغنی ص۱۲۷ ج۱)

(۳) علامہ احمد محمد شاکرؒ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا تَکْنِیَتُهٗ بِاَبِی الْعَنْبَسِ فَیُحْتَمَلُ اَنْ لَّا یَکُوْنَ خَطَأً اَیْضًا وَاَنْ یَّکُوْنَ لِحُجْرٍ کُنْیَتَانِ۔ (شرح ترمذی ص۹۱ ج۲)

بہر حال کنیت حجر بن عنبس کی ابوالعنبس ہونا پس یہ احتمال رکھتا ہے کہ یہ خطا نہ ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کی دو کنیتیں ہوں (یعنی ابوالعنبس بھی ہو اور ابوالسکن بھی)

نیز یہی علامہ احمد محمد شاکرؒ لکھتے ہیں۔

حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ وَحُجْرٌ يُكْنَى أَبَا الْعَنْبَسِ الخ — کہ حجر بن عنبس کی کنیت ابوالعنبس بھی ہو۔

(حاشیہ محلی ابن حزم ص۲۶۳ ج۳)

حافظ عنایت اللہ اثری غیر مقلد گجراتی منکر معجزات حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت سنن دارقطنی ص۱۲۷ ج۱ والی جس میں عَنْ حُجْرٍ أَبِي الْعَنْبَسِ وَهُوَ ابْنُ عَنْبَسٍ آتا ہے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فَلِذٰلِكَ لَمْ أَلْتَفِتْ إِلَى الْمَبَاحِثِ الْإِسْنَادِيَّةِ (عمدة البراهين ص۱۰۱) — بس اس لیے (کہ امام شعبہؒ کی بات صحیح ہے) میں نے اسنادی بحثوں کی طرف توجہ نہیں کی۔

قارئین کرام ان دلائل سے ثابت ہوا کہ امام شعبہؒ ابوالعنبس نقل کرنے میں سولہ آنے حق بجانب ہیں اور امام بخاریؒ کو اس کے خلاف کہنے میں سہو ہوا ہے۔ مفتی عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد کا امام شعبہؒ پر اعتراض کرنا یا تو کتب حدیث سے ناواقفیت کی بنا پر ہے یا تعصب وتشدد کی بنا پر ہے جو بھی صورت ہو اس کے غلط ہونے میں کچھ شک نہیں اور امام شعبہؒ کے قول کے صحیح ہونے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں جب کہ خود غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں نے بھی امام شعبہؒ کی تصویب کی ہے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مایہ ناز غیر مقلد محدث کی ایک نرالی ستم ظریفی

غیر مقلدین حضرات کے ایک مایہ ناز محدث جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ فرماتے ہیں۔

قُلْنَا لَمْ يَثْبُتْ مِنْ كُتُبِ الرِّجَالِ وَالتَّرَاجِمِ أَنَّ كُنْيَةَ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ أَبُو الْعَنْبَسِ الخ وَأَنَّ لَهُ كُنْيَتَانِ وَلَمْ يُصَرِّحْ بِهِ أَحَدٌ مِنْ أَئِمَّةِ الْفَنِّ غَيْرُ ابْنِ حِبَّانَ مَعَ أَنَّهُ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ مَبْنَى قَوْلِهِ هُوَ رِوَايَةُ شُعْبَةَ فَالظَّاهِرُ أَنَّهُ خَطَأُ شُعْبَةَ الخ (تحفة الاحوذی ص۲۱۰ ج۱)

ہم (غیر مقلدین) کہتے ہیں کہ کتب اسماء رجال اور تراجم سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ حجر بن عنبس کی کنیت ابوالعنبس بھی ہے اور یہ کہ اس کی دو کنیتیں ہیں۔ فن اسماء الرجال کے اماموں میں سے کسی ایک نے بھی اس کی تصریح نہیں کی سوا ابن حبانؒ کے۔ اور ہو سکتا ہے ابن حبان کے اس قول کی بنیاد شعبہؒ کی روایت ہو پس ظاہر ہے کہ یہ شعبہ کی خطا ہے۔

قارئین کرام کتنے تعجب وحیرت کی بات ہے کہ معتبر کتب اسماء الرجال و کتب حدیث سے یہ ابوالعنبس کنیت ثابت ہو چکی ہے مگر مبارکپوری کو کچھ بھی پتہ نہیں۔ ؎

جوش جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسد   صحرا ہماری آنکھ میں ایک مشت خاک ہے

مبارکپوری صاحبؒ کی بہت سی باتیں ایسی ہیں جس میں انہوں نے مسلمات کا انکار کیا ہے۔

مثلاً۔ (۱) تحقیق الکلام جلد دوم میں لکھتے ہیں "مجھے کتب اسماء الرجال میں ابومعاویہؒ کا پتہ نہیں چل سکا نامعلوم وہ کون اور کیسا تھا" (بحوالہ احسن الکلام ص۲۵۲ ج۱ طبع دوم)

حالانکہ ابومعاویہؒ کا نام محمد بن خازم الضریرؒ ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے سب کتابوں میں اس کا ترجمہ موجود ہے۔ پھر حیرت و لطف کی بات یہ ہے کہ خود مبارکپوری صاحبؒ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۲۶) میں ان کا ترجمہ یوں بیان فرماتے ہیں، ابومعاویۃ الضریر اسمہ، محمد بن حازم ج۲ ص۴)

(۲) سنن ترمذی ص۔ بَابُ مَاجَاءَ فِیْ وَقْتِ الْاَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ میں حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا۔ الحدیث۔

اس حدیث کے بارے میں امام زیلعیؒ حنفی نصب الرایہ ص۲۴۴ ج۱ میں اور حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر ص۶۹ میں امام ترمذیؒ سے نقل کرتے ہیں۔

مَا اَرٰی اِسْنَادَهٗ بِمُتَّصِلٍ ۔ میں اس کی سند متصل نہیں سمجھتا۔

مگر مبارکپوریؒ صاحب تحفۃ الاحوذی ص۱۵۵ ج۱ میں لکھتے ہیں "مجھے ترمذی کے کسی نسخہ میں یہ جملہ نہیں ملا۔ حالانکہ سنن ترمذی کتاب الجنائز ص۱۲۷ ج۱ میں اس حدیث کے بعد یہ جملہ موجود ہے پھر مزے کی بات یہ ہے کہ تحفۃ الاحوذی جو کہ حامل متن ہے اس کے ص۱۴۵ ج۲ میں یہ جملہ موجود ہے۔

(۳) ابراہیم نخعیؒ کی ملاقات علقمہ بن قیسؒ سے ثابت نہیں ہے ابکار المنن ص۱۶۹ بحوالہ احسن الکلام ص۲۲۱ ج۱

حالانکہ تہذیب التہذیب ص۲۷۶ ج۷ و تذکرۃ الحفاظ ص۶۹ ج۱ میں علقمہ سے ان کا سماع اور ملاقات ثابت ہے۔

فائدہ: حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

وَتَصَحَّفَ اِسْمُ اَبِیْهِ عَلٰی بْنُ حَزْمٍ فَقَالَ فِیْهِ حُجْرُ بْنُ قَیْسٍ وَهُوَ	علی بن حزم ظاہریؒ نے حجر بن عنبسؓ کے باپ کے نام میں غلطی کر کے حجر بن قیس بنا کر کہا ہے کہ یہ راوی مجہول

مَجْهُوْلٌ وَهٰذَا غَيْرُ مَقْبُوْلٍ مِنْهُ — اور علی بن حزم کی یہ بات قابل قبول نہیں۔
(تلخیص الحبیر ص۲۲۸ ج۳ ذیل شرح مہذب)

اعتراض ثالث | حضرت سفیان ثوریؒ یہ روایت حجر بن عنبس عن وائل بن حجر نقل کرتے ہیں۔ اور حضرت امام شعبہؒ حجر ابی العنبس علقمہ بن وائل عن وائل روایت کرتے ہیں یعنی امام شعبہؒ علقمہ کا واسطہ درمیان میں ذکر کرتے ہیں جو کہ غلط ہے چنانچہ مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"بہر حال اس سند میں علقمہ کا ذکر غلط وخطا ہے۔

قَدْ نَصَّ الْإِمَامُ الْبُخَارِيُّ عَلٰى اَنَّ شُعْبَةَ اَخْطَأَ فِيْ هٰذِهِ الزِّيَادَةِ (فتوی امین بالجہر ص۱۴)

جواب اول | یہ غلطی نہیں بلکہ امام شعبہؒ کا کمال ہے کہ انہوں نے بتا دیا کہ حجر بن عنبس نے جس طرح حضرت وائلؓ سے خود سنا ہے اس طرح حضرت علقمہؒ کے واسطہ سے بھی حضرت وائلؓ سے سنا ہے چنانچہ اس کی مثال صحیحین میں بھی ملتی ہے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث کی سند یوں ہے۔ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سَعِيْدٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ (بخاری ص۲۹ ج۱) جب کہ صحیح مسلم میں اس کی سند اس طرح ہے ۔ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ سعيد عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ (مسلم ص۲۶۸ ج۲) اس میں ابیہ کی زیادۃ ہے اور دونوں سندیں صحیح ہیں اسی طرح ایک اور حدیث کی سند یوں ہے۔

عن عمر بن مسلم عن سعید بن المسیب الخ دوسری سند اسی حدیث شریف کی اس طرح ہے۔ عن عمر بن مسلم بن عمارہ عن ابن اکیمۃ اللیثی قال سمعت سعید بن المسیب (مسلم ص۱۶۰ ج۲) اسی طرح امام شعبہؒ وسفیان ثوریؒ دونوں کی سندیں صحیح ہیں اور اعتراض بالکل غلط ہے۔ جب کہ ابو العنبسؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت وائلؓ سے خود بھی سنی اور علقمہؒ کے واسطے سے بھی سنی ہے دیکھئے (مسند ابوداؤد طیالسی ص۱۳۸ سنن بیہقی ص۵۷ ج۲)

اسی طرح سنن ابو مسلم الکجی ومسند احمد میں موجود ہے کہ حضرت حجر بن عنبسؒ نے خود یہ حدیث حضرت وائل بن حجرؓ سے بھی سنی ہے۔

(۱) امام بیہقیؒ اس اعتراض کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُهٗ عَنْ عَلْقَمَةَ فَقَدْ بَيَّنَ — بہر حال امام شعبہؒ کا عن علقمہ بڑھانا صحیح ہے۔

فِي رِوَايَتِهِ اَنَّ حُجْرًا سَمِعَهُ مِنْ عَلْقَمَةَ وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْ وَائِلٍ نَفْسِهٖ۔ (سنن بیہقی ص۵۷ ج۲)

پس تحقیق امام شعبہؒ نے اپنی روایت میں واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ یہ حدیث حجر بن عنبس نے علقمہؒ کے واسطے سے سنی ہے اور خود بھی حضرت وائلؓ سے سنی ہے۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں اس اعتراض کا خوب رد کیا ہے مفصل عبارت عنقریب پیش ہوگی۔

(۳) قاضی شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار ص۲۲۵ ج۲ میں بھی اس اعتراض کا خوب رد کیا ہے۔ ان کی عبارت بھی عنقریب ذکر ہو جائے گی۔

(۴) علامہ احمد محمد شاکرؒ غیر مقلد فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا زِيَادَةُ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ فِي الْاِسْنَادِ فَلَيْسَتْ خَطَأً اِلخ بَلْ هِيَ صَوَابٌ لِاَنَّ حُجْرًا سَمِعَ الْحَدِيْثَ مِنْ عَلْقَمَةَ وَمِنْ اَبِيْهِ مَعًا فَقَدْ رَوَاهُ الطَّيَالِسِيُّ فِي مُسْنَدِهٖ۔ (شرح ترمذی ص۲۹ ج۲)

مگر زیادۃ علقمہ بن وائلؒ کی سند میں پس یہ بھی غلط نہیں بلکہ امام شعبہؒ نے اچھا کیا ہے اس لیے کہ حجر بن عنبسؒ نے یہ حدیث علقمہؒ اور اس کے باپ حضرت وائلؓ دونوں سے سنی ہے پس بیشک روایت کیا اس کو امام ابوداؤد طیالسیؒ نے حدیث ۱۰۲۴ میں

اَفْضَلُ الشَّهَادَاتِ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

جواب ثانی حضرت سفیان ثوریؒ کی حدیث میں آمین بالمد کا بیان ہے یہ حدیث الگ ہے اور حضرت شعبہؒ کی روایت میں اخفاء آمین کا ذکر ہے یہ حدیث علیحدہ ہے ان دونوں حدیثوں میں خواہ مخواہ تعارض ظاہر کرنا صحیح نہیں جس کا بیان تحقیق کے ساتھ آ رہا ہے۔

اعتراض رابع حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں کہ علقمہؒ بن وائل کا اپنے باپ حضرت وائلؓ سے سماع نہیں ہے۔

جواب اوّل حجر بن عنبسؒ نے یہ روایت حضرت وائلؓ سے خود بھی سنی ہے۔ لہٰذا علقمہؒ بن وائل کا عدم سماع صحت حدیث میں مانع نہیں۔

جواب ثانی علقمہؒ بن وائل نے اپنے باپ سے سنا ہے۔

علقمہؒ کے حضرت وائلؓ سے سماع کے دلائل (۱) خود امام بخاریؒ روایت نقل کرتے ہیں

عَنْ قَيْسِ بْنِ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيِّ حَدَّثَنِيْ عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ الخ

(جزء رفع یدین ص۵)

(۲) عَنْ قَيْسِ بْنِ سُلَيْمٍ الْعَنْبَرِيِّ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ قَالَ صَلَّيْتُ الخ (سنن نسائی ص۱۶۱ ج۱)

(۳) اَنَّ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ (صحیح مسلم ص۱۵۱ ج۲ وسنن نسائی ص۲۳۸ ج۲)

(۴) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

"عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ سَمِعَ مِنْ اَبِيْهِ وَهُوَ اَكْبَرُ مِنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ بْنِ وَائِلٍ وَعَبْدُ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ (سنن ترمذی ص۱۷۵ ج۱)

علقمہؒ نے اپنے باپ حضرت وائلؓ بن حجر سے سُنا ہے اور وہ اپنے بھائی عبد الجبارؒ بن وائل سے بڑا ہے اور عبد الجبار نے اپنے حضرت وائلؓ سے نہیں سُنا۔

(۵)۔ عَلْقَمَةُ بْنُ وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنِيْ وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ۔ (سنن ابی داؤد ص۲۶۴ ج۲ اوائل کتاب الدیات)

(۶)۔ حافظ ابن حجرؒ خود بلوغ المرام میں نماز میں سلام پھیرنے کی حدیث نمبر۵ کے تحت لکھتے ہیں کہ علقمہ بن وائل عن وائلؓ کی یہ حدیث رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ بِاِسْنَادٍ صَحِيْحٍ۔

(۷) علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد اسی حدیث بلوغ المرام والی کے تحت لکھتے ہیں۔

وَقَدْ صَحَّ سَمَاعُ عَلْقَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ فَالْحَدِيْثُ سَالِمٌ عَنِ الْاِنْقِطَاعِ فَتَصْحِيْحُهُ هٰهُنَا هُوَ الْاَوْلٰى (سبل السلام ص۱۳۲ ج۱ طبع ہند)

اور تحقیق علقمہؒ کا سماع اپنے باپ سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے پس حدیث انقطاع سے محفوظ ہے پس حافظ ابن حجرؒ کا اس مقام میں اس حدیث کی تصحیح کرنا زیادہ مناسب ہے۔

(۸) مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ غیر مقلد لکھتے ہیں کہ علقمہؒ بن وائل نے اپنے باپ سے سنا ہے اور عبد الجبارؒ نے نہیں سنا۔ (تحفۃ الاحوذی ص۲۴۴ ج۲ وص۳۲۵ ج۲)

(۹) حافظ عبد اللہ صاحب روپڑیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"نصب الرایہ ص۳۷ پر جو لکھا ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے نہیں سُنا وہ اپنے باپ

کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے یہ نقل کرنے والوں کی غلطی ہے اور یہیں سے حافظ ابن حجر کو بھی غلطی لگی ہے وہ بھی تقریب میں لکھتے ہیں کہ علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سُنا۔ حالانکہ وہ عبدالجبار ہے اور وہی اپنے باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے چنانچہ ابھی گذرا ترمذی باب المرأۃ استکرھت علی الزنا میں تصریح کی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور عبدالجبار نے اپنے باپ سے نہیں سُنا اور مسلم باب منع سب الدہر میں علقمہ کی حدیث جو اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے لائے ہیں اور مسلم منقطع حدیث نہیں لا سکتے کیونکہ وہ ضعیف ہوتی ہے اور ابو داؤد باب فی مَنْ حلف لیقتطع بہا مالاً میں اس کی حدیث اس کے باپ سے لائے ہیں اور اس پر سکوت کیا ہے حالانکہ ان کی عادت ہے کہ وہ انقطاع وغیرہ بیان کرتے ہیں بہرصورت علقمہؒ کے سماع میں شبہ نہیں یہی وجہ ہے کہ خلاصہ تذہیب الکمال میں تقریب کی یہ عبارت کہ اس نے اپنے باپ سے نہیں سُنا۔ ذکر نہیں کی الخ (رفع یدین اور آمین ص۲۶ تا ص۲۷)

(۱۰) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

"علقمۃ بن وائل بن حجر الحضرمی الکوفی الکندی عن ابیہ و المغیرۃ وعنہ اخوہ عبد الجبار" (لسان المیزان ص۴۹۱ ج۷) یہاں حافظؒ نے ارسل ابیہ نہیں کہا صاف معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحبؒ نے اپنے غلط قول سے رجوع کر لیا ہے۔ نیز حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "امام نوویؒ کا یہ نقل کرنا کہ عبدالجبارؒ باپ کی وفات کے چھ ماہ بعد پیدا ہوا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح مسلم کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے وقت چھوٹا بچہ تھا۔ (تلخیص الحبیر باب الاذان)

قارئین کرام مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد کا فتویٰ آمین بالجہر کے ص۶۵ پر علامہ عینی رحمہ پر ناجائز حملہ کرنا اور امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہؒ پر اعتراض کرنا بالکل تعصب و تعسف ہے خود ان کے بزرگوں نے ان سب اعتراضات کا جواب دیا ہے اور امام شعبہؒ کی تصویب کی ہے ؎

کیا ہی خوب کہ غیر پردہ کھولے جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے

اعتراض خامس | حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

جَزَمَ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ اَنَّ كُنْيَتَهُ كَاسْمِ اَبِيْهِ وَلٰكِنْ قَالَ الْبُخَارِيُّ اِنَّ كُنْيَتَهُ اَبُو السَّكَنِ وَلَا مَانِعَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ كُنْيَتَانِ قَالَ (ابْنُ قَطَّانَ) وَاخْتَلَفَا فِي شَيْءٍ آخَرَ فَالثَّوْرِيُّ يَقُوْلُ حُجْرٌ عَنْ وَائِلٍ وَشُعْبَةُ يَقُوْلُ حُجْرٌ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ قُلْتُ۔

(ابن حجر) لَمْ يَقِفْ ابْنُ الْقَطَّانِ عَلٰى مَا رَوَاهُ اَبُوْ مُسْلِمٍ الْكَجِّيُّ فِي سُنَنِهِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْزُوْقٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ حُجْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ وَائِلٍ قَالَ وَقَدْ سَمِعَهُ حُجْرٌ مِنْ وَائِلٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَهٰكَذَا رَوَاهُ اَبُوْ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَلَمَةَ سَمِعْتُ حُجْرًا اَبَا الْعَنْبَسِ سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ عَنْ وَائِلٍ قَالَ وَسَمِعْتُهُ مِنْ وَائِلٍ فَبِهٰذَا انْتَفٰى وُجُوْهُ الْاِضْطِرَابِ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَمَا بَقِيَ اِلَّا التَّعَارُضُ الْوَاقِعُ بَيْنَ

امام ابن حبانؒ نے یقینی طور پر حجر بن عنبسؒ کی کنیت اس کے باپ کے نام کی طرح بتائی ہے لیکن امام بخاریؒ نے حجر بن عنبسؒ کی کنیت ابو السکن بتلائی ہے حالانکہ دو کنیتیں ہونے میں کوئی ممانعت و رکاوٹ نہیں (لہذا امام بخاریؒ کا اعتراض ٹھیک نہیں) امام ابن قطانؒ نے کہا ہے کہ امام سفیان ثوریؒ و امام شعبہؒ کا دوسرا اختلاف یہ ہے کہ سفیان ثوریؒ یہ روایت بطریق حجر بن عنبسؒ عن وائل بن حجرؓ نقل کرتے ہیں جب کہ شعبہؒ حجرؒ عن علقمہؒ بن وائل عن وائلؓ نقل کرتے ہیں (یعنی سند میں علقمہؒ کا اضافہ کرتے ہیں) میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں ابن قطانؒ کو اس روایت کا پتہ نہیں ہے جس کو امام ابو مسلم الکجیؒ نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے جس میں صراحتاً یہ موجود ہے کہ حجر بن عنبسؒ نے یہ حدیث حضرت وائل بن حجرؓ سے خود بھی سنی ہے اور اسی طرح امام ابو داؤد طیالسیؒ نے اپنی مسند میں اس کو روایت کیا ہے جس میں حجر بن عنبسؒ خود فرماتے ہیں کہ یہ روایت میں نے علقمہ بن وائل عن وائل کے طریق سے سنی ہے اور علقمہؒ کے واسطہ کے بغیر خود بھی حضرت وائلؓ سے سنی ہے پس ان دلائل سے امام شعبہؒ کی اس (اخفاء آمین والی) حدیث سے اعتراضات

شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ فِيْهِ فِي الرَّفْعِ وَالْخَفْضِ الخ

(تلخيص الحبير ـــ)

بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی اعتراض باقی نہیں رہ جاتا سوا تعارض کے کہ امام شعبہؒ اس حدیث میں اخفاء آمین نقل کرتے ہیں جب کہ سفیان ثوریؒ بلند آواز سے آمین نقل کرتے ہیں۔

(۲) اور علامہ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ جَزَمَ ابْنُ حِبَّانَ فِي الثِّقَاتِ اَنَّ كُنْيَتَهُ كَاسْمِ اَبِيْهِ فَيَكُوْنُ مَا قَالَهُ شُعْبَةُ وَسُفْيَانُ صَوَابًا وَقَالَ الْبُخَارِيُّ اِنَّ كُنْيَتَهُ اَبُو السَّكَنِ وَلَا مَانِعَ مِنْ اَنْ يَكُوْنَ لَهُ كُنْيَتَانِ وَقَدْ وَرَدَ الْحَدِيْثُ مِنْ طُرُقٍ يَنْتَفِيْ بِهَا اِعْلَالُهُ بِالْاِضْطِرَابِ مِنْ شُعْبَةَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا التَّعَارُضُ بَيْنَ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ وَقَدْ رُجِّحَتْ رِوَايَةُ سُفْيَانَ بِمُتَابَعَةِ اِثْنَيْنِ لَهُ بِخِلَافِ شُعْبَةَ فَلِذٰلِكَ جَزَمَ النُّقَّادُ بِاَنَّ رِوَايَتَهُ اَصَحُّ الخ

(نیل الاوطار ص۲۲۵ ج۲)

اور بے شک امام ابن حبانؒ نے یقینی طور پر اپنی کتاب ثقات میں بیان کیا ہے کہ حجر بن عنبسؒ کی کنیت اپنے باپ کی طرح ہے پس سفیان ثوریؒ وشعبہؒ بن الحجاج دونوں نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے اور امام بخاریؒ نے کہا کہ کنیت حجرؒ کی ابوالسکن ہے (حالانکہ ایک کنیت کہنا غلط ہے) اور کوئی رکاوٹ اور ممانعت نہیں کہ حجر بن عنبسؒ کی دو کنیتیں ہوں اور تحقیق اخفاء آمین والی حدیث جو امام شعبہؒ نے روایت کی ہے کئی سندوں سے مروی ہے جن میں امام شعبہؒ پر اضطراب وخطاء کی نفی ہو جاتی ہے اور اب امام شعبہؒ پر سوائے اس کے کہ سفیان ثوریؒ اور شعبہؒ کی روایت میں تعارض ہے اور کوئی اعتراض نہیں (شعبہؒ اخفاء آمین ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ سفیان ثوری جہر آمین کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بیشک دو راویوں کی متابعت کی وجہ سے سفیان ثوریؒ کی روایت راجح ہو گئی ہے (بخلاف امام شعبہؒ کے کہ اس کا کوئی بھی متابع نہیں) اس لیے نقادِ حدیث نے یقین کیا ہے

کہ سفیان ثوریؒ کی روایت امام شعبہؒ کی روایت
سے زیادہ صحیح ہے۔

ناظرین کرام ان دو عبارتوں کو ہم نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے تاکہ آپ پر واضح ہو جائے کہ اب تک جتنے بھی اعتراضات امام شعبہؒ پر کئے گئے ہیں سب غلط و ناجائز تھے۔ امام سفیان ثوریؒ کے دو متابع جو بنائے جاتے ہیں ان میں ایک علاء بن صالح ہے دوسرا محمد بن سلمۃ بن کہیل ہے جو کہ دونوں ضعیف ہیں۔

جواب | جس طرح امام شعبہؒ پر باقی اعتراضات غلط تھے اور امام شعبہؒ ان میں صواب پر تھے۔ اسی طرح اَخفیٰ بِهَا صَوْتَهٗ اور خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ نقل کرنے میں بھی وہ صواب پر ہیں اور سفیان ثوریؒ کی روایت سے اس کا تعارض صحیح نہیں ہے۔

اوّلاً تو اس لیے کہ حضرت سفیان ثوریؒ سے جہر آمین کی کوئی روایت مروی نہیں بلکہ آمین بالمد کا ذکر ہے یعنی آمین الف ممدودہ کے ساتھ کہنی چاہیئے اَمین قصر کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ اس کا ثبوت اپنے مقام پر بالتفصیل آرہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

ثانیاً۔ امام سفیان ثوریؒ کی روایت سے جہراً آمین ثابت کرنا بالکل سینہ زوری ہے کیونکہ وہ خود اخفاء آمین کے قائل تھے جیسا کہ مقدمہ میں ان کا مذہب نقل کیا جا چکا ہے کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ اخفاء آمین والی روایت پر عمل کرتے اور حافظ ابن حجرؒ و قاضی شوکانیؒ غیر مقلد ان کی روایت آمین بالمد والی کا امام شعبہؒ کی روایت اخفاء آمین والی کے ساتھ تعارض پیش کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں کا سرے سے تعارض ہی نہیں کیونکہ اخفاء آمین بھی کیا جائے اور ساتھ ساتھ آمین بالمد (یعنی آمین الف کو کھینچ کر پڑھا جائے) تو کیا تعارض ہے بلکہ اسی پر فی الواقع عمل موجود ہے۔

ثالثاً۔ امام شعبہؒ کی روایت کرنے والے سب شاگرد اس کو نماز کے اندر ذکر کرتے ہیں جب کہ سفیان ثوریؒ کی روایت میں نماز کا ذکر نہیں ہے تو تعارض کیسے ہے۔ ہاں سفیان ثوریؒ سے ایک موضوع روایت میں جو ابو عبدالرحمٰن سلمی سے سنن بیہقی ص۵۸ ج۲ میں روایت کی گئی ہے قَالَ آمِیْنَ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ فِی الصَّلٰوۃِ کے الفاظ مروی ہیں جس کی تفصیل ہم مخالفین کے دلائل کے جواب میں بیان کریں گے

تنبیہ | حافظ ابن حجرؒ حضرت سفیان ثوریؒ کے طریق سے حضرت وائلؓ سے صَلَّيْتُ خَلْفَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ..... نقل کرتے ہیں (تلخیص الجیر ص ۲۳۸ ج ۱ ذیل شرح مہذب) یہ حافظ صاحبؒ کا زبردست وہم ہے ان الفاظ کے ساتھ حضرت سفیان ثوریؒ سے کسی بھی کتاب حدیث میں موجود نہیں چہ جائیکہ ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارقطنی وابن حبان میں ہو۔ اسی طرح جناب شیخ الکل فی الکل محمد نذیر حسین صاحب دہلویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔ " وَحَدِيْثُ وَائِلٍ أَخْرَجُوْهُ مِنْ طَرِيْقِ الثَّوْرِيِّ بِلَفْظِ صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ " (فتاوی نذیریہ ص ۴۲۶ ج ۱)

یہ نقل بھی غلط ہے کسی سند سے روایت نہیں کی گئی حضرت سفیان ثوریؒ سے نہ سند ضعیف سے نہ سند صحیح سے۔ ایسے خیالی پلاؤ پکاتے ہوئے کچھ لکھ دینا کافی نہیں کسی صحیح اور صریح حدیث سے آمین بالجہر کا ثبوت ہونا چاہیئے۔ الغرض ان حضرات کا یہ اعتراض بھی سطحی قسم کا ہے اس کی پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں۔ حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت مدّ بہا صوتہ سے آمین بالجہر کشید کرنا صحیح نہیں۔ جب کہ حضرت سفیان ثوریؒ اخفاء آمین پر عمل کرتے ہیں البتہ محمد بن کثیرؒ۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے رَفَعَ صَوْتَهٗ بھی نقل کرتے ہیں مگر وہ روایت شاذ ہے دیگر رُواۃ نے جو بہت ثقہ و مضبوط ہیں ان کے خلاف نقل کیا ہے۔ وہ سب مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ نقل کرتے ہیں تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اعتراض سادس | جناب عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"نیز امام حاکمؒ کا تساہل در تصحیح حدیث عند العلماء مشہور و معروف ہے" (فتوی آمین بالجہر ص ۱۱)

جواب | امام حاکمؒ کا تساہل بے شک مشہور ہے لیکن مفتی عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد کو اس حدیث میں تساہل بالکل نظر ہی نہیں آتا جہاں ان کی مطلب برآری ہو رہی ہو چنانچہ اسی رسالہ کے ص ۱۹ میں لکھتے ہیں " امام دارقطنیؒ۔ امام بیہقیؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ محدثین نے حدیث ہذا کو صحت کی ڈگری دیدی ہے " بلفظہ حالانکہ وہ حدیث جس کے بارے میں مفتی صاحب "صحت کی ڈگری" فرماتے ہیں موضوع بھی ہے اور مجہول بھی۔ کیونکہ اس میں ایک راوی اسحٰق بن ابراہیم بن العلاء الزبیدی ہے جس کو ابن زبریق

کہا جاتا ہے جھوٹا ہے اور اسحٰق بن ابراہیم کا استاد عمرو بن الحارث الزبیدی مجہول ہے۔ بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہاں اخفاء آمین والی حدیث اعلیٰ درجے کی صحیح ہے اس کے کسی راوی پر جرح نہیں ہے۔ اس لیے کہ امام حاکمؒ کے تین استاذ ہیں ان میں علی بن حمشاذ العدلؒ الحافظ الکبیر الواحد نیساپوری صاحب التصانیف دیکھئے (تذکرۃ الحفاظ ص۶۹ ج۳) امام حاکم ابو احمدؒ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَیْتُ فِی مَشَایِخِنَا اَثْبَتُ مِنْہُ

اس سے زیادہ مضبوط ہم نے اپنے استاذوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔

اور تذکرۃ الحفاظ ص۸۷ ج۳ میں ہے العدل متقن رحال" مضبوط ہے سفر بہت کیا کرتے تھے اور دوسرا راوی اس سند کا جو امام حاکمؒ کا استاذ الاستاذ اسمٰعیل بن اسحٰق القاضی المالکیؒ ہے جو نہایت ثقہ تھے دیکھئے (تذکرۃ الحفاظ ص۱۸ ج۲ تا ص۱۸۱)

تیسرے نمبر پر امام شعبہؒ کے دو شاگرد ہیں۔ سلیمانؒ بن حربؒ المتوفیٰ ۲۲۴ھ جو بہت ثقہ ہیں اور ان کی بڑی خوبی یہ ہے کہ تدلیس نہ کرتے تھے دیکھئے (تہذیب التہذیب ص۱۸۰ ج۴) اور ابو الولید ہشام بن عبدالملک الطیالسیؒ المتوفیٰ ۲۲۷ھ ہیں جو کہ الامام۔ الحافظ اور الحجۃ و بہت ثقہ راوی ہیں۔ دیکھئے (تہذیب التہذیب ص۴۵ ج۱۱)

اس لیے امام حاکمؒ کا اس حدیث کی تصحیح کرنا ضروری تھا کیونکہ راوی سب کے سب ثقہ ہیں اور یہ حدیث صرف امام حاکمؒ کے ہاں ہی صحیح نہیں ——————— بلکہ امام حاکمؒ کی تائید علامہ ذہبیؒ بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور امام محمد بن جریر طبریؒ اسکو صحیح قرار دیکر اس پر عمل بھی کرتے ہیں اور قاضی عیاضؒ وغیرہ بھی صحیح قرار دیتے ہیں اور سند بھی صحیح ہے تو آپکی تساہل والی بات کو کون مانتا ہے ہاں یہ تیرا جی نہ مانے تو باتیں ہزار ہیں مگر آسانی سے اس کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا ۔

خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا ۔۔۔ دام میں صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

اعتراض سابع | مولانا نور حسین صاحبؒ گرجاکھی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"دوم اگر صحیح مان بھی لیا جائے تو خفض کے معنی آہستہ ہے جیسا کہ آپ کی قرأت کی آواز دور تک سنائی دیتا تھا لیکن جب آمین کہتے حَتّٰی یُسْمِعَ مَنْ یَّلِیْہِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ تو پہلے صف

کے لوگ سنتے تھے گویا وائلؓ بن حجر کا مطلب یہ ہے کہ آپ آمین قرارت سے آہستہ کہتے۔ (اثبات آمین بالجہر ص)

جواب اوّل | اگر صرف خَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ ہوتے تو کچھ گنجائش تھی مگر امام شعبہؒ سے مسند احمد ص ۳۱۶ اور سنن دار قطنی ص ۱۲۷ میں وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ بھی مروی ہیں جس سے صاف پایا جاتا ہے خفض بها صوته کے معنی بالکل آہستہ کہنے کے ہیں۔

جواب ثانی | خَفَضَ کا معنی بالکل آہستہ اور پوشیدہ کے بھی آتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ۔

"وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلوٰتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا فَكَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم يَخْفِضُ صَوْتَهُ بِالْقُرْاٰنِ مَا كَانَ يَسْمَعُ اَصْحَابُهُ۔

(سنن نسائی ص ۱۵۶ ج ۱)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید نماز میں اتنی پست آواز سے پڑھتے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے صحابہ کرامؓ نہ سن سکتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ نہ بالکل جہر سے قرأۃ کریں اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ درمیانی راہ اختیار کریں۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ خَفَضَ کے معنی بالکل پوشیدہ و آہستہ کے بھی آتے ہیں لہذا غیر مقلدین حضرات کا یہ حربہ بھی کارگر نہیں ہو سکتا۔

اعتراض ثامن | "شعبہؒ کی روایت مذکورہ کے خلاف خود شعبہؒ ہی سے نبی علیہ السلام کا پکار کر آمین کہنا ثابت ہے گویا کہ شعبہؒ نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے رجوع کر لیا ہے امام بیہقیؒ فرماتے ہیں اس کی سند بھی صحیح ہے" (فتویٰ آمین بالجہر ص ۶۷)

جواب | امام شعبہؒ سے جہر آمین کی روایت صحیح نہیں۔ یہ کیونکہ اس کی سند یوں ہے امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:۔

"اَخْبَرَنَا اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الْحَافِظُ فِى الْفَوَائِدِ الْكَبِيْرِ لِاَبِى الْعَبَّاسِ وَفِىْ حَدِيْثِ شُعْبَةَ ثَنَا اَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوْبَ ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مَرْزُوْقٍ الْبَصْرِىُّ ثَنَا اَبُوْ الْوَلِيْدِ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ حُجْرًا اَبَا عَنْبَسٍ يُحَدِّثُ عَنْ وَائِلِ الْحَضْرَمِىِّ اَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عليه وسلم فَلَمَّا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ رَافِعًا بِهَا صَوْتَهُ" (سنن بیہقی ص ۵۸ ج ۲)

قارئین کرام امام شعبہؒ کے بہت سے شاگرد ہیں جو اس کو روایت کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) محمد بن جعفر غندرؒ جو اَثْبَتُ النَّاسِ فِي شُعْبَةَ ہے وہ اس روایت کو امام شعبہؒ سے وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ روایت کرتے ہیں دیکھئے (مسند احمد ص ۳۱۶/۴)

(۲) امام یزید بن زریعؒ جو بہت ثقہ ہیں وہ بھی اس روایت میں امام شعبہؒ سے وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ روایت کرتے ہیں دیکھئے (سنن دارقطنی ص ۱۲۷/۱)

(۳) امام عبدالرحمٰن بن مھدیؒ جو نہایت ثقہ راوی ہیں امام بخاریؒ کے استاذ ہیں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

العنبری البَصَرِی ثِقَةٌ ثَبَتٌ حَافِظٌ عَارِفٌ بِالرِّجَالِ وَالْحَدِيْثِ قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيِّ مَارَأَيْتُ اَعْلَمَ مِنْهُ مِنَ التَّاسِعَةِ۔ (تقریب ص ۳۲۱)

یہ اپنے استاذ امام شعبہؒ سے وَخَفَضَ بِهَا نقل کرتے ہیں دیکھئے (مسند احمد ص ۳۱۶/۴)

(۴) امام ابوداؤد طیالسیؒ بھی اپنے استاذ امام شعبہؒ سے وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ نقل کرتے ہیں۔ دیکھئے (مسند ابوداؤد طیالسی ص ۱۳۸ وسنن بیہقی ص ۵۷/۲)

(۵) عمرو بن مرزوقؒ بھی جو ثقہ ہے نیز امام بخاریؒ کا استاذ بھی ہے دیکھئے صحیح بخاری ص ۲۰۴/۱ اپنے استاذ امام شعبہؒ سے خَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ نقل فرماتے ہیں دیکھئے (سنن ابومسلم الکجیؒ بحوالہ تلخیص الحبیر لابن حجرؒ)

(۶) سلیمان بن حربؒ جن کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں "۔ البصری القاضی بمکۃ ثِقَةٌ امام حافظٌ من التاسعۃ (تقریب لابن حجرؒ) یہ بھی اپنے استاذ امام شعبہؒ سے وَيَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهٗ نقل کرتے ہیں دیکھیے (مستدرک ص ۲۳۲/۲)

(۷) امام ابوالولید ہشام بن عبدالملک طیالسیؒ جن کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں " ابوالولید الطَّيَالِسِي البصری ثِقَةٌ ثَبَتٌ مِنَ التَّاسِعَةِ (تقریب) یہ بھی امام شعبہؒ کے شاگرد ہیں ابوالولید کے دو شاگرد ہیں۔

۱۔ اسمٰعیل بن اسحٰق القاضیؒ المتوفی ۲۸۲ھ جو بہت ثقہ راوی ہیں۔ علامہ خطیب بغدادیؒ

نے ان کا طویل ترجمہ نقل کیا ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

وَكَانَ إِسْمَاعِيلُ فَاضِلاً عَالِماً مُتْقِناً فَقِيهاً عَلَى مَذْهَبِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ	اور اسمعیل بن اسحٰق فاضل عالم مضبوط فقیہ تھے حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر تھے

(تاریخ بغداد ص۲۸۴ ج۶، ۲۹۰)

یہ شاگرد اپنے استاذ ابوالولیدؒ وسلیمان حربؒ دونوں سے پھر وہ دونوں اپنے استاذ امام شعبہؒ سے وَيَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ نقل کرتے ہیں دیکھئے (مستدرک حاکم ص۲۳۲ ج۲) اور اس روایت کو امام حاکمؒ وعلامہ ذہبیؒ صحیح علی شرط الشیخین فرماتے ہیں۔

۲۔ ابوالولیدؒ کا دوسرا شاگرد ابراہیم بن مرزوقؒ ہے جو سنن بیہقی کی روایت میں موجود ہے۔ اور جہر آمین روایت کرتا ہے۔ الحاصل امام شعبہؒ کے کل سات شاگرد ہوئے چھ شاگرد اخفاء آمین نقل کرنے پر متفق ہیں۔ ساتویں شاگرد ابوالولیدؒ کے پھر دو شاگرد ہیں۔ اسمعیل بن اسحٰقؒ جو بہت ثقہ ہے جیسا کہ تاریخ بغداد کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔ نیز علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں الامام شیخ الاسلام المالکی الحافظ الخ یہ شاگرد بھی اپنے استاذ ابوالولیدؒ سے اور وہ شعبہؒ سے وَيَخْفِضُ بِهَا صَوْتَهُ نقل کرکے ان چھ شاگردوں کی موافقت کرتا ہے۔

لیکن ابوالولیدؒ کا دوسرا شاگرد ابراہیم بن مرزوقؒ ابوالولیدؒ سے بطریق امام شعبہؒ رافعاً بِهَا صَوْتَهُ نقل کرتا ہے صرف یہی ایک راوی ہے جو امام شعبہؒ کے تمام شاگردوں میں سب کی مخالفت کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ راوی کس قسم کا ہے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

قَالَ الدَّارَقُطْنِي لَكِنَّهُ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ وَلَا يَرْجِعُ۔	امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی غلطی کرتا اور ٹھیک روایت بھی کرتا ہے لیکن اگر خطا ہو جائے اور پھر اس کو بتا دیا جائے کہ یہ تیری غلطی وخطا ہے تو اس غلطی پر اڑا رہتا ہے اور حق بات کی طرف رجوع نہیں کرتا۔
(میزان الاعتدال ص۳۱ ج۱)	

حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ص۱۶۳ ج۱ میں اس راوی کی توثیق کے بعض حوالے نقل کئے ہیں اور امام نسائیؒ کی دو روایتیں ذکر فرمائی ہیں ایک یہ کہ لا باس بہ اور دوسری یہ کہ

لیس لی بہ علم" یعنی اس کا مجھے کوئی علم نہیں۔ کہ کون اور کیسا تھا اور امام دارقطنیؒ سے نقل کرتے ہیں

وَقَالَ الدَّارقطنیُّ ثِقَةٌ اِلَّا اَنَّہٗ یُخْطِئُ فَیُقَالُ لَہٗ فَلَا یَرْجِعُ "

اور امام دارقطنیؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی ثقہ ہے مگر خطاء کرتا تھا اور اس کو خطاء بتائی بھی جاتی تھی لیکن یہ اپنی خطاء پر مُصِر رہتا تھا اور اپنی غلطی سے رجوع نہ کرتا تھا۔

قارئین کرام اس قسم کا راوی محدثین کرام کی نظروں میں گر جاتا ہے اور ساقط العدالت ہو جاتا ہے اس کی حدیث ہرگز قابل التفات نہیں رہتی چنانچہ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔

یُکْتَبُ الْحَدِیْثُ اِلَّا عَنْ اَرْبَعَۃٍ غَلَّاطٍ لَا یَرْجِعُ وَکَذَّابٍ الخ

(الکفایۃ للبغدادیؒ ص۱۴۳)

حدیث لکھی جائے مگر چار آدمیوں سے نہ لکھی جائے پہلا غلطی کرنے والا اور اپنی غلطی سے رجوع نہ کرنے والا اور دوسرا جھوٹا راوی۔ الخ

معلوم ہوا کہ ایسا راوی جھوٹے راوی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وَقَالَ الشَّافِعِیُّ اِذَا رَوَی الثِّقَۃُ حَدِیْثًا وَاِنْ لَمْ یَرْوِہٖ غَیْرُہٗ فَلَا یُقَالُ لَہُ الشَّاذُّ اِنَّمَا الشَّاذُّ اَنْ یَرْوِیَ الثِّقَاتُ حَدِیْثًا عَلٰی وَجْہٍ فَیَرْوِیْ بَعْضُھُمْ فَیُخَالِفُہٗ فَیُقَالُ شَذَّ عَنْھُمْ وَھٰذَا صَوَابٌ وَمَعَ ذٰلِكَ فَلَا یَخْرُجُ الرَّجُلُ بِذٰلِكَ عَنِ الْعَدَالَۃِ لِاَنَّہٗ لَیْسَ بِمَعْصُوْمٍ عَنِ الْخَطَاءِ وَالْوَھْمِ اِلَّا اِذَا بُیِّنَ لَہٗ خَطَاءُہٗ فَاَصَرَّ

(لسان المیزان ص۱۸ ج۱)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب ثقہ راوی کوئی روایت کرے اگرچہ وہ اس روایت میں منفرد ہو کسی دوسرے راوی نے یہ روایت نہ کیا ہو تو اس کو شاذ نہ کہا جائے گا۔ بیشک شاذ وہ روایت ہوتی ہے جو ثقہ راویوں کی جماعت کی روایت کردہ طریقہ کے کوئی راوی خلاف روایت کرے پس کہا جاتا ہے کہ یہ راوی جدا ہوا ان سے اور صواب (ٹھیک) جماعت ثقات کی روایت ہے۔ بایں ہمہ شاذ روایت کرنے سے راوی ساقط العدالت نہیں ہو جاتا اس لیے کہ خطاء اور وہم سے کوئی معصوم نہیں مگر یہ کہ اس کو خطاء بتا دی جائے اور وہ خطاء پر اڑا رہے اور رجوع نہ کرے بیشک ایسا راوی ساقط العدالت ہو جاتا ہے

قارئین کرام امام شافعیؒ کے فرمان سے ثابت ہوا کہ ابراہیم بن مرزوقؒ اور اس جیسے دوسرے راوی ساقط العدالت ہیں اور ان کی روایت کو ساقط اور غلط کہا جائے گا۔ امام حمزہ بن یوسف سہمی متوفیٰ ۴۲۷ھ (الحافظ الامام الثبت تذکرۃ الحفاظ ص۲۷۲ ج۳) فرماتے ہیں۔

سَمِعْتُ اَبَا الْحَسَنِ الدَّارَقُطْنِی عَمَّنْ یَکُوْنُ کَثِیْرَ الْخَطَاءِ قَالَ اِنْ نَبَّهُوْهُ عَلَیْهِ وَرَجَعَ عَنْهُ فَلَا یَسْقُطُ وَاِنْ لَمْ یَرْجِعْ سَقَطَ (الکفایۃ فی علم الروایۃ للبغدادیؒ ص۱۴۷)

میں نے امام دارقطنیؒ سے کثیر الخطاء راوی کے بارے میں سنا کہ ایسے راوی کو اگر محدثین کرام خطاء پر متنبہ کریں اور وہ اپنی خطاء تسلیم کر کے رجوع کر لے تو ساقط العدالت نہیں ہوگا اگر رجوع نہ کرے تو وہ ساقط الاحتجاج والعدالت ہوگا

ہاں ایک بات ابھی تک قابل حل ہے کہ امام دارقطنیؒ کے ہاں یہ راوی ابراہیم بن مرزوقؒ ثقہ بھی ہے اور خطاء پر اڑا رہنے کی وجہ سے ساقط العدالت بھی ہے یہ اجتماع ضدین ہے جو کہ محال ہے اس عقدہ کو حافظ ابن حجرؒ یوں حل فرماتے ہیں۔

ابراهیم بن مرزوق بن دینار الاموی البصری نزیل مصر ثقة عمی قبل موته فکان یخطئ ولا یرجع من الحادیة عشرة۔ (تقریب ص۲۷)

ابراہیم بن مرزوق البصریؒ نزیل مصر ثقہ ہے مرنے سے پہلے اندھا ہو گیا تھا پس خطاء کرتا اور خطاء سے رجوع نہ کرتا تھا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ابراہیمؒ اول عمر اور درمیانی عمر میں ثقہ تھا لیکن آخری عمر جس میں وہ نابینا بھی ہو گیا تھا خطاء کرتا تھا اور خطاء پر اڑا رہتا تھا اور حق بات کی طرف رجوع نہ کرتا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ ساقط العدالت ہو گیا تھا ایسے راوی کے بارے میں محدثین کرامؒ کا ضابطہ وقاعدہ یہ ہے کہ اس کے قدماء شاگرد جو روایت بیان کریں وہ صحیح اور قابل عمل ہوگی اور متاخرین شاگردوں کی روایت قابل عمل نہ ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس روایت کو ابراہیم بن مرزوقؒ سے روایت کرنے والا شاگرد قدیم السماع ہے یا متأخر السماع ہے چنانچہ اس روایت میں ابراہیم کا شاگرد محمد بن یعقوب الاصمؒ ہے جو کہ ۲۴۷ھ میں پیدا ہوا ہے اور ۲۶۵ھ تک اپنے گھر نیشاپور میں رہا ہے اس کے بعد اپنے باپ یعقوب الوراقؒ کے ساتھ ملک اصبہان کی طرف سفر کیا اور وہاں کچھ

مدت تک ہارون بن سلیمانؒ اور اسید بن عاصمؒ سے حدیث کی سماعت کرتے رہے۔ اس کے بعد اصبہان سے کوچ کر کے دور دراز سفر طے کرتے ہوئے مکہ مکرمہ زادھا اللہ شرفاً وکرامۃً پہنچے اور وہاں کچھ مدت تک احمد بن شاذ الرملیؒ سے حدیث حاصل کرتے رہے۔ پھر اس کے بعد مکہ مکرمہ کو الوداع کہتے ہوئے بہت طویل مسافت طے کر کے مصر پہنچے اور وہاں ابن عبد الحکمؒ، وربیع بن سلیمانؒ و بحر بن نصرؒ و ابراہیم بن منقذؒ و بکار بن قتیبہؒ سے حدیث حاصل کی دیکھئے (تذکرۃ الحفاظ ص ۴۳/۳) ابراہیم بن مرزوق بصری ہیں لیکن آخری عمر میں یہ مصر چلے گئے اور وہاں ۲۷۵ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے دیکھئے (تقریب لابن حجرؒ ص ۲۷) اور محمد بن یعقوب الاصمؒ المتوفی ۳۴۶ھ نے ابراہیمؒ سے مصر کے اندر سنا ہے جو کہ ابراہیم کی عمر کا بالکل آخری حصہ ہے چنانچہ بیہقی میں ہے۔

اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ ابو العباس	
محمد بن یعقوب ثنا ابراھیم بن	محمد بن یعقوبؒ فرماتے ہیں کہ میری سماعت حدیث
مرزوق البصری بمصر (سنن بیہقی ص ۲۷/۲)	ابراہیم بن مرزوقؒ سے مصر میں ہوئی۔

الغرض اس روایت کے ساقط اور غلط ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہا۔ یہ وہ روایت ہے جس کی بناء پر غیر مقلدین حضرات امام شعبہؒ کا رجوع ثابت کرتے ہیں۔ فوا اسفا۔ امام شعبہؒ اور ابو الولیدؒ، اخفاء آمین بیان کرتے ہیں مگر ابراہیم بن مرزوق خطاء کار منتدی ان سے جہر آمین روایت کرتا ہے ؎

ہم وفا کرتے رہے وہ جفا کرتے رہے اپنا اپنا فرض تھا سب ادا کرتے رہے

ان سب باتوں کو جو اصول حدیث سے مسلمہ ہیں چھوڑ کر امام بیہقیؒ کی تصحیح کس طرح قبول کی جا سکتی۔ اوّل تو سنن الکبریٰ بیہقی ص ۵۸/۲ میں یہ ابراہیم بن مرزوقؒ والی روایت موجود ہے مگر اس کی تصحیح کا امام بیہقیؒ نے ذکر نہیں فرمایا جس کی سخت ضرورت تھی۔ دوم اگر کتاب المعرفۃ میں امام بیہقیؒ نے تصحیح کر ڈالی ہو تو تعجب و حیرانگی کی کوئی بات نہیں اس لیے کہ وہ موضوعات و ضعاف کی تصحیح کرتے کرتے امام شافعیؒ اور ان کے مذہب کے محسن مشہور ہوئے چنانچہ علامہ ذہبیؒ (تذکرۃ الحفاظ ص ۳۱/۳) میں اور مولانا عبد الحی لکھنویؒ التعلیقات السنیۃ

علی العفو عنہ البیہقی صفحہ ۲۴۳ طبع نور محمد کراچی والفظ لہ فرماتے ہیں۔

قَالَ اِمَامُ الْحَرَمَیْنِ مَامِنْ شَافِعِی الْمَذْهَبِ اِلَّا وَلِلشَّافِعِیِّ عَلَیْهِ مِنَّةٌ اِلَّا الْبَیْهَقِی فَاِنَّ لَهٗ عَلَی الشَّافِعِیِّ مِنَّةً۔

امام الحرمینؒ فرماتے ہیں کہ کوئی شافعی المسلک ایسا نہ ہوگا جس پر امام شافعیؒ کا احسان نہ ہو مگر امام بیہقیؒ اس لیے کہ امام بیہقیؒ کا امام شافعیؒ پر احسان ہے۔

جن موضوع روایتوں کی امام بیہقیؒ نے تصحیح فرمائی ہے ان کی نشاندھی اپنے مقام پر آرہی ہے

امام شعبہؒ کا تعارف | حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ بْنُ الْوَرْدِ الْعَتَكِیُّ مَوْلَاهُمْ اَبُوْ بِسْطَامِ الْوَاسِطِیُّ ثُمَّ الْبَصَرِیُّ ثِقَةٌ حَافِظٌ مُتْقِنٌ كَانَ الثَّوْرِیُّ یَقُوْلُ هُوَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْثِ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ فَتَّشَ بِالْعِرَاقِ عَنِ الرِّجَالِ وَذَبَّ عَنِ السُّنَّةِ وَكَانَ عَابِدًا مِنَ السَّابِعَةِ۔ (تقریب)

امام شعبہ ثقہ، حافظ مضبوط ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ امام شعبہؒ امیر المؤمنین فی الحدیث ہے اور پہلا شخص ہے جس نے عراق میں راویوں کے سچے، جھوٹے ہونے کی تمیز و تفتیش کی ہے اور سنت نبوی کی حفاظت کی ہے اور عابد تھے

امام احمدؒ فرماتے ہیں۔

وَشُعْبَةُ اَحْسَنُ حَدِیْثًا مِنَ الثَّوْرِیِّ لَمْ یَكُنْ فِیْ زَمَنِ شُعْبَةَ مِثْلُهٗ فِی الْحَدِیْثِ۔

امام شعبہؒ بنسبت سفیان ثوریؒ کے احسن الحدیث ہیں۔ شعبہؒ کے زمانے میں کوئی بھی حدیث میں امام شعبہؒ جیسا نہ تھا۔

نیز امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ سے شعبہؒ زیادہ مضبوط ہیں اور راویوں کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حماد بن سلمۃؒ نے کہا کہ اگر تجھے حدیث کا شوق ہو تو امام شعبہؒ کی صحبت میں رہ۔ امام حماد بن زیدؒ فرماتے ہیں اگر کوئی محدث میری حدیث کے خلاف روایت کرے تو مجھے اپنی حدیث کے غلط ہونے کا کچھ بھی خوف نہیں ہوتا اگر امام شعبہؒ میری موافقت کریں اگر امام شعبہؒ میری حدیث کی مخالفت کریں تو میں وہ حدیث چھوڑ دیتا ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ بھی امام شعبہؒ کی تعریف بیان کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا چرچا نہ ہوتا۔ امام یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبہؒ اَصْدَقُ النَّاسِ فِی الْحَدِیْثِ ہیں۔ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ فرماتے ہیں میں نے امام شعبہؒ سے زیادہ اچھی حدیث والا کوئی دیکھا ہی نہیں اور امام شعبہؒ سفیانؒ سے زیادہ مضبوط ہے۔ امام ابوداؤدؒ سے پوچھا گیا کہ شعبہؒ مضبوط اور اچھی حدیث بیان کرنے میں سفیان ثوریؒ سے بھی زیادہ ہے آپ نے فرمایا: لَیْسَ فِی الدُّنْیَا اَحْسَنُ حَدِیْثًا مِنْ شُعْبَۃَ" سفیان ثوریؒ تو کیا ساری دنیا میں امام شعبہؒ کے زمانہ میں ان سے زیادہ اچھی حدیث والا کوئی نہیں۔ البتہ شعبہؒ اسماء الرجال میں غلطی کرتے ہیں جو مضر و قابل عیب نہیں ہے۔ امام صالح جزرہؒ فرماتے ہیں" امام شعبہؒ پہلے امام الجرح والتعدیل ہیں پھر امام یحییٰ بن سعید القطانؒ پھر امام احمدؒ پھر یحییٰ بن معینؒ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں" کہ امام شعبہؒ کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اسماء الرجال میں غلطی کرتے تھے۔ اس کی وجہ امام دارقطنیؒ یہ بیان فرماتے ہیں" کہ متون حدیث کے یاد کرنے میں زیادہ توجہ صرف کرتے تھے"۔

قارئین کرام پہلے تو معلوم ہوا کہ اسماء الرجال میں امام شعبہؒ سے جو غلطی ہو جاتی ہے وہ بقول امام ابوداؤد قابل عیب نہیں۔ دوسرے اس حدیث میں جو راویوں کے غلط نقل کرنے کا دعویٰ کیا گیا تھا وہ بالکل غلط تھا اور دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اور خود مخالفین بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ امام شعبہؒ صواب پر تھے اور اعتراض کرنے والے خطا پر تھے۔

امام شعبہؒ کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جس استاذ سے ایک بار حدیث سنتے تو اس کے پاس دس بار جایا کرتے تھے اور بار بار اس حدیث کا مذاکرہ کرتے امام حاکمؒ فرماتے ہیں" شعبہؒ حدیث کے اماموں کے امام تھے اور حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت عمرؓ بن سلمۃ دونوں صحابیوں کو دیکھا تھا اور چار سو تابعین سے حدیث حاصل کی دیکھیے (تہذیب التہذیب ص ۳۴۳/۴ تا ص ۳۴۶/۴)

حافظ ابن تیمیہؒ فتاوی ص ۸۲/۲ میں اور علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ ص ۳۵۲/۱ میں لکھتے ہیں۔

وَاِتْقَانُ شُعْبَۃَ وَضَبْطُہٗ ھُوَ الْغَایَۃُ عِنْدَھُمْ۔

امام شعبہؒ کی پختگی و ضبط حدیث محدثین کرامؒ کے ہاں انتہائی درجہ کا مسلّم ہے۔

حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں۔

اِذَا کَانَ شُعْبَۃُ فِیْ حَدِیْثٍ لَمْ یَکُنْ بَاطِلاً بَلْ یَکُوْنُ مَحْفُوْظًا۔ (الطرق الحکمیۃ ص۲۴۰) — جس حدیث میں امام شعبہؒ کا اسم گرامی موجود ہو وہ باطل نہیں ہو سکتی بلکہ محفوظ ہو گی۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ص۲۶۰ج۱ میں قاضی شوکانیؒ غیر مقلد نیل الاوطار ص۱۶ج۱ میں مولانا مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد تحفۃ الاحوذی ص۱۵۱ج۲ و ابکار المنن ص۴۷ میں علامہ احمد محمد شاکرؒ غیر مقلد شرح ترمذی ص۹۲ج۱ و حاشیہ محلی ابن حزم ص۲۱۴ج۱۲ میں فرماتے ہیں۔

وشعبۃ لا یحمل عن مشایخہ الا صحیح حدیثھم — امام شعبہؒ اپنے اساتذہ سے وہی حدیث بیان کرتے ہیں جو کہ صحیح ہوتی ہے۔

مولانا مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ اَئِمَّۃِ الْحَدِیْثِ اِذَا رَاَیْتَ شُعْبَۃَ فِیْ اِسْنَادِ حَدِیْثٍ فَاشْدُدْ یَدَیْکَ بِہٖ (تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ص۲۰۶ج۱) — بیشک بعض ائمہ حدیث نے کہا ہے کہ اے مخاطب جب حدیث کی سند میں امام شعبہؒ کا نام دیکھے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو مضبوط کرے یعنی اسی حدیث پر عمل کر۔

قارئین کرام ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ امام شعبہؒ کی حدیث صحیح ہوتی ہے۔ غیر مقلدین حضرات کا اقرار کرنا کہ شعبہؒ اپنے مشائخ سے صحیح حدیث بیان کرتے ہیں پھر خواہش پرستی کرتے ہوئے امام شعبہؒ پر اعتراض کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث کا انکار کرنا ان کے اس دعوی کے خلاف ہے۔

؎ ہوتے ہوئے مصطفے کی گفتار — مت دیکھ کسی کا قول و کردار

دلیل ۶ حضرت وائلؓ بن حجر فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد

فَقَالَ آمِیْنَ یَمُدُّ بِھَا صَوْتَہٗ مَا اُرَاہُ اِلَّا لِیُعَلِّمَنَا۔ (کتاب الکنیٰ لابی بشر دولابیؒ ص۱۹۶ج۱ مطبوعہ حیدر آباد دکن) — پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آمین کہی میں نہیں خیال کرتا مگر یہ کہ آپ نے ہمیں تعلیم دینے کے لیے ایسا کیا۔

قارئین کرام اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بطور تعلیم کے کبھی کبھار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالجہر کیا ہے مگر آپ کا معمول اخفاء آمین تھا جیسا کہ حضرت وائلؓ بن حجر کی صریح و صحیح

حدیث میں گذر چکا ہے۔ اس حدیث نے مزید اس اخفاء آمین والی روایت کی تائید کردی ہے کہ جہر آمین ایک موقعہ پر محض تعلیم کے لیے تھا نہ اس لیے کہ جہر کرنا سنت ہے اور سب حضرات کے ہاں یہ ضابطہ مسلم ہے کہ اگر امام کو مقتدیوں کے بارے میں شک واقع ہو جائے کہ مقتدی نماز کے اندر کسی چیز کو چھوڑ دیتے ہوں گے تو امام خفیہ پڑھی جانے والی چیز کو کبھی کبھار جہر سے پڑھے تاکہ مقتدیوں کو پتہ لگ جائے کہ یہ چیز بھی نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیمؒ قنوت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فَاِذَا جَهَرَ بِهِ الْاِمَامُ اَحْيَانًا لِيُعَلِّمَ الْمَأْمُوْمِيْنَ فَلَا بَأْسَ بِذَالِكَ فَقَدْ جَهَرَ عُمَرُ بِالْاِفْتِتَاحِ لِيُعَلِّمَ الْمَأْمُوْمِيْنَ وَجَهَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِقَرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ فِىْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ لِيُعَلِّمَهُمْ اَنَّهَا سُنَّةٌ وَمِنْ هٰذَا جَهْرُ الْاِمَامِ بِالتَّامِيْنِ لِيُعَلِّمَ الْمَأْمُوْمِيْنَ وَهٰذَا مِنْ اِخْتِلَافِ الْمُبَاحِ الَّذِىْ لَا يُعَنَّفُ فِيْهِ مَنْ فَعَلَهٗ وَلَا مَنْ تَرَكَهٗ وَهٰذَا كَرَفْعِ الْيَدَيْنِ فِى الصَّلٰوةِ وَتَرْكِهٖ۔

(زاد المعاد صفحہ)

پس جب امام کبھی کبھار قنوت جہراً پڑھے مقتدیوں کو تعلیم دینے کی نیت سے تو کوئی حرج نہیں پس بیشک حضرت عمرؓ نے مقتدیوں کو تعلیم کی نیت سے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ جہر سے پڑھا اور حضرت ابن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ جہر سے پڑھی تاکہ مقتدیوں کو تعلیم دیں کہ اس کا پڑھنا بھی نماز جنازہ میں (بخیال ان کے) سنت ہے (حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں) کہ اسی تعلیم کی نیت کے حکم میں ہے امام کا آمین بالجہر کرنا تاکہ مقتدیوں کو تعلیم دے اور یہ اختلاف جائز قسم کا ہے نہ تو کرنے والے کو حرج میں ڈالا جائے اور نہ چھوڑنے والے کو تنگی دی جائے اور اس جائز اختلاف کی مثال نماز میں رفع یدین کرنے اور ترک رفع یدین کرنے کی مثل ہے۔

قارئین کرام حافظ ابن قیمؒ حنبلی کی عبارت سے ثابت ہوا کہ آمین بالجہر کرنا بطور تعلیم کے ہے۔

قاضی شوکانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وَجَهَرَ عُمَرُ بِهٖ اَحْيَانًا بِمَحْضَرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ لِيَتَعَلَّمَهُ النَّاسُ مَعَ

حضرت عمرؓ کبھی کبھی صحابہ کرامؓ کی جماعت کی موجودگی میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ جہر سے پڑھتے تھے تاکہ

اَنَّ السُّنَّۃَ اِخْفَاءُہٗ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ الْاَفْضَلُ وَاَنَّہٗ الَّذِیْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلم یُدَاوِمُ عَلَیْہِ غَالِبًا۔

(نیل الاوطار ج۲ ص۱۹۶)

لوگ تعلیم حاصل کریں باوجودیکہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ میں سنت اخفاء ہے تعلیم کی نیت سے جہر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کا اخفاء افضل ہے اور یہی اخفاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا جس پر آپ اکثر اوقات عمل کرتے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آمین کا جہر تعلیم کی نیت سے تھا اور حافظ ابن قیمؒ بھی فرماتے ہیں کہ آمین بالجہر کرنا کبھی کبھار تعلیم کے حکم میں ہے۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی چیز کا کبھی کبھار جہر کرنا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اس کا اخفاء افضل ہے اور غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار ظہر وعصر کی نماز میں بھی قرأۃ جہراً پڑھ لیتے تھے۔ (مسلم ج۱ ص۱۸۵)

اعتراض: اس حدیث کی سند میں یحیٰی بن سلمۃ بن کہیلؒ واقع ہے جو ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔

جواب: کئی محدثین کرامؒ کے ہاں اگرچہ ضعیف ہے مگر بعض محدثین کرامؒ کے ہاں اعلیٰ درجہ کا مضبوط وثقہ ہے چنانچہ امام ابن خزیمہؒ المتوفی ۳۱۱ھ کے ہاں اعلیٰ درجہ کا ثقہ ہے صحیح ابن خزیمہ (ج۱ ص۳۱۸) طبع المکتب الاسلامی بیروت میں وَضْعُ الْیَدَیْنِ قَبْلَ الرُّکْبَتَیْنِ کی حدیث بسند صحیح ذکر کرکے پھر اس کے خلاف ص۳۱۹ ج۱ میں وَضْعُ الرُّکْبَتَیْنِ قَبْلَ الْیَدَیْنِ اِلَی السُّجُوْدِ۔ کی حدیث ذکر کرکے پہلی حدیث کو منسوخ اور آخری کو ناسخ قرار دیا ہے حالانکہ آخری حدیث کی سند میں یہی یحیٰی بن سلمۃ بن کہیلؒ ہے اور یہ سب کے ہاں مسلّم ضابطہ ہے کہ ناسخ حدیث قوۃ کے لحاظ سے منسوخ سے زیادہ قوی ہوتی ہے ورنہ نسخ ثابت نہیں ہو سکتا۔

اس سے ثابت ہوا کہ یحیٰی بن سلمہ بن کہیلؒ امام ابن خزیمہؒ کے ہاں اعلیٰ درجہ کا ثقہ ہے اور ان کی حدیثیں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اور امام ابن حبانؒ کے ہاں حسن درجہ کا راوی ہے چنانچہ انہوں نے اس راوی

لہ ایضاً مسلم ج۱ ص۱۷۲

کو "کتاب الثقات" میں ذکر کرکے اس کا ثقہ ہونا ظاہر کیا ہے اور پھر کتاب الضعفاء میں ذکر کرکے اس کو ضعیف ہونا ظاہر کیا ہے۔ عرف شذی مع ترمذی صـ۶۲ میں علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ "میں نے ابن حبانؒ کی کتاب الضعفاء میں ابراہیم بن طہمانؒ کے ترجمہ میں دیکھا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ اس راوی کا ثقہ و ضعیف ہونے کے لحاظ سے دونوں باتوں میں دخل ہے اس لیے میں نے دونوں کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

امام حاکمؒ کے ہاں بھی اعلیٰ درجہ کا ثقہ ہے علامہ ذہبیؒ کا میزان الاعتدال صـ۲۹۱ میں یہ لکھنا وَقَوَّاهُ الْحَاكِمُ وَحْدَهُ وَلَمْ يُصِبْ اور صرف امام حاکمؒ نے ہی اس راوی کو ثقہ قرار دیا ہے اچھا نہیں کیا۔ امام حاکمؒ نے نہیں بلکہ علامہ ذہبیؒ نے انہیں اکیلا قرار دے کر اچھا نہیں کیا اس لیے کہ امام حاکمؒ اکیلے نہیں ہیں علامہ سیوطیؒ بھی اس کی توثیق کی طرف مائل نظر آتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ هُوَ مِنْ رِجَالِ التِّرْمِذِيِّ قَالَ فِي الْمِيْزَانِ وَقَدْ قَوَّاهُ الْحَاكِمُ وَحْدَهُ وَلَمْ يُصِبْ وَاللّٰهُ اعلم

(اللآلی المصنوعہ صـ۲۴۵)

میں (سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ یہ راوی ترمذی کے راویوں میں سے ہے میزان میں علامہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ بیشک حاکمؒ اکیلے نے اس کو مضبوط قرار دیا ہے اور ٹھیک نہیں کیا اور اللہ بہتر جانتا ہے یعنی امام حاکمؒ نے ٹھیک کیا یا ذہبیؒ نے

دلیل ۷ | عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ سَمُرَةَ بْنَ جُنْدُبٍ وَعِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ تَذَاكَرَا فَحَدَّثَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ اَنَّهُ حَفِظَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیه وسلم سَكْتَتَيْنِ سَكْتَةً اِذَا كَبَّرَ وَسَكْتَةً اِذَا فَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَحَفِظَ ذٰلِكَ السَّمُرَةُ وَاَنْكَرَ عَلَيْهِ عِمْرَانُ بْنُ

حضرت سمرةؓ اور حضرت عمرانؓ بن حصین کا آپس میں مذاکرہ ہوا حضرت سمرةؓ نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انہوں (یعنی سمرةؓ) نے دو بار خاموش ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محفوظ کیا ہے ایک تکبیر افتتاح کے وقت اور ایک غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کی قراءۃ سے فارغ ہونے کے وقت حضرت عمرانؓ نے اس کا انکار کیا تو دونوں نے حضرت ابیؓ بن کعب کی طرف یہ مسئلہ پوچھنے

حُصَيْنٍ فَكَتَبَا فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ فِيْ كِتَابِهٖ اَوْ فِيْ رَدِّهٖ عَلَيْهِمَا اَنَّ سَمُرَةَ قَدْ حَفِظَ۔

کے لیے خط لکھا حضرت ابی ؓ بن کعب نے اپنے جوابی خط میں لکھا کہ حضرت سمرہ ؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح یاد کیا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ

(سنن ابوداود ص۱۱۳ج۱ وسنن ترمذی ص۵۹ج۱) قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ سَمُرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ

اس حدیث کی سند حسن ہے۔

حافظ ابن قیم حنبلیؒ لکھتے ہیں۔

وَقَدْ صَحَّ حَدِيْثُ السَّكْتَتَيْنِ مِنْ رِوَايَةِ سَمُرَةَ وَاُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ذَكَرَ ذٰلِكَ اَبُوْ حَاتِمٍ فِيْ صَحِيْحِهٖ

(زاد المعاد ص۵۲ج۱)

اور بیشک دو سکتوں (خاموشی) والی حدیث صحیح ہے حضرت سمرہ ؓ اور ابی ؓ بن کعب اور عمران ؓ بن حصین ؓ کی روایت سے اور ان سب روایتوں کا ذکر کیا ہے ابو حاتمؒ نے اپنی صحیح میں۔

قارئین کرام ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہوا کہ تکبیر افتتاح کے بعد جو سکتہ ہوتا ہے وہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ الخ پڑھنے کے لیے ہوتا ہے اور دوسرا سکتہ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بعد ہوتا ہے۔ وہ آمین کہنے کے لیے ہے چونکہ یہ دونوں چیزیں پوشیدہ پڑھی جاتی ہیں اس لیے انہیں سکتہ سے تعبیر کیا گیا۔ علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ سے عرف شذی شرح ترمذی میں نقل کیا گیا ہے کہ۔

"حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ شاید دوسرا سکتہ آمین خفیہ کہنے کے لیے تھا (عرف شذی شرح ترمذی مع سنن ترمذی ص۶۹ج۱)

بعض حضرات نے دو سے زیادہ سکتات کا قول بھی نقل کیا ہے مگر مرفوع حدیث میں صرف دو سکتے ہیں۔ چنانچہ امام عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمیؒ فرماتے ہیں۔

كَانَ قَتَادَةُ يَقُوْلُ ثَلَاثُ سَكَتَاتٍ وَفِي الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ سَكْتَتَانِ۔

(سنن دارمی ص۲۸۳ج۱ طبع دمشق)

حضرت قتادہؒ تین سکتات بیان کرتے تھے حالانکہ مرفوع حدیث میں صرف دو سکتے ہیں۔

اعتراض اوّل حضرت حسن بصریؒ کا حضرت سمرہ ؓ بن جندب سے سماع نہیں لہٰذا یہ روایت

منقطع ہے۔

جواب: حافظ ابن قیمؒ کے حوالہ سے سکتتین والی تینوں احادیث صحیح ثابت ہو چکی ہیں۔ اور حضرت حسن بصریؒ کا سماع حضرت سمرہؓ سے ثابت ہے دیکھئے (صحیح بخاری صفحہ ۸۲۲/۲) نیز

قَالَ السُّيُوطِيُّ فِي الْفَصْلِ الرَّابِعِ مِنْ كِتَابِ سِهَامِ الْإِصَابَةِ فِي الدَّعْوَاتِ الْمُجَابَةِ أَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ بِسَنَدٍ حَسَنٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ أَلَا أُحَدِّثُكَ حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى الله عليه وسلم مِرَارًا وَمِنْ أَبِي بَكْرٍ مِرَارًا وَمِنْ أَبِي عُمَرَ مِرَارًا۔ الحدیث (التعلیق الحسن علی آثار السنن صفحہ ۹۵)

سند حسن سے ثابت ہے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سمرہؓ نے فرمایا کہ کیا میں تیرے سامنے وہ حدیث نہ بیان کروں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے بار بار سنی ہے۔

علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"حضرت سمرہؓ سے حضرت حسن بصریؒ کے سماع میں تین مذہب ہیں۔

۱۔ ایک فریق بالکل منکر ہے۔

۲۔ دوسرا فریق صرف حدیث عقیقہ کا قائل ہے۔

۳۔ تیسرا فریق مطلقاً سماع کا قائل ہے۔

امام حاکمؒ۔ علی بن مدینیؒ۔ امام بخاریؒ اور امام ترمذیؒ تیسرے گروہ میں شامل ہیں (سبل السلام صفحہ ۳۷/۳ طبع دہلی باب العاریۃ حدیث ۱)

قَالَ أَبُو دَاوُدَ وَدَلَّتْ هٰذِهِ الصَّحِيفَةُ أَنَّ الْحَسَنَ سَمِعَ مِنْ سَمُرَةَ۔

امام ابوداؤدؒ کہتے کہ یہ صحیفہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت حسنؒ نے حضرت سمرہؓ سے حدیث سنی ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۴۰/۱)

علامہ احمد محمد شاکرؒ غیر مقلد اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں "وَهُوَ حَدِيثٌ صَحِيحٌ

رُوَاتُهٗ ثِقَاتٌ (شرح ترمذی ص۲۱) نیز فرماتے ہیں کہ حسنؒ کا سماع حضرت سمرہؓ سے ثابت ہے جیسا کہ ہم (علامہ شاکرؒ) نے شرح ترمذی ص۳۴۲ میں ذکر کر دیا ہے" الحاصل حضرت حسن بصریؒ کا سماع حضرت سمرہؓ سے ثابت ہے۔

اعتراض ثانی حافظ عبداللہ صاحبؒ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

" دوسرے سکتے میں چار احتمال ہیں (۱) یہ کہ دوسرا سکتہ فاصلہ کے لیے ہو (۲) یہ کہ معلوم ہو جائے ـــــــ کہ آمین فاتحہ سے نہیں ہے (۳) آمین آہستہ کہنے کے لیے ہے (۴) یہ دم (سانس) کے لیے ہے۔ اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ یعنی جب کسی چیز میں احتمال آجائے تو اس کو دلیل میں پیش کرنا باطل ہے (رفع یدین اور آمین ص۱۰۹ تا ۱۱۰)

جواب اول سکتہ اول میں اتفاق ہے کہ اس میں ثنا۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ یا دوسری دعا خفیہ پڑھی جاتی ہے۔ (۱) اس لحاظ سے دوسرے سکتہ کو بھی پہلے سکتہ پر قیاس کرتے ہوئے خفیہ پڑھیں گے تاکہ دونوں سکتوں کے درمیان مطابقت ہو جائے۔

(۲) سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ یا اللّٰھُمَّ بَاعِدْ الخ پڑھنا سنت ہے اور آمین کہنا بھی سنت۔

(۳) سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کا کبھی کبھار بطور تعلیم کے جہر کرنا جائز ہے۔

(۴) سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے خفیہ پڑھنے میں امام و مقتدی کے لیے یکساں حکم ہو گا۔

اتنی چیزوں میں احتمالات فاسدہ پیش کر کے صحیح حدیث کا رد کرنا کہاں کا انصاف ہے۔

جواب ثانی جناب حافظ صاحب روپڑیؒ نے اس حدیث کے رد کرنے کے لیے چار احتمال پیدا کر کے بعینہٖ وہی ڈھنگ اختیار کیا ہے جو کہ ایک منطقی نے اختیار کیا تھا چنانچہ مشہور ہے کہ ایک شخص نے منطقی عالم سے پوچھا کہ چوہا کنویں میں گر گیا ہے کنویں کو کس طرح پاک کیا جائے منطقی عالم نے سوچا کہ مسئلہ تو آتا نہیں اس لیے احتمالات فاسدہ پیدا کر کے اصل مسئلہ ہی کو رد کر دیا جائے تاکہ کسی طرح اس مسئلہ سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اس منطقی نے بھی روپڑی صاحبؒ کی طرح کہا کہ اس مسئلہ میں چار شقیں ہیں (۱) کنویں میں چوہا بھاگتے ہوئے گرا ہے (۲) یا آہستہ سے (۳) منہ کے بل گرا ہے (۴) یا سرین کے بل۔ ان چار شقوں میں سے ہر شق کا مسئلہ علیحدہ ہے اب سائل کو چاہیے کہ کسی شق کو متعین

کرے تاکہ مسئلہ کا جواب دیا جاسکے سائل نے کہا کہ میں کسی شق کو متعین نہیں کر سکتا منطقی نے کہتے ہوئے کہا پھر مسئلہ بھی ختم۔ یہی حال روپڑی صاحبؒ کا ہے کہ جب اس حدیث میں چار احتمال ہیں تو یہ حدیث کسی مسئلہ میں بھی پیش نہیں ہو سکتی لہذا بے فائدہ ہے (معاذ اللہ)

روپڑی صاحبؒ کے پہلے دو احتمال در اصل ایک احتمال ہے کیونکہ عبارت اس طرح ہو جائے گی۔ دوسرا سکتہ فاصلہ کے لیے ہوتا تاکہ معلوم ہو جائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں۔ مگر روپڑی صاحبؒ ـــــــ اس حدیث کے رد کرنے کی فکر میں مبتلا ہیں اس لیے ان کو بھینگے آدمی کی طرح ایک کے دو احتمال نظر آتے ہیں اور پھر یہ احتمال بھی بعض شوافع کا دمنع کردہ ہے مگر وہ اس میں خاصے پریشان نظر آتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سکتہ فاصلہ کے لیے ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آمین فاتحہ سے نہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ سکتہ اس لیے ہے کہ سورۃ فاتحہ کی قراءۃ مقتدی کہہ سکے۔ الحاصل وہ اس احتمال میں خاصے خبط میں پڑے ہوئے ہیں۔ لہذا یہ احتمال خبط کی نظر ہو گیا ہے۔

تیسرا احتمال سراسر باطل و کم فہمی پر مبنی ہے اس لیے کہ اس سکتہ کا سانس نکالنے سے کیا تعلق ہے جب کہ سانس ہر آیت کے ختم ہونے کے وقت تقریباً نکالنا پڑتا ہے۔ کیا غیر مقلدین حضرات بتا سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ فاتحہ کو ایک سانس سے پڑھا کرتے تھے اور پھر اس کے بعد سکتہ کے لیے سانس نکالا کرتے تھے معلوم ہوا کہ یہ احتمال محض احتمال ہی ہے جو سراسر باطل و غلط ہے باقی رہا اخفاء آمین والا احتمال تو وہ سکتہ اولیٰ کے ساتھ کئی چیزوں میں موافقت اور مشابہت کی بنا پر متعین ہے۔ وللہ الحمد۔

آثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

پہلا اثر۔ دلیل ۸ | عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ قَالَ عُمَرُ اَرْبَعٌ يُخْفِيْهِنَّ الْاِمَامُ اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاٰمِيْنَ وَاَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ

(رواہ ابن جریر) کنز العمال ص ۲۴۹ج ۴ (کتاب الصلوٰۃ طبع حیدرآباد دکن)

حضرت امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ خلیفہ راشد عمرؓ بن الخطاب فرماتے ہیں کہ امام کو چار چیزوں میں اخفار کرنے کا حکم ہے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۳) آمین (۴) اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

اس حدیث کو ابن جریر طبریؒ نے (تہذیب الآثار) میں روایت کیا ہے

اعتراض | یہ روایت مُرسل ہے اس لیے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کا سماع حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں ہے

جواب اول | ابراہیم نخعیؒ کے تمام مرسلات محدثین کرام کے نزدیک صحیح ہیں۔ مگر حدیث تاجر البحرین اور وہ بھی صحیح ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "نورالصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح" میں ذکر کر دیا ہے۔

جواب ثانی | حضرت ابراہیم نخعیؒ کا استاد ابو معمر عبداللہ بن سخبرہ الازدیؒ ہے اور وہ بھی حضرت عمرؓ سے اخفار آمین کی روایت بعینہٖ ان الفاظ سے نقل کرتے ہیں، جیسا کہ اس دلیل کے بعد اس کا ذکر آرہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ لہٰذا ابراہیم نخعیؒ کا حضرت عمرؓ سے اخفار آمین نقل کرنا بلاشک و شبہ صحیح ہے۔

دوسرا اثر دلیل ۹ | اَبُوْ مَعْمَرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنَّهٗ قَالَ يُخْفِى الْاِمَامُ اَرْبَعًا اَلتَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاٰمِيْنَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (عینی شرح الہدایہ ص ۱ ج ۱)

ابو معمرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ امام چار چیزوں میں اخفار کرے (۱) اعوذ باللہ (۲) بسم اللہ الخ (۳) وآمین (۴) وربنا لک الحمد

ابو معمرؒ کا نام عبداللہ بن سخبرہ الازدی الکوفیؒ ہے۔

رَوٰى عَنْ عُمَرَ وَعَنْهُ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِيُّ (تہذیب التہذیب ص ۲۳۰ ج ۵)

ابو معمرؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے اور اس ابو معمرؒ سے ابراہیم نخعیؒ روایت کرتے ہیں۔

لہذا حضرت ابراہیم نخعیؒ کی مرسل روایت اور ابو معمرؒ کی متصل روایت دونوں اپنے اپنے مقام پر صحیح ہیں۔

تیسرا اثر۔ دلیل ۳ ۔ وَرَوَيْنَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي لَيْلٰى اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ يُخْفِي الْاِمَامُ اَرْبَعًا اَلتَّعَوُّذَ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاٰمِيْنَ وَرَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (محلی ابن حزم ۳/۲۴۹ و ۳/۲۶۴)

(علی بن حزمؒ فرماتے ہیں) کہ ہم نے روایت کیا ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے بے شک حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ امام چار چیزیں پوشیدہ کرکے پڑھے۔ تعوذ و تسمیہ و آمین اور رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ۔

اس روایت کو امام ابن حزمؒ نے دو مقام میں ذکر فرمایا ہے اور اس پر کسی قسم کی جرح نہیں کی بلکہ اس کو ثابت مانتے ہیں ہاں اتنا فرماتے ہیں کہ مرفوع حدیث کا مقابلہ یہ اثر نہیں کر سکتا۔ لیکن علامہ صاحبؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں اس لیے کہ مرفوع حدیثیں اخفاء آمین میں موجود ہیں جیسا کہ ہم نے ذکر کر دیا ہے

اعتراض ۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کی ملاقات و سماع حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں کیونکہ عبدالرحمٰنؒ حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت چھ سال کے چھوٹے بچے تھے۔

جواب ۔ چھ سال کا بچہ اگر ذہین و فطین ہو تو حدیث بیان کر سکتا ہے جب کہ وہ خود کہے کہ بات میں نے محفوظ و ملحوظ کی ہے چنانچہ بعض بزرگوں کے واقعات میں ملتا ہے کہ انہوں نے چار یا ساڑھے چار سال کی عمر میں قرآن مجید پڑھ لیا تھا چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ نے ایک لڑکے کا "الکفایۃ فی علم الروایۃ" ص۶۴ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عبداللہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا

مَتٰى يَجُوْزُ سَمَاعُ الصَّبِيِّ فِي الْحَدِيْثِ فَقَالَ اِذَا عَقَلَ وَضَبَطَ۔

لڑکا کب حدیث میں سماع کے قابل ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب عاقل ہو جائے اور لفظ ضبط کر سکے۔

امام احمدؒ نے فرمایا کہ اگر اس بات پر عمل نہ کیا جائے تو پھر سفیان بن عیینہؒ و امام وکیعؒ جنہوں نے لڑکپن میں حدیثیں یاد و محفوظ کی ہیں ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہوگا (کتاب الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۶۱ طبع حیدرآباد دکن) موسیٰ بن ہارون الحمالؒ سے شاگردوں نے پوچھا۔

مَتٰی یَسْمَعُ الصَّبِیُّ الْحَدِیْثَ قَالَ اِذَا فَرَّقَ بَیْنَ الْبَقَرَۃِ وَالْحِمَارِ (کتاب الکفایۃ ص۶۵)	کہ بچہ حدیث کی سماعت کا کب اہل ہوسکتا ہے موسیٰ بن ہارون الحمال نے فرمایا کہ جب بیل اور گدھے میں تمیز کرسکے۔

امام بخاریؒ نے حضرت محمود بن الربیعؓ کا پانچ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث محفوظ کر لینے کا ذکر کیا ہے دیکھئے (صحیح بخاری ص۱۷ ج۱)

اس ضابطہ کے تحت محدثین کرام نے حضرت عبدالرحمٰنؒ کے سماع حدیث کو معتبر مانا ہے۔

امام مسلمؒ فرماتے ہیں۔

وَاَسْنَدَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی وَقَدْ حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔	اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو محفوظ بھی کیا ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ چھ سال کے چھوٹے لڑکے تھے۔

وَقَدْ رَوٰی عَنْ عُمَرَ وَرَاٰہُ (سنن ترمذی ص۱۳۹ ج۲ سورۃ یونس وص۱۸۳ ج۲ باب مایقول عند الغضب)	اور بے شک حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے اور ان کو دیکھا بھی ہے۔

امام احمدؒ ایک طویل حدیث بیان کرتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ کُنْتُ مَعَ عُمَرَ فَاَتَاہُ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْهِلَالَ هِلَالَ شَوَّالٍ فَقَالَ عُمَرُ یَااَیُّهَا النَّاسُ اَفْطِرُوْا (الی) وَمَسَحَ خُفَّیْهِ (الی) ثُمَّ صَلّٰی عُمَرُ الْمَغْرِبَ (مسند احمد ص۲۸ ج۱/۲۹)	عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس تھا کہ ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے شوال کا چاند دیکھا ہے پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ روزہ افطار کردو (الی ان قال) پھر حضرت عمرؓ نے وضوء کرتے ہوئے موزوں پر مسح کیا (الی)، پھر حضرت عمرؓ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

اس حدیث کی سند پر علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد ص۱۴۶ ج۳ میں جرح کی ہے جو بالکل غلط ہے اس لیے کہ عبدالاعلیٰ ثقہ وصدوق ہیں دیکھیے (تقریب ۲۰۹ وتہذیب التہذیب ص۹۴ ج۶)

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

رَأَى عُمَرَ يَمْسَحُ عَلٰى خُفَّيْهِ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد لکھتے۔

اَخْرَجَ الطَّبَرَانِیُّ وَاَبُوْنُعَیْمٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ رَاَیْنَا عُمَرَ بَالَ ثُمَّ مَسَحَ ذَکَرَہٗ بِالتُّرَابِ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَیْنَا وَقَالَ هٰکَذَا عُلِّمْنَا۔ (تعلیق المغنی ص۲۳/۱)

امام طبرانیؒ وامام ابونعیمؒ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں ہم نے حضرت عمرؓ کو پیشاب کرتے ہوئے پھر مٹی سے استنجاء کرتے ہوئے دیکھا پھر حضرت عمرؓ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ہمیں اسی طرح تعلیم دی گئی ہے۔

قارئین کرام معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت عبدالرحمٰنؓ کا اخفاء آمین نقل کرنا صحیح ہے اور اس روایت کے بعینہ وہی الفاظ ہیں جو پہلی دو روایتوں کے تھے۔

چوتھا اثر دلیل ۱۱ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عُمَرُؓ وَعَلِیٌّؓ لَا یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّأْمِیْنِ۔ (طحاوی ص۱۲۰/۱)

حضرت ابووائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب وحضرت علیؓ دونوں تعوذ وتسمیہ وآمین میں جہر نہ کرتے تھے۔

اور اس روایت کو امام محمد بن جریر طبریؒ یوں روایت کرتے ہیں۔

انا اَبُوْکُرَیْبٍ نا اَبُوْبَکْرِ بْنِ عَیَّاشٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ عُمَرُ وَعَلِیٌّ یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِاٰمِیْنَ۔ (تہذیب الآثار)

حضرت عمرؓ بن خطاب اور حضرت علیؓ نہ تو بسم اللہ میں جہر کرتے اور نہ آمین میں۔

جب حضرات خلفاء راشدین اخفاء آمین کریں تو باقی صحابہؓ کا اخفاء آمین کرنا اور اس پر مجتمع ہونا یقینی ہے۔

اعتراض ۱: اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوسعید بقال ہے جس کو ابوسعد بھی کہا جاتا ہے وہ

ضعیف اور مدلس ہے۔

جواب | ابوسعد البقال جس کا نام سعید بن المرزبان العبسی الکوفی ہے حسن درجے کا راوی ہے ۔
امام بخاریؒ سے بعض نے اس کا منکر الحدیث ہونا نقل کیا ہے جو صحیح نہیں ——————
—— اس لیے کہ امام ترمذیؒ نے جو امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں انہوں نے العلل الکبیر میں امام بخاریؒ سے مقارب الحدیث ہونا اس راوی کا نقل کیا ہے بحوالہ (نصب الرایہ ص۲۹۶ ج۴ و تعلیق المغنی ص۳۶۰ شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد)

مولانا مبارکپوریؒ غیر مقلد فرماتے ہیں کہ

• مقارب الحدیث بفتح الراء ہو یا بکسر الراء دونوں صورتوں میں یہ لفظ تعدیل و ثقاہت پر دلالت کرتا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس راوی کی حدیث ثقہ راوی کی حدیث کے قریب ہے ۔
(مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۹۵)

اور ایک مقارب الحدیث راوی کو امام بخاریؒ فرماتے ہیں ثقۃ مقارب الحدیث ۔
(ترمذی مع عرف شذی ص۲۹۶)

امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں صدوق مدلس (میزان الاعتدال ص۳۹۱ ج۱ و مجمع الزوائد ص۱۴۱ ج۱)
امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں یہ ان ضعفاء میں سے ہے جن کی حدیثیں جمع کرکے بطور تائید پیش کی جا سکتی ہیں ۔ اور ضعیف سمجھ کر چھوڑا نہیں جا سکتا (تہذیب التہذیب ص۸۰ ج۴ و میزان الاعتدال)
امام ابواسامہؒ فرماتے ہیں کہ ابوسعد بقالؒ نے ہمیں حدیثیں بیان فرمائیں اور آپ ثقہ تھے ۔
(تہذیب التہذیب ص۷۹ ج۴ و مجمع الزوائد ص۱۴۱ ج۱)
علامہ ہیثمیؒ (استاذ حافظ ابن حجرؒ) فرماتے ہیں ابوسعد البقال وہو ثقہ مدلس (مجمع الزوائد ص۱۰۸ ج۲)
امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کَانَ مِنْ اَقْرَأِ النَّاسِ لوگوں میں سے ابوسعد بقال قرآن کے بڑے قاری تھے ۔
امام عجلی فرماتے ہیں کہ امام وکیع نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب ص۸۰ ج۴) حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام وکیع کی عبارت ابوسعد بقال کے ثقہ ہونے پر دال نہیں ہے کیونکہ عبارت اس طرح ہے امام وکیعؒ سے ابوسعد بقالؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے کہا
اَحْمَدُ اللّٰہَ کَانَ یَرْوِیْ عَنِ الْجَوَائِلِ ۔ میں (وکیعؒ) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں کہ ابوسعدؒ

وَاَبُوْوَائِلٍ ثِقَۃٌ ۔ حضرت ابووائلؓ سے روایت کرتے ہیں اور ابووائلؓ ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ کا اعتراض کئی وجوہ سے مخدوش ہے ۔

(۱) جس طرح امام عقیلیؒ نے اس عبارت سے امام وکیعؒ کی توثیق ابوسعد بقالؒ کے بارے میں سمجھی ہے اسی طرح حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ ہیثمیؒ نے بھی یہی کچھ سمجھا ہے چنانچہ مجمع الزوائد ص۳۲۹ ج۱۰ میں ہے

ابوسعد البقال وھو مدلس وَقَدْ وَثَّقَہٗ وَکِیْعٌ ۔

(۲) اگر علی الاطلاق اس عبارت سے بقالؒ کی توثیق نہیں سمجھی جاتی ہے تو ضرور یہی سمجھا جاتا ہے کہ ابوسعدؒ جب ابووائلؓ سے روایت کریں تو وہ صحیح ہوتی ہے اور اسی بناء پر امام وکیعؒ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی ہے۔ حافظ صاحبؒ کی بات مانتے ہوئے بھی ہمارا مدعا ثابت ہے ۔ ے

دفا کا اپنی ثبوت کیا دوں یہ میری الفت کی انتہا ہے

کہ جس کو وہ چاہتے ہیں ہمدم میں خیر اسکی منا رہا ہوں

حافظ صاحبؒ خود فتح الباری شرح البخاری ص۱۸۶ ج۹ میں ابوسعد بقالؒ کی ایک روایت کو حسن قرار دیتے ہیں۔ ع این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند ۔ معلوم ہوا کہ ہماری روایت اخفاء آمین والی بھی حسن درجہ سے جو قابل احتجاج ہوتا ہے کسی طرح کم نہیں۔ جب کہ اور روائتیں بھی اسکی مؤید ہیں۔

علامہ منذریؒ فرماتے ہیں اَبُوْسَعْدٍ وَقَدْ وُثِّقَ (الترغیب والترھیب ص۸۰ ج۴) امام ساجیؒ فرماتے ہیں صَدُوْقٌ فِیْہِ ضُعْفٌ (تہذیب ص۸۰ ج۴) حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شریک بن عبداللہ النخعیؒ سے پوچھا۔

تَعْرِفُ اَبَاسَعْدٍ الْبَقَّالَ قَالَ اِیْ وَاللّٰہِ اَعْرِفُہٗ عَالِی الْاِسْنَادِ الخ — کیا آپ ابوسعد بقالؒ کو پہچانتے ہیں انہوں نے جواباً کہا ہاں اونچی سند والا ہے ۔

(الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۳۶۰)

امام ترمذیؒ کے ہاں بھی حسن الحدیث ہے چنانچہ ترمذی ص۱۷۶ ج۲ ۔ بَابُ مَاجَاءَ فِی الدُّعَاءِ اِذَا اَصْبَحَ وَاِذَا اَمْسٰی ۔ میں اس کی حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں۔

امام محمد بن جریر طبریؒ تہذیب الآثار میں ابوسعد بقالؒ و دیگر اخفاء آمین کی روایات کو صحیح

قرار دیتے ہیں اور جمہور صحابہ کرامؓ و جمہور تابعین کرامؒ کا مسلک قرار دیتے ہوئے اس کو پسندیدہ و مختار سمجھ کر اپنا عمل بھی اخفاءِ آمین بیان فرماتے ہیں۔ علاوہ ازیں ابو سعد بقالؒ کی روایت علی الاطلاق ان کے نزدیک صحیح ہے چاہے ابو وائلؒ کے طریق سے ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ تاریخ طبری کے مختلف مقامات میں ابو سعد بقالؒ کی روایت کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

" وَكَانَ صَحِيحًا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعْدٍ الْبَقَّالِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ "

(تاریخ طبری صـ۱۴/۱ طبع مصر)

فَاَمَّا الْخَبَرُ بِالتَّحْقِيْقِ مَا قَالَ الْقَائِلُوْنَ كَانَ اِبْتِدَاءُ الْخَلْقِ يَوْمَ الْاَحَدِ فَمَا حَدَّثَنَا بِهٖ هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعْدٍ الْبَقَّالِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ (الی) ذٰلِكَ عِنْدِيْ الصَّوَابُ (تاریخ طبری صـ۳۰/۱)

" حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ هَنَّادُ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعْدٍ الْبَقَّالِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مثله (الی)، وَالْخَبَرُ الْاَوَّلُ اَصَحُّ مَخْرَجًا وَاَوْلٰى بِالْحَقِّ (تاریخ طبری صـ۳۷/۱)

وَهُوَ الصَّحِيْحُ عِنْدَنَا لِلْخَبَرِ الَّذِيْ حَدَّثَنَا بِهٖ هَنَّادُ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْبَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ اَبِيْ سَعْدٍ الْبَقَّالِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم (تاریخ طبری صـ۴۸/۱)

امام محمد بن جریر طبریؒ تاریخ طبری صـ۴۲/۱ میں بھی ابو سعد بقال کی روایت سے احتجاج کرتے ہیں۔

باقی رہا تدلیس کا طعن اولاً تو باوجود تدلیس کے امام وکیعؒ و امام محمد بن جریر طبریؒ ابو سعد بقالؒ کی روایت کو صحیح قرار دیتے اور شریک بن عبد اللہؒ اونچی درجے کی سند سے تعبیر کرتے ہیں اور امام ابو اسامہؒ علی الاطلاق ثقہ قرار دیتے ہیں اور تدلیس کا اعتبار نہیں کرتے اور امام ترمذیؒ و حافظ ابن حجرؒ ابو سعدؒ کی روایت کو حسن قرار دیتے ہیں اور تدلیس کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ حافظ ابن حجرؒ کے ہاں یہ اخفاءِ آمین کی حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس لیے کہ وہ درایہ صــــ میں

حضرت عمرؓ سے جہر بسملہ کی حدیث کا رد طحاوی والی اسی روایت سے کرتے ہیں جس میں اخفار بسم اللہ وتعوذ وآمین کا ذکر ہے چنانچہ اصل الفاظ یوں ہیں۔

"وَيُعَارِضُهُ حَدِيثٌ كَذَا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ مِنْ طَرِيقِ أَبِي وَائِلٍ كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِالْبَسْمَلَةِ۔

اگر اخفار آمین کی یہ حدیث حافظ صاحبؒ کے ہاں صحیح وثابت نہ ہوتی تو اس کو معارضہ میں پیش کرنا بے سود ہوتا۔ معلوم ہوا کہ حافظ صاحبؒ کے ہاں یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔

علاوہ ازیں تدلیس کا طعن دوسری روایت یا متابعت سے اٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ضابطہ خود غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں کو بھی تسلیم ہے دیکھئے (تحقیق الکلام ص۶۲ ج۱ بحوالہ احسن الکلام ص۱۹۲ ج۱ طبع دوم) ومقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۹۳ و نیل الاوطار ص۱۷۹ ج۱) اخفار آمین کی کئی روایتیں بیان ہو چکی ہیں۔

الغرض یہ حدیث صحیح ہے اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا اخفار آمین کرنا بہت بڑی دلیل ہے لیکن صرف متلاشیان حق کے لیے۔

پانچواں اثر دلیل ۱۲ | عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ وَعَبْدُ اللهِ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّأْمِيْنِ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَفِيْهِ أَبُو سَعْدٍ الْبَقَّالُ وَهُوَ ثِقَةٌ مُدَلِّسٌ۔ (مجمع الزوائد ص۱۰۸ ج۲)

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ و حضرت عبداللہؓ بن مسعود نہ تو بسم اللہ میں جہر کرتے اور نہ تعوذ میں اور نہ آمین میں یہ حدیث امام طبرانیؒ نے کبیر میں روایت کی ہے اور اس کی سند میں ابو سعد بقالؒ ہے جو کہ ثقہ (معتبر) ومدلس ہے۔

قارئین کرام پہلے گذر چکا ہے۔ کہ ابو سعد بقالؒ کی روایت بطریق حضرت ابو وائلؒ کے صحیح ہے یہ روایت بھی ابو وائلؒ کے طریق سے ہے اور ابو وائلؒ کے طریق کے بغیر بھی صحیح وحسن ہے اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی ذکر ہے۔ کہ وہ بھی اخفار آمین کیا کرتے تھے۔

چھٹا اثر۔ دلیل ۱۳ | وَعَنْ حَمْزَةَ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ

كِلَاهُمَا عَنْ بن مسعود قَالَ يُخْفِي الْإِمَامُ ثَلَاثًا اَلْاِسْتِعَاذَةَ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَآمِيْنَ - (محلی ابن حزم ص۲۴۹ ج۲ و ج۲۶۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ امام تین چیزوں کو پوشیدہ کرے اعوذ باللہ۔ بسم اللہ و آمین۔

علامہ ابن حزمؒ نے اس روایت پر کوئی جرح نہیں فرمائی۔ لیکن اس میں ایک راوی ابوحمزہ ضعیف ہے مگر امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں یُکْتَبُ حَدِیْثُہٗ (میزان الاعتدال ص۲۲۴ ج۴) یعنی اس کی حدیث لکھ کر بطور تائید پیش کی جا سکتی ہے ہم نے بھی یہ حدیث بطور تائید کے پیش کی ہے۔ کیونکہ صحیح روایت طبرانی کے حوالہ سے ابھی گذری ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت عبداللہؓ اخفاء آمین کرتے تھے اور جہراً آمین نہ کرتے تھے۔

اعتراض اوّل | حافظ روپڑی صاحبؒ اور مولانا عبدالستار صاحبؒ لکھتے ہیں۔

"کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کسی سند سے بھی اخفاء آمین مروی نہیں ہے (رفع یدین اور آمین ص۱۷۱، ۲۳۱۔ فتوی آمین بالجہر ص۴۷)

جواب | ان دونوں روایتوں نے ان کے اس زعم باطل کا قلع قمع کر دیا ہے۔

سوال کر کے میں خود ہی بہت پشیماں ہوں | جواب دے کے مجھے اور شرمسار نہ کر

اعتراض ثانی | مفتی عبدالستار صاحبؒ لکھتے ہیں کہ

ابن ابی شیبہ دارقطنی و بیہقی و طحاوی طبقہ ثالثہ میں ہیں اور ان کی بہت سی روایات قابل اعتبار نہیں (فتوی آمین بالجہر ص۳)

جواب | مفتی صاحبؒ کا یہ ذہن و گمان بہت غلط ہے اور یہ سوچ خود ان کے اپنے حق میں بھی بڑی خطرناک ہے۔ طبقہ ثالثہ کی سب روایات قابل اعتماد ہیں سوائے ان روایات کے جو اصول حدیث کے لحاظ سے غلط ہوں اور ہم نے ان حدیثوں کے راویوں کی توثیق بیان کر دی ہے۔ لہذا صحیح روایات کا انکار کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرامؓ کے ساتھ عداوت کا اظہار کرنا ہے خدا تعالیٰ معاف فرمائے۔ آمین۔

قارئین کرام صرف یہی نہیں کہ طبقہ ثالثہ کی کتابوں کو وہ غیر معتبر گردانتے ہیں بلکہ ہر وہ حدیث

ان کے ہاں ضعیف ہے جو ان کے مذہب کے خلاف ہو چنانچہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں "جہاں کہیں ضعف کی کہیں صحت کی تصریح کرنی پڑتی ہے بخاری و مسلم میں بھی کئی موقعہ پر ایسا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مسلم میں حدیث وَاِذَا قَرَاَ فَانْصِتُوْا کی بابت صحت و ضعف کی بحث ہے" (رفع یدین اور آمین ص۱۳۴)

تنبیہ | مفتی عبدالستار صاحب نے اسی مقام پر امام طحاویؒ کے خلاف بھی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ کی عبارت بحوالہ علامہ عبدالحی رہ کی کتاب "الفوائد البہیہ" کے لکھ ماری اس میں کئی خیانتیں اور غلطیاں بھی کر ڈالیں۔

(۱) طحاوی شریف کو طبقہ ثالثہ میں شمار کرنا متفق علیہ نہیں ہے بلکہ بعض محدثین کرام کے ہاں طحاوی شریف اول درجے کی ہے یعنی صحاح میں شامل ہے چنانچہ امام ابن حزمؒ کے ہاں صحاح یہ ہیں۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح سعید بن السکن، منتقیٰ ابن جارود، منتقیٰ قاسم بن اصبغ ۔ طحاوی شریف الخ دیکھئے (تذکرۃ الحفاظ ص۳۲۸/ج۲ طبع حیدرآباد دکن)

مفتی عبدالستار صاحب علامہ ابن حزمؒ کو مختلف القاب سے یاد کرتے ہیں مثلاً امام۔ علامہ فخر اندلس، مجدد قرن خامس۔ رئیس المحققین دیکھئے (فتاوی ستاریہ ص۳۱/ج۴ و ص۵/ج۲ و ص۵/ج۳ و ص۱۹/ج۴)

(۲) امام تیمیہؒ نے امام طحاویؒ کو کثیر الحدیث کہا ہے مگر مفتی عبدالستار صاحبؒ نے اردو ترجمہ میں اس کا ذکر نہیں کیا جو ان کی خیانت کی ایک بڑی مثال ہے۔

(۳) علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے جو امام ابن تیمیہؒ کی تردید کی ہے اس کو بھی وہ شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں ؎

جھوٹ کی آبرو بھی رکھنی تھی   صدق کا احترام کیا رکھتا

الحاصل اخفاء آمین کی روایات نہایت صحیح ہیں اور جمہور صحابہ کرامؓ و جمہور تابعین کرامؒ کا بھی اسی پر عمل ہے نیز امام مالکؒ اور آپکے متبعین مالکیہ و امام شافعیؒ و بعض شوافع و امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے متبعین و محمد بن جریر طبریؒ اور دیگر محدثین کرام مثلاً سفیان ثوریؒ وغیرہ سب اخفاء آمین پر عمل کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ غیر مقلدین حضرات نے اپنی آنکھوں

پر تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہو تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے ؎

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے ۔۔۔۔ اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا

مگر سب غیر مقلدین ایک جیسے نہیں ہوتے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں۔ "دلائل دونوں جانب موجود ہیں اور اخفاء آمین جائز ہے ؎

کیا ہی خوب کہ غیر پردہ کھولے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

باب دوم

فریق مخالف کے دلائل غیر مقلدین حضرات کے پاس جہر آمین کے بارے میں کوئی خاص دلائل نہیں ہیں۔ کیونکہ بعض روایات موضوع دمن گھڑت ہیں اور بعض انتہائی درجہ کے ضعیف اور بعض غیر صریح اور بعض جگہ اخفاء آمین کے دلائل کو جہر آمین کے دلائل بنانے کی بھی ناکام کوشش کی گئی ہے چنانچہ امام بخاری ؒ نے جزء القراءۃ وجزء رفع الیدین دو رسالے لکھے ہیں کیونکہ جیسے بھی سہی کچھ نہ کچھ دلائل ان دو مسئلوں کے بارے میں ان کے پاس تھے۔ اور آمین کے بارے میں انہوں نے کوئی رسالہ نہیں لکھا اور نہ صحیح بخاری میں جہر آمین کی کوئی دلیل پیش کی بعض حدیثوں پر انہوں نے جہر ماموم یا امام کا عنوان دے دیا ہے جب کہ ان حدیثوں سے اخفاء آمین زیادہ ظاہر ہے۔ بلنسبت جہر آمین کے اور ایک دو صحابہؓ کا اثر بھی بغیر سند کے لکھ دیا اور سند بالکل بیان نہیں فرمائی۔

مفتی عبدالستار صاحب کا ایک بہت بڑا دھوکہ مفتی عبدالستار صاحب امام جماعت غرباء اہل حدیث تحریر فرماتے ہیں "اس (جہر آمین کے) بارے میں باسناد صحیح سترہ احادیث اور تین اثر تو صرف امام شوکانی ؒ نے نیل میں نقل کی ہیں چنانچہ فرماتے فَهٰذِهٖ سَبْعَةَ عَشَرَ حَدِيْثًا وَثَلَاثَةُ آثَارٍ

(فتوی آمین بالجہر ص۲۵ تا ۲۶)

قارئین کرام باسناد صحیح کہنا نرا جھوٹ ہے کیونکہ علامہ شوکانی ؒ نے خود بعض روایتوں پر جرح کی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عیاش کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَفِیْ اِسْنَادِهٖ طَلْحَةُ بْنُ عَمْرٍو وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيْهِ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ" — اور اس روایت کی سند میں طلحہ بن عمرو ہے اور اس راوی کے بارے میں بہت سارے اہل علم نے کلام کیا ہے۔

اور حضرت سلمانؓ کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں وَفِيْهِ سَعِيْدُ بْنُ بَشِيْرٍ۔ اور حضرت ام الحصینؓ کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں وَفِيْهِ اِسْمٰعِيْلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمَكِّيُّ وَهُوَ

ضَعِیفٌ" اور اس سند میں اسمعیل بن مسلم مکی ہے اور وہ ضعیف ہے۔ حضرت شہابؓ کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں "مُرْسَلٌ"

اور حضرت علیؓ کی ایک موقوف روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابو حاتمؒ نے کہا ہے۔

" هٰذَا عِنْدِیْ خَطَاءٌ" (نیل الاوطار ص۲۲۲/ج۲) یہ میرے نزدیک غلط ہے۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ علامہ شوکانی وغیر مقلد خود اپنی نقل کردہ روایتوں کے کمزور ہونے کا اعلان کرتے ہیں اور بعض روایتوں پر صحت کا حکم لگانے سے خاموش ہیں مگر امام غرباء اہلحدیث دھوکہ دہی سے ذرہ نہیں گھبراتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دھوکہ سے بچائے۔ آمین۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم غیر مقلدین حضرات کے دلائل بالتفصیل ذکر کردیں تاکہ ان کا تانا بانا آپ پر ظاہر ہو جائے۔

دلیل ۱ | مفتی عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد سنن ابی داؤد کے حوالہ سے حضرت وائلؓ بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس آپ نے پکار کر آمین کہی (فتویٰ آمین بالجہر ص۱۲)

جواب | اس حدیث کی سند میں علاء بن صالح الاسدی واقع ہے ابو داؤد کی روایت میں علی بن صالح ہے جو کہ وہم ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

" وَسَمَّاہُ اَبُوْدَاؤُدَ فِیْ رِوَایَتِہٖ عَلِیَّ بْنُ صَالِحٍ وَھُوَ وَھْمٌ" (تہذیب التہذیب ص۱۸۴/ج۸)

اور امام ابو داؤدؒ نے ایک روایت میں اس راوی کا نام علی بن صالح بتایا ہے اور یہ اس کا وہم ہے۔

چنانچہ جن کتابوں میں اس روایت کا بیان ہے وہاں علاء بن صالح آیا ہے دیکھئے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۹/ج۱ و ترمذی ص۵۸/ج۱)

البتہ حافظ عبداللہ صاحبؒ روپڑی غیر مقلد نصب الرایہ ص۱۳۷/ج۱ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں علی بن صالح ویقال العلاء بن صالح الاسدی (رفع یدین اور آمین ص۲۴۲) اور ص۲۵ میں لکھتے ہیں "علاء بن صالح یہ ثقہ ہے ان کو علی بن صالح بھی کہتے ہیں" بلفظہٖ۔

اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نام ایک راوی کے ہیں روپڑی صاحب نے اگرچہ اس راوی کو

ثقہ قرار دیا ہے۔ حقیقت میں یہ بہت ہی کمزور راوی ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

امام ابوحاتمؒ اور ابن معینؒ و ابوداؤدؒ نے ثقہ قرار دیا ہے مگر امام بخاریؒ کے استاذ حضرت علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں رَوٰی اَحَادِیْثَ مَنَاکِیْرَ کہ اس راوی نے اوپری و غلط روایتیں نقل کی ہیں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں قُلْتُ وَقَالَ الْبُخَارِیُّ لَا یُتَابَعُ عَلَیْہِ یعنی میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ اس راوی علاء بن صالح الاسدی کی متابعت اور موافقت نہیں کی جاتی۔ (تہذیب صفحہ ۱۸۲)

اس لحاظ سے یہ حدیث امام بخاریؒ وان کے استاذ حضرت علی بن مدینیؒ کے ہاں ضعیف و غلط ہے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ کَانَ مِنْ عُتُقِ الشِّیْعَۃِ (میزان الاعتدال ج۲ ص۲۱۲) امام ابوحاتمؒ نے کہا یہ غالی قسم کا شیعہ تھا۔

اور حضرت علی بن مدینیؒ نے کہا ہے کہ یہ مُنکَر روایتیں بیان کرتا ہے۔ علامہ ذہبیؒ اس راوی کی ایک منکر اور موضوع روایت بیان فرماتے ہیں۔

اَلْعَلَاءُ بْنُ صَالِحٍ (الی) قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُھَا بَعْدِیْ اِلَّا کَذَّابٌ صَلَّیْتُ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعَ سِنِیْنَ۔ رواہ فی الخصائص ؎	حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں عبداللہ ہوں اور رسول اللہ کا بھائی ہوں اور صدیق اکبر ہوں میرے بعد نہیں کہے گا صدیق اکبر مگر جو بہت بڑا جھوٹا ہوگا۔ اور میں دوسرے لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھتا رہا ہوں۔

قارئین کرام اہلسنت والجماعت کے ہاں صدیق اکبر حضرت ابوبکرؓ ہیں جن کا اسم گرامی "عبداللہ بن عثمان" ہے بلکہ بعض شیعہ تفاسیر مثل مجمع البیان ص ۱۵۵ ج ۲۳ طبع بیروت میں آیت وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ پ ۲۴ ۔ کے تحت اس کا شان نزول حضرت ابوبکر صدیقؓ بیان کیا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سیدنا حضرت علیؓ بھی اپنے زمانہ میں صدیق اکبر تھے۔ علاء بن صالح کی اسی جھوٹی روایت کو شیعہ حضرات نے بعینہٖ اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے چنانچہ ملا محمد باقر مجلسی بھی اس کو نقل کرتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام میفرمود منم صدیق اکبر نمیگوید این سخن را بعد من مگر دروغ گوئے وہفت سال پیش از دیگراں نماز کردم (حق الیقین فارسی ص۱۰ طبع ایران)	امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا میں صدیق اکبر ہوں میرے بعد اس بات کو جھوٹا آدمی ہی کہہ سکتا ہے اور میں نے دوسروں سے سات سال پہلے نماز ادا کی۔

ایسے راوی کے متعلق بعض محدثینؒ کی توثیق کا کوئی اعتبار نہیں اس قسم کے راویوں کی روایت پر غیر مقلدین حضرات کے مذہب کا مدار ہے۔ خدا پناہ دے۔

مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد کی بدحواسی | مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں۔

" دفع دخل مقدر۔ بعض مقلدین حدیث ہذا کے متعلق یہ شبہ واعتراض وارد کرتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبداللہ راوی مجہول ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ جس عبداللہ کو اسماء الرجال والوں نے مجہول لکھا ہے وہ عبداللہ تیمی ہے جو راوی شمائل ترمذی کا ہے اور یہ عبداللہ دوسی ہے جس کا حال تقریب التہذیب میں یوں لکھا ہے۔ عبداللہ دوسی ابن عم ابی ہریرۃ مقبول من الثالثۃ (ص) یعنی یہ عبداللہ دوسی ہے حضرت ابوہریرہؓ کا چچا زاد بھائی ہے تیسرے طبقہ کا فَانْدَفَعَ مَا اَوْرَدَ وَتَوَھَّمَ پس ایسے شبہات واہیہ کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔

(فتوی آمین بالجہر ص۱۲ تا ص۱۳)

قارئین کرام ہم حیران ہیں کہ حضرت مفتی صاحب سے اغلاط در اغلاط کیوں ہو رہی ہیں۔

اولاً تو مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ مقلدین اس حدیث کے متعلق شبہ وارد کرتے ہیں کہ اس میں عبداللہ مجہول ہے۔ حالانکہ اس حدیث کی سند میں نہ عبداللہ ہے اور نہ مقلدین حضرات کا یہ شبہ ہے، بلکہ اس کی سند میں علاء بن صالح ہے جس کا ضعف ہم نے بیان کر دیا ہے۔

ثانیاً:۔ جس راوی کو مفتی صاحب بار بار عبداللہ کہہ رہے ہیں وہ عبداللہ نہیں بلکہ ابو عبداللہ ہے نہ جانے مفتی صاحب کو باپ بیٹے کا فرق کیوں نظر نہیں آتا۔

ثالثاً:۔ ابوعبداللہ دوسی مجہول ہے اور اس کی بحث عنقریب اپنے مقام پر آرہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ لہذا ہم قارئین کرام سے التماس کرتے ہیں کہ غیر مقلدین حضرات اور خصوصاً

مفتی عبدالستار صاحب کے شبہات کا ہرگز اعتبار نہ کریں۔ مزید تعجب در تعجب یہ ہے کہ مفتی صاحب کے اس رسالہ کی حافظ عبداللہ صاحب روپڑی و مولانا محمد یوسف صاحب کلکتہ والے کراچی و مولانا محمد اسحٰق صاحب برق غزنوی و مولانا عبدالجلیل صاحب ایڈیٹر صحیفہ اہل حدیث کراچی و مولانا محمد صادق سیالکوٹی و مولانا حکیم ابوالاشفاق محمد اسحٰق صاحب سب نے تصدیق کی اور تقریظ لکھی تو ایسی بڑی اغلاط سے وہ مفتی صاحب کو مطلع کر دیتے مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ غیر مقلدین حضرات حدیث اور فن اسماء الرجال کے ساتھ ایسی زیادتیاں کرتے رہتے ہیں بس مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق کے درپے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

دلیل ۲ | مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد نقل فرماتے ہیں۔

"یعنی حضرت ابوہریرہؓ صحابی رسولؐ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ پڑھتے تو اتنی بلند آواز سے آمین کہتے کہ پہلی صف کے مقتدی سن لیتے یہ حدیث ابوداؤد مطبع ایضاً صفحہ ایضاً میں ہے۔" (فتویٰ آمین بالجہر ص ۱۳)

جواب | اس میں مفتی صاحب نے کئی خیانتیں کی ہیں۔

(۱) حدیث کے معنی غلط کئے ہیں چنانچہ اس طرح ترجمہ کرنا کہ "بلند آواز سے آمین کہتے" غلط ہے حدیث میں "بلند آواز سے" کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۲) "پہلی صف کے مقتدی سن لیتے" یہ ترجمہ بھی غلط ہے صحیح اس طرح ہے کہ پہلی صف میں سے جو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتے سن لیتے۔ چنانچہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد نے "رفع یدین اور آمین" کے ص ۲۰ میں اور غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل فی الکل مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی غیر مقلد نے فتاویٰ نذیریہ جلد اول میں صحیح ترجمہ کیا ہے۔

(۳) مفتی عبدالستار صاحب نے اس حدیث کے بارے میں جو تحسین و تصحیح نقل فرمائی ہے بہت خیانت و دھوکہ سے کام لیا ہے اس لیے کہ یہ تصحیح و تحسین کے حوالے اس حدیث کے بارے میں نہیں ہیں جو ابوداؤد میں بشر بن رافع الحارثی کے طریق سے نقل کی گئی ہے بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری روایت جو مستدرک حاکم و صحیح ابن حبان و سنن بیہقی و دارقطنی میں اسحٰق بن ابراہیم

بن زبریق کے طریق سے مروی ہے جس کا جواب اپنے مقام میں بیان کیا جائے گا۔ خود مفتی صاحب نے اپنے رسالہ کے صہ ۱۸ میں یہ تصحیح و تحسین اسحٰق بن ابراہیم کی روایت کے بارے میں نقل کی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مفتی صاحب یا تو علم حدیث سے واقف نہیں یا پھر دھوکہ دہی کی کوشش کر رہے ہیں۔

قارئین کرام یہ تو مفتی صاحب کی خیانتیں تھیں اب اس روایت کا حال ملاحظہ ہو یہ حدیث ثابت نہیں ہے اس میں دو راوی واقع ہیں ایک وضّاع ہے یعنی حدیث اپنی طرف سے گھڑنے والا اور دوسرا مجہول ہے۔

پہلا راوی بشر بن رافع ابوالاسباط الحارثی النجرانی ہے امام محمد بن طاہر المقدسی ظاہری المتوفی ۵۰۷ھ (الحافظ العالم المکثر الجوال ابوالفضل المقدسی۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۴) حافظ ابن منذہ نے کہا ہے کان ابن طاہر احد الحفاظ حسن الاعتقاد جمیل الطریقۃ صدوقاً عالماً بالصحیح والمستقیم کثیر التصانیف تذکرۃ الحفاظ صہ ۲۹ ج ۴) فرماتے ہیں۔

بشر بن رافع النجرانی یضع الحدیث۔ بشر بن رافع نجرانی خود حدیثیں بنایا کرتا تھا۔

(تذکرہ مقدسی صہ ۱۶۵ ذیل موضوعات کبیر طبع نور محمد کراچی)

بشر بن رافع النجرانی یروی الموضوعات بشر بن رافع نجرانی موضوع حدیثیں روایت کرتا تھا۔

(تذکرۃ مقدسی صہ ۱۳۰)

امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں۔

یَرْوِی اَشْیَاءَ مَوْضُوْعَۃً کَاَنَّہٗ الْمُتَعَمِّدُ لَہَا (میزان الاعتدال صہ ۱۴۷ ج ۱) موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے گویا کہ جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں بشر بن رافع وَلَیْسَ بِالْقَوِیِّ فِی الْحَدِیْثِ (سنن ترمذی صہ ۱۲۱ ج ۱) صاحب مشکوٰۃ بھی امام ترمذیؒ سے اس کے متعلق جرح نقل فرماتے ہیں دیکھئے (مشکوۃ صہ ۱۴۷) امام نسائیؒ بھی فرماتے ہیں وَلَیْسَ بِالْقَوِیِّ امام بخاریؒ فرماتے ہیں لَایُتَابَعُ عَلَیْہِ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ ضعیفٌ امام ابن معینؒ فرماتے ہیں حَدَّثَ بِمَنَاکِیْرَ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال

جلد اوّل میں اور حافظ ابن حجرؒ تہذیب التہذیب میں اس پر بہت سے محدثین کرامؒ سے جرح نقل کرتے ہیں۔ نیز تقریب التہذیب صـ۴۲ میں فرماتے ہیں" بشر بن رافع ابو الاسباط الحارثی فقیہ ضعیف الحدیث" حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ نور الدین ہیثمیؒ لکھتے ہیں۔

اَبُو الْاَسْبَاطِ بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ وَقَدْ اَجْمَعُوْا عَلٰی ضُعْفِهٖ ۔ (مجمع الزوائد صـ۱۹۲ جـ۱) ابو الاسباط بشر بن رافع کے ضعیف ہونے پر سب کا اجماع ہے۔

الحاصل یہ راوی اتنا ضعیف ہے کہ خود غیر مقلدین حضرات کے بزرگوں نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے ملاحظہ ہو جناب نواب صدیق حسن خانؒ فرماتے ہیں۔

وَفِيْهِ بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ الْحَارِثِيُّ وَهُوَ ضَعِيْفٌ وَقَدْ وُثِّقَ (نزل الابرار صـ۲۱۵)

جناب قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ وَلَيْسَ بِالْقَوِيِّ (نیل الاوطار صـ۔ جـ۲)

جناب مبارکپوریؒ فرماتے ہیں" فَقِيْهٌ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ (الی) قُلْتُ هٰذَا الْحَدِيْثُ ضَعِيْفٌ لِاَنَّ فِیْ اِسْنَادِهٖ بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ الخ (تحفۃ الاحوذی صـ۲۱۹ جـ۲)

تعجب ہے کہ جو راوی غیر مقلدین حضرات کے ہاں دوسری روایتوں میں ضعیف بن جاتا ہے یہاں قابل احتجاج کیسے ہوگیا۔ جب کہ وضع حدیث کی صریح جرح بھی موجود ہے۔

دوسرا راوی | اس حدیث کی سند میں ابو عبد اللہ بن عم ابی ہریرۃ واقع ہے جو مجہول ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

"اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّوْسِيُّ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ لَا يُعْرَفُ مَا حَدَّثَ عَنْهُ سِوٰى بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ بِلَفْظِهٖ (میزان الاعتدال صـ۳۶۷ جـ۳) یعنی مجہول راوی ہے اس سے بشر بن رافع کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔

حافظ ابن حجرؒ کا اس روایت کے بارے میں فیصلہ۔

وَبِشْرُ بْنُ رَافِعٍ ضَعِيْفٌ وَابْنُ عَمِّ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قِيْلَ لَا يُعْرَفُ وَقَدْ وَثَّقَهُ ابْنُ حِبَّانَ (تلخیص الحبیر صـ۲۳۷ جـ۳ ذیل شرح المہذب) بشر بن رافع ضعیف ہے اور ابن عم ابی ہریرہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مجہول ہے اور اگرچہ ابن حبانؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں۔

بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ الْحَارِثِيُّ ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ لَا تَرَىٰ لَهُ حَدِيْثًا قَائِمًا (کتاب الجرح والتعدیل ص۳۵۱ ج۱ طبع حیدرآباد دکن)

بشر بن رافع حارثی ضعیف اور منکر الحدیث ہے تو اس (بشر بن رافع) کی کوئی ایک حدیث بھی درست نہیں دیکھے گا۔

امام ابن قطانؒ فرماتے ہیں۔

وَأَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا لَا يُعْرَفُ لَهُ حَالٌ وَلَا رَوٰى عَنْهُ غَيْرُ بِشْرٍ وَالْحَدِيْثُ لَا يَصِحُّ مِنْ أَجْلِهِ۔ انتہی (نصب الرایہ ص۳۷۱ ج۱)

اور یہ ابو عبداللہ مجہول الحال ہے اور بشر بن رافع کے سوا کسی نے اس سے روایت نہیں کی اس ابو عبداللہ کی وجہ سے یہ روایت (آمین بالجہر والی) صحیح نہیں ہے۔

علامہ نور الدین ابو الحسن سندھیؒ فرماتے ہیں۔ وَفِيْهِ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ مَجْهُوْلٌ

(حاشیہ ابن ماجہ ص۲۸۱)

سوال | یہ راوی ابو عبداللہ دوسی مجہول نہیں کیونکہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ الدَّوْسِيُّ ابْنُ عَمِّ أَبِيْ هُرَيْرَةَ مَقْبُوْلٌ مِنَ الثَّالِثَةِ قِيْلَ اِسْمُهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ هَضْهَاضٍ وَقِيْلَ ابْنُ الصَّامِتِ (تقریب التہذیب الخ)

یعنی ابو عبداللہ الدوسی ابن عم ابی ہریرہ مقبول ہے (مجہول نہیں) کہا گیا ہے کہ اس راوی کا نام عبدالرحمن بن ہضہاض ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام عبدالرحمن بن الصامت ہے۔ لہذا یہ راوی مجہول نہیں

جواب | حافظ صاحبؒ کی یہ بات کئی وجوہ سے باطل و ناقابل اعتبار ہے۔

اولاً: عبدالرحمن اور راوی ہے اور وہ بھی مجہول ہے چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

عبد الرحمن بن الصامت وَقِيْلَ ابْنُ هَضْبَاضٍ وَقِيْلَ ابْنُ هَضَابٍ لَهُ حَدِيْثٌ وَاحِدٌ فِيْ شَهَادَةِ الْأَسْلَمِيِّ عَلٰى نَفْسِهِ بِالزِّنَا عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ

عبدالرحمن بن صامت بعض نے اس کا نام ابن ہضاض بعض نے ابن ہضاب کہا ہے اس سے صرف ایک روایت ہے جو کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اسلمیؓ کی (زنا) کی گواہ اپنی ذات پر

فِيهِمْ أَنْكُهَا قَالَ نَعَمْ تَفَرَّدَ عَنْهُ أَبُوالزُّبَيْرِ وَعَنْهُ ابْنُ جُرَيْجٍ فَلَا يُدْرٰى مَنْ هٰذَا۔

(میزان الاعتدال ص۱۰۱ ج۲)

بیان کی ہے اس راوی سے روایت کرنے میں ابوالزبیرؒ متفرد (اکیلا) ہے۔ اور پھر ابوالزبیرؒ سے اس روایت میں ابن جریج متفرد ہے پس نہیں پہچانا گیا کہ یہ راوی کون ہے۔

علامہ ذہبیؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ۔

(۱) عبدالرحمٰن اور راوی ہے اور ابوعبداللہ الدوسی اور ہے۔

(۲) ابوعبداللہ کا شاگرد بشر بن رافع ہے اور عبدالرحمٰن کا شاگرد ابوالزبیرؒ ہے۔

(۳) عبدالرحمٰن سے زنا کی صرف ایک روایت مروی ہے جب کہ آمین کی ابوعبداللہ سے ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِهٰذَا الْحَدِيثِ عبدالرحمٰن نہیں پہچانا گیا مگر صرف اس (زنا والی) حدیث سے۔

امام احمد بن محمد بناتیؒ فرماتے ہیں۔

لَا يُعْرَفُ اِلَّا بِحَدِيثٍ وَاحِدٍ وَلَمْ يَشْتَهِرْ حَالُهُ فَهُوَ فِي عِدَادِ الْمَجْهُولِينَ اھ

(تہذیب التہذیب ص۱۹۸ تا ص۱۹۹)

عبدالرحمٰن نہیں پہچانا گیا مگر صرف اسی ایک حدیث سے اور اس کا حال مشہور نہیں ہے پس وہ مجہولین راویوں میں شمار کیا گیا ہے۔

امام مسلمؒ فرماتے ہیں (عبدالرحمٰن بن ہضاض کذالک الخ کتاب المنفردات والوحدان ص۱۱) عبدالرحمٰن بن ہضاض بھی اسی طرح ان راویوں میں سے ہے جن سے صرف ایک راوی ابوالزبیر نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم ابواحمدؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ دوسی کے نام کی پہچان نہیں ہو سکی۔ اور حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں راوی الگ الگ ہیں عبدالرحمٰن اور ابوعبداللہ الدوسی ایک نہیں (تہذیب التہذیب ص۱۴۹ ج۱۲ تا ص۱۵۰) اور امام ابن قطانؒ کے ہاں بھی یہ دو راوی ہیں ایک نہیں جیسا کہ نصب الرایہ کے حوالہ سے یہ بات اوپر بیان ہوئی ہے۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد نے نیل الاوطار ص۹۹ ج۷ میں امام بخاریؒ سے عبدالرحمٰن بن الہضاض کا صرف ایک (زنا) والی روایت کا قول نقل کیا ہے اور قاضی صاحبؒ نے دوسرا کوئی اختلاف نقل نہیں فرمایا

جس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی صاحبؒ کے ہاں بھی یہ راوی الگ ہے ابوعبداللہ الدوسی نہیں ہے البتہ امام حاکم ابوعبداللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو راوی نہیں بلکہ مناسب ہے کہ ایک ہوں (تہذیب ص۱۵ج۱۲) اور حافظ صاحبؒ نے بھی بعض جگہ ان دو راویوں کو ایک بنایا ہے لیکن امام بخاریؒ ۔ امام مسلمؒ ۔ علامہ ذہبیؒ امام نسائیؒ ، امام حاکم ابواحمدؒ (جو کہ امام حاکم ابوعبداللہؒ کے استاذ بھی ہیں) حافظ ابن عبدالبرؒ ۔ امام ابن قطانؒ کے مقابلہ میں اس بات کی کچھ بھی حیثیت نہیں ، خصوصاً جب کہ حافظ صاحبؒ کی عبارات کا آپس میں زبردست اختلاف ہے مثلاً)

(۱) بشر بن رافع کا استاذ ابوعبداللہ الدوسی ابن عم ابی ہریرۃ بتاتے ہوئے اس کا نام عبدالرحمن ذکر نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ صاحبؒ کے ہاں یقینی طور پر اس کا نام عبدالرحمن ہونا ثابت نہیں (تہذیب ص۴۴۸ج۱)

(۲) تہذیب ص۱۹۸ج۶ تا ص۱۹۹ میں عبدالرحمن کا ترجمہ کرتے ہیں اس کا شاگرد ابوالزبیر مکیؒ بتاتے ہیں اور حدیث اسلمیؓ کا راوی بتاتے ہیں اور اس کا نہ تو بشر بن رافع الحارثی شاگرد بتاتے ہیں اور نہ اس کی کنیت ابوعبداللہ بیان کرتے ہیں ۔

(۳) تقریب میں عبدالرحمن کا نام ذکر کرتے ہیں مگر کنیت ابوعبداللہ بیان نہیں فرماتے ۔

(۴) تقریب (فی الکنی) میں ابوعبداللہ کنیت بیان فرماتے ہیں اور اس کا نام عبدالرحمن قیل کے لفظ کے ساتھ بتاتے ہوئے اشارہ کرتے کہ ان دونوں کو ایک کہنا ضعیف ہے ۔

(۵) ابوعبداللہ الدوسی کا نام قیل کے ساتھ عبدالرحمن بتاتے ہیں مگر اس کا شاگرد بشر بن رافع بتلاتے ہیں (لسان المیزان ص۸۰ج۷)

(۶) عبدالرحمن کی کنیت ابوعبداللہ ذکر نہیں فرماتے اور اس کا شاگرد ابوالزبیرؒ بتلاتے ہیں (لسان المیزان ص۱۲ج۶) ان عبارات سے معلوم ہوا کہ حافظ صاحبؒ کو ان دو راویوں کو ایک بنانے میں اطمینان حاصل نہیں ۔

<u>ان دو راویوں کو ایک بنانے میں غلطی کا سبب</u> | عبدالرحمن راوی کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ الدوسی ابن عم ابی ہریرۃؓ ہے یا ابن اخی ابی ہریرہ ہے یعنی یہ راوی حضرت ابوہریرۃؓ کا چچا زاد

بھائی ہے یا حضرت ابوہریرہؓ کا بھتیجا ہے ملاحظہ (تہذیب ص۱۹۵ ج۹) لیکن یہاں ابوعبداللہ کنیت موجود نہیں۔ اسی طرح امام مسلمؒ کتاب المنفردات والوحدان ص۱۰ میں فرماتے ہیں کہ "جبیر بن واحد عن ابی الزبیر عن عبدالرحمٰن بن ہضاب ابن اخی ابی ہریرہؓ نقل کرتے ہیں۔ اور ابن جریج عن ابی الزبیر عن عبدالرحمٰن بن صامت ابن عم ابی ہریرہؓ نقل کرتے ہیں۔ واللہ اعلم ایہم الحافظ للصواب اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان میں ٹھیک بات یاد کرنے والا کون ہے۔

معلوم ہوا کہ حافظ صاحبؒ کو یہیں سے غلطی لگی ہے کہ ابوعبداللہ الدوسی ہے ابن عم ابی ہریرہ بھی ہے لہٰذا عبدالرحمٰن اور ابوعبداللہ ایک ہونے چاہئیں حالانکہ عبدالرحمٰن کا عم ابی ہریرہ ہونا یا ابن اخی ابی ہریرہ ہونا نقل کیا گیا ہے مگر اس کی کنیت ابوعبداللہ کسی محدث نے نقل نہیں فرمائی ہے۔ الغرض یہ راوی مجہول الحال و مجہول العین ہے جو بالاتفاق ضعیف شمار کیا جاتا ہے۔

جواب ۲ | اگر بالفرض والتسلیم یہ راوی دو نہ ہوں بلکہ ایک ہو یعنی ابوعبداللہ اور عبدالرحمٰن ایک شخص کے دو نام ہوں تب بھی یہ راوی مجہول ہے اس لیے کہ اس سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں یعنی بشر بن رافع الحارثی اور ابوالزبیر مکی اور محدثین کرامؒ کے ضابطہ کے مطابق اگر دو ثقہ راوی کسی مجہول راوی سے روایت کریں تو وہ مجہول العین نہیں رہتا۔ تاہم مجہول الحال پھر بھی رہتا ہے جس سے اس کی عدالت ثابت نہیں ہوتی جو حدیث کی صحت کے لیے ضروری ہے دیکھئے (الکفایۃ فی علم الروایۃ للبغدادی ص۸۸ طبع حیدر آباد دکن) اس ضابطہ کے تحت یہ دو راوی بشر بن رافع و ابوالزبیر اس ابوعبداللہ کو جہالت سے نہیں نکال سکتے اس لیے کہ بشر بن رافع ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث ہے اور ابوالزبیر مکی مدلس ہے جس نے اپنے استاذ سے عن کے ساتھ روایت کیا ہے لہٰذا حافظ صاحبؒ کے ہاں بھی ثقہ نہ ہوگا۔ باقی حافظ صاحبؒ کا اس کو مقبول کہنا ثقہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ حافظ صاحبؒ کی یہ اصطلاح بڑی خطرناک ہے کبھی تو وہ ثقہ راوی کو مقبول کہہ دیتے ہیں جب کہ کبھی مجہول الحال راوی کو بھی مقبول کہتے ہیں چنانچہ عبداللہ بن یونس حجازی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں "مَجْهُوْلُ الْحَالِ مَقْبُوْلٌ" دیکھئے (تقریب مع تعقیب ص۲۹۷) اسی طرح ابن حبانؒ کی ثقاہت کا حال ہے۔ دیکھئے (میزان الاعتدال ص۲۴۷ ج۲

ولسان المیزان صفحہ ۳۸۵ ج ۲)

قارئین کرام غیر مقلدین حضرات کے مذہب کا دار و مدار ایسی موضوع و مجہول روایتوں پر ہے خدا کی پناہ۔

دلیل ۳ | مولانا عبدالستار صاحبؒ کراچوی فرماتے ہیں،

"یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ شکایتاً فرماتے ہیں کہ عوام الناس نے (بوجہ غفلت و سستی کے) آمین چھوڑ دی حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ کہتے تو اتنی بلند آواز سے آمین کہتے تھے کہ پہلی صف کے تمام مقتدی آپ کی آواز سن لیتے پس گونجتی ساتھ اس کے مسجد یہ حدیث ابن ماجہ کے ص ۱۳۰ اور مطبع فاروقی دہلی کے ص ۶۲ اور تلخیص الحبیر کے ص ۹ میں ہے (رسالہ آمین بالجہر ص ۱۲) اس کے بعد مفتی صاحبؒ اس حدیث کی تصحیح یا تحسین امام دارقطنیؒ و امام حاکمؒ و امام بیہقیؒ سے نقل فرماتے ہیں۔

جواب ۱ | اس کی سند میں بشر بن رافع الحارثیؒ واقع ہے جس پر جرح وضع حدیث وغیرہ کی گذر چکی ہے اور ابو عبداللہ الدوسی بھی واقع ہے جو کہ مجہول ہے جیسا کہ ابھی گذرا۔

جواب ۲ :۔ حضرت ابوہریرہؓ کے فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے آمین بالجہر کو ترک (چھوڑ) کر دیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آمین بالجہر منسوخ ہو چکی تھی یا سرے سے ثابت نہ تھی یا بطور تعلیم کے تھی ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ہرگز نہ چھوڑتے۔ مفتی صاحبؒ کی عبارت میں دو طرح کا مغالطہ ہے۔

مغالطہ اوّل | مولانا عبدالستار صاحبؒ کا یہ فرمانا کہ عوام الناس نے بوجہ غفلت و سستی کے آمین چھوڑ دی محض دھوکہ و مغالطہ ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ کے زمانہ میں صحابہ کرامؓ و تابعین کی کثرت تھی۔ غیر مقلدین جیسے عوام الناس کا دور ہرگز نہ تھا۔

مغالطہ ثانی | اس حدیث کی تحسین و تصحیح ان ائمہ کرامؒ سے نقل کرنا بہت بڑا مغالطہ ہے۔ اس حدیث کے بارے میں ان کی تحسین ہرگز منقول نہیں بلکہ وہ دوسری روایت ہے جس کی سند میں اسحٰق بن ابراہیم بن العلاء بن زبریق الزبیدی الحمصی ہے دیکھئے (مستدرک حاکم ص ۲۲۳ ج ۱ و سنن دارقطنی ص ۳۳۵ ج ۱)

اور مولانا عبدالستار صاحبؒ کے ساتھ حافظ عبداللہ صاحبؒ روپڑی بھی رفع یدین اور آمین کے صد۲۱ وصد۲۲ میں اس حدیث کی تصحیح یا تحسین نقل کر کے مغالطہ دینے میں شریک ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ غیر مقلدین حضرات کے مغالطے سے بچائے۔ آمین۔

دلیل ۳۴ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ فاتحہ کی قراءت سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے آمین کہتے (مستدرک حاکم صد۲۲۳ ج۱ سنن دارقطنی ص۱۲۷ ج۱ سنن بیہقی ص۵۸ ج۲ صحیح ابن حبان ص۲۲ ج۳ حدیث ۱۷۹۷ طبع مدینہ منورہ)

امام حاکمؒ اس روایت کو صحیح علی شرط الشیخین فرماتے ہیں اور امام بیہقیؒ سے حسن صحیح منقول ہے (جب کہ سنن بیہقی میں ندارد) اور امام دارقطنیؒ حسن فرماتے ہیں۔

جواب یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ جھوٹی ہے کیونکہ اس کی سند میں اسحٰق بن ابراہیم بن العلاء بن زبریق زبیدی الحمصی واقع ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں "لَيْسَ بِشَيْءٍ"۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں "لَيْسَ بِثِقَةٍ"۔ اور محدث حمص امام محمد بن عوف طائیؒ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے دیکھئے (میزان الاعتدال ص۸۵ ج۱) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن عوف طائیؒ نے فرمایا۔

مَا اَشُكُّ اَنَّ اِسْحٰقَ بْنَ زِبْرِيْقٍ يَكْذِبُ۔ (تہذیب ص۲۱۶)

اسحٰق بن زبریق کے جھوٹ بولنے میں میں (محمد بن عوف) شک نہیں رکھتا۔ یعنی اسحٰق بن زبریق کا جھوٹا ہونا یقینی ہے

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

صَدُوْقٌ يَهِمُ كَثِيْرًا وَاَطْلَقَ مُحَمَّدُ بْنُ عَوْفٍ اَنَّهٗ يَكْذِبُ۔

اسحٰق بن زبریق سچا ہے مگر کثیر الاوھام ہے اور امام محمد بن عوف طائیؒ نے علی الاطلاق اس کو جھوٹا کہا ہے

اور کثیر الاوھام راوی کی حدیث بھی ضعیف شمار کی جاتی ہے دیکھئے (اصطلاحات المحدثین ص۱۶ وص۱۷ مؤلفہ سلطان محمود جلالپوری غیر مقلد)

حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ نورالدین ہیثمیؒ فرماتے ہیں۔

اِسْحٰقُ بْنُ زِبْرِيْقٍ قُلْتُ وَثَّقَهٗ اِبْنُ حِبَّانَ

اسحٰق بن زبریق کے بارے میں (ہیثمیؒ) کہتا ہوں

بِمَقْلُوبِهَا۔ کہ اس کی حدیثیں مقلوب (الٹی) ہو کر آتی ہیں۔

(مجمع الزوائد ص ۱/۸۱)

یعنی صحیح حدیثوں کے بالکل خلاف ہوتی ہیں

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن زبریق ضعیف ہے دیکھئے (میزان الاعتدال ص ۲/۲۸۴ ترجمہ عمرو بن الحارث الحمصی)

اعتراض | اسحٰق بن ابراہیمؒ کی امام ابو حاتمؒ و یحییٰ بن معینؒ نے توثیق کی ہے لہٰذا یہ حسن درجہ کا راوی ہے اور حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں۔

تنبیہ | نصب الرایہ جلد اول ص ۲۷۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں اسحٰق بن ابراہیم بن العلاء زبیدی ضعیف ہے مگر جرح مفسر ثابت نہیں ہوئی اس لیے دارقطنی نے اس کو حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح اور بیہقیؒ نے حسن صحیح اور میزان الاعتدال میں عوف طائی سے اس کا جھوٹا ہونا ذکر کیا ہے حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں اس کی تردید کر دی ہے اور خلاصۃ تذہیب الکمال میں عوف طائی کے ان الفاظ کو نقل ہی نہیں کیا۔ حالانکہ وہ خلاصہ والے میزان الاعتدال سے لیتے ہیں (رفع یدین اور آمین ص ۲۲)۔

جواب | اسحٰق بن ابراہیم کے جھوٹا ہونے کی مفسر جرح گذر چکی ہے۔ لہٰذا توثیق کا کوئی اعتبار نہیں خاص کر امام محمد بن عوف حمصیؒ کے مقابلہ میں کیونکہ امام محمد بن عوف طائیؒ المتوفی ۲۷۲ھ امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو داؤدؒ، امام نسائیؒ کے استاذ ہیں۔ امام ابو داؤدؒ وغیرہ نے ان سے بہت سی حدیثیں روایت فرمائی ہیں مثلاً دیکھئے سنن ابی داؤد ص ۱/۳۴ و ص ۱/۱۲۹ و ص ۲/۲۲۸ وغیرہ علامہ ذہبیؒ ان کا ترجمہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قُلْتُ قَدْ وَثَّقَهُ غَيْرُ وَاحِدٍ وَاثْنَوْا عَلٰى مَعْرِفَتِهٖ وَنُبْلِهٖ

(تذکرۃ الحفاظ ص ۲/۱۴۵)

میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ بے شمار محدثین کرامؒ نے ان کی توثیق فرمائی اور تعریف کی حدیث کے پہچاننے اور بزرگی و شرافت پر۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حاتمؒ نے صَدُوْقٌ کہا ہے (تہذیب ص ۹/۳۸۴) امام نسائیؒ

نے ثقہ کہا ہے ــــــــــــــــ ابن حبانؒ ثقات میں شمار کر کے ان کے محدث ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ امام محمد بن برکتؒ فرماتے ہیں مجھے محمد بن عوفؒ نے حدیث سنائی جو کہ آنکھوں کی ٹھنڈک تھے۔ امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ شام کے راویوں کی حدیث ضعیف و صحیح کے پہچاننے میں ماہر تھے اعجب کہ یہ حدیث بھی شامی راویوں کی ہے۔

امام ابن جوصاءؒ کا اعتماد باقی محدثینؒ کو چھوڑ کر آپ پر تھا خاص کر حمص (شہر کے راویوں) کی حدیث کے بارے میں جب کہ یہ اسحٰق بن ابراہیم بھی حمصی و شامی ہے۔

امام عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ کے سامنے ۲۷۳ھ میں آپ کا ذکر چل پڑا تو انہوں نے فرمایا کہ چالیسؒ سال کے عرصہ میں محمد بن عوفؒ جیسا محدث ملک شام میں نہ تھا۔

امام محمد بن ادریس الطائیؒ فرماتے ہیں کہ میرے بعض ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ امام یحییٰ بن معینؒ کے سامنے شام کی حدیثوں میں سے ایک حدیث کا تذکرہ ہوا امام یحییٰ بن معینؒ نے اس کو رد کر دیا ایک محدث نے کہا کہ محمد بن عوفؒ اس حدیث کو بیان فرماتے تھے۔ حضرت یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا اگر ابن عوفؒ اس حدیث کو بیان فرماتے ہیں تو وہ اپنے ملک اور شہر کی حدیث کی پہچان میں زیادہ ماہر ہیں الخ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں محمد بن عوف بن سفیان الطائی ابوجعفر الحمصی ثقہ حافظ" الحاصل محمد بن عوفؒ باتفاق محدثینؒ ثقہ ہیں اور حمص کی حدیث کے سب سے زیادہ ماہر ہیں۔ اس لیے یحییٰ بن معینؒ نے اپنا قول واپس لے لیا اسی طرح اسحٰق بن زبریق حمصی ہے۔ اور محمد بن عوفؒ بھی حمصی ہے۔ لہٰذا ان کا ابن زبریق کو قطعی طور پر جھوٹا قرار دینا بالکل صحیح ہے۔ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی اپنی عبارت میں کئی اغلاط کا شکار ہوئے ہیں۔

(۱) اسحٰق بن زبریق کے بارے میں جرح مفسر کا ثابت نہ ماننا سخت غلطی ہے کیونکہ امام محمد عوفؒ نے بلاشک وشبہ اس کو جھوٹا قرار دیا ہے اور علامہ نور الدین ہیثمیؒ نے الٹی حدیثیں بیان کرنے کے ساتھ متہم کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے کثیر الاوہام قرار دیا ہے کیا یہ جرح مفسر نہیں ہے۔

(۲) روپڑی صاحب نے اتنے مشہور محدث کے نام کے بیان کرنے میں دو بار ٹھوکر کھائی ہے اس

محدث کا نام محمد بن عوف ہے نہ کہ عوف طائیؒ۔

(۳) حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں تردید کر دی ہے یہ بھی غلط ہے اس لیے حافظ ابن حجرؒ نے اس راوی کو کثیر الاوہام قرار دیا ہے اور ساتھ ہی اس کا جھوٹا ہونا بھی ذکر فرمایا ہے اگر بالفرض حافظ ابن حجرؒ تردید بھی کرتے تب بھی غلط ہوتی اس لیے کہ حمص کے شہر کے راویوں کے بارے میں محمد بن عوف حمصیؒ ماہر تھے حافظ ابن حجرؒ کو کیا خبر وہ تو صرف ناقل تھے۔

(۴) زد پڑی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ غلا صے والے میزان الاعتدال سے لیتے ہیں حالانکہ خود زد پڑی صاحب اسی رسالہ کے صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں کہ غلا صے والے تقریب سے لیتے ہیں۔ عجیب تعارض ہے ؎

ایک جا رہتے نہیں عاشق بدنام کہیں　　دن کہیں رات کہیں صبح کہیں شام کہیں

علاوہ ازیں اس حدیث کی سند میں ابن زبریق کا استاذ عمرو بن الحارث واقع ہے جو کہ مجہول ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ الزَّبِيْدِيُّ الْحِمْصِيُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَالِمٍ الْأَشْعَرِيِّ فقط وَلَهُ عَنْهُ نُسْخَةٌ تَفَرَّدَ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ زِبْرِيْقٍ وَمَوْلَاةٌ لَهُ فَهُوَ غَيْرُ مَعْرُوْفِ الْعَدَالَةِ وَزِبْرِيْقٌ ضَعِيْفٌ۔

(میزان الاعتدال صفحہ ۲۵۴ جلد ۲)

یعنی عمرو بن الحارث الزبیدی الحمصی نے روایت کیا ہے عبد اللہ بن سالم الاشعری سے فقط (اس کے علاوہ اس کا کوئی استاذ نہیں) اور اس عمرو بن الحارث کے پاس اپنے استاذ سے مروی شدہ ایک نسخہ تھا اور عمرو بن الحارث کا شاگرد اسحٰق بن ابراہیم بن زبریق اور اس کی لونڈی تھی (جس کا نام علوہ تھا) پس وہ عمرو بن الحارث غیر معروف العدالت (یعنی مجہول) ہے اور ابن زبریق ضعیف ہے۔

قارئین کرام۔ اسحٰق بن زبریق کے جھوٹا وضعیف ہونے کے علاوہ اس کا استاذ عمرو بن الحارث الحمصی مجہول ہے اور پھر اس عمرو بن الحارث کے پاس اپنے استاذ کا نسخہ تھا پتہ نہیں اس نسخہ اور صحیفہ سے استاذ نے اس کو بیان کرنے کی اجازت دی تھی یا نہ کیونکہ محدثین کرامؒ کا ضابطہ ہے کہ اگر استاذ اپنے نسخہ اور کتاب سے بیان کرنے کی اجازت شاگرد کو نہ دے تو وہ اس

روایت کو بیان نہیں کر سکتا (شرح نخبۃ الفکر ص۱۰ بحوالہ احسن الکلام ص۱۶۹/۱ طبع دوم) جب عمرو بن الحارث خود مجہول ہے اس کی استاذ صحابیہ سے اجازت وغیرہ کا حال بھی معلوم نہیں ہو سکتا پھر اس کا شاگرد اسحٰق بن زبریق جھوٹا و ضعیف ہے اور اس کی لونڈی علوہ بھی مجہول ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب ص۱۳/۸ میں عمرو بن الحارث کا استاذ عبداللہ بن سالم اور اس کے شاگرد اسی اسحٰق بن زبریق و اس کی لونڈی علوہؒ کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن حبانؒ نے اس عمرو بن الحارث کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور اس کے شاگرد اسحٰق کے بارے میں کہا کہ بخاری کی تعلیقاً میں اس کا ذکر ہے اور علامہ ذہبیؒ نے کہا ہے کہ ابن ــــ حارث کی عدالت معلوم نہیں۔ ملخصاً۔ حافظ صاحبؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ عمرو بن الحارث الحمصی مقبول ہے۔ اور پہلے ابو عبداللہ الدوسی کے ترجمہ میں گذر چکا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کا ہر جگہ مَقْبُوْلٌ کہنا قابل اعتماد نہیں کیونکہ مجہول راوی کو بھی مقبول کہہ دیتے ہیں اور ابن حبانؒ کی ثقاہت کا بھی یہی حال ہے جیسا کہ گذرا اور بخاری کی تعلیقات میں کسی راوی کا موجود ہونا کچھ مفید نہیں کیونکہ تعلیقات میں بعض وضاع اور کذاب راویوں تک موجود ہیں۔

الغرض عمرو بن الحارث کا مجہول ہونا یقینی طور پر ثابت ہوا اور اسحٰق بن ابراہیم بن العلاء بن زبریق کا جھوٹا ہونا بھی۔ جب روایت کا یہ حال ہے تو اس کو صحیح کہنا یا حسن کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے علاوہ ازیں عمرو بن الحارث کا استاد عبداللہ بن سالم الاشعری گرچہ عند الجمہور ثقہ ہے۔ لیکن امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی کہا کرتا تھا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ کے قتل کرنے کی سازش میں اعانت کی تھی حضرت امام داؤدؒ نے اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد اس عبداللہ بن سالم کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ناصبی تھا یعنی حضرت علیؓ کا دشمن تھا (میزان الاعتدال ص۴۲/۲)

اتنی خرابیوں کے باوجود اگر امام حاکمؒ اس حدیث کو صحیح فرما دیں اور محدثین کرامؒ کے ہاں اگر وہ تساہل کی زد میں آ جائیں تو اس میں محدثین کرامؒ کا کیا قصور ہے۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں ولیس کما قال (نصب الرایہ ص۳۷۱/۱) حدیث اس طرح صحیح نہیں جس طرح حاکمؒ نے کہا ہے۔

جناب مولانا عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"نیز امام حاکم کا تساہل در تصحیح حدیث عند العلماء مشہور و معروف ہے" الخ (فتویٰ آمین بالجہر ص۱)

صد افسوس و حیرت کی بات ہے کہ جس حدیث کی سند کے تمام راوی ثقہ و جید و قوی ہوں اور پھر وہ روایت امیر المحدثین امام شعبہؒ کے طریق سے مروی ہو اگر امام حاکمؒ اس کی تصحیح فرمادیں تو متساہل ہو جائیں کیونکہ وہ آپ کے مذہب کے خلاف ہے اور جس حدیث کی سند میں اسحٰق بن زبریق جھوٹا راوی ہو۔ اور عمرو بن الحارث حمصی مجہول ہو اور عبداللہ بن سالم اشعری ناصبی حضرت علیؓ کا دشمن موجود ہو۔ اگر اس کی تصحیح امام حاکمؒ فرمادیں تو ان کا متساہل ہونا آپ بھول جائے اور اس کی تصحیح کا ڈھنڈورہ بار بار پیٹا جائے اس لیے کہ یہ آپ کے مذہب کے مطابق ہے ؎

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

امام بیہقیؒ نے اگر اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے تو بھی تعجب و حیرانگی نہیں ہونی چاہیئے اس لیے کہ وہ اپنے مذہب کی ترویج کے لیے موضوع و من گھڑت روایات کی تصحیح کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے ملاحظہ ہو۔

(۱) فاتحہ خلف الامام کی ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں هٰذَا اِسْنَادٌ جَيِّدٌ دیکھئے (بیہقی ص ۱۶۶/۲) حالانکہ اسکی سند میں ابراہیم بن ابی اللیث کذاب و وضّاع واقع ہے اور بھی کئی خرابیاں موجود ہیں دیکھئے (احسن الکلام ص ۱۱۱/۲ طبع دوم)

(۲) تین روایات کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں هٰذِهٖ رِوَايَاتٌ صَحِيْحَةٌ مُتَّصِلَةٌ (بیہقی ص ۲۰۳/۲) حالانکہ اس کی سند میں ابوالبحر محمد بن الحسن البربہاری واقع ہے جو کہ کذاب ہے، دیکھئے (میزان الاعتدال ص ۴۵/۳) مزید تعارضات و تعصبات اگر دیکھنے منظور ہوں تو احسن الکلام ص ۱۰۶/۲ میں دیکھیں۔

امام دارقطنیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے جو کہ کسی اصول سے درست نہیں ہے۔ علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

وَقَدْ رُوِیَ اَنَّ الدَّارقطنی یُلَیِّنُ الْکَلَامَ اَوْیُشَدِّدُ فِی الرَّاوِیِّ رَعَایَۃً لِمَذْھَبِہٖ (الی) وَھٰذِہِ الْعَادَۃُ مَعْرُوْفَۃٌ لِلْبَیْھَقِیِّ (بسط الیدین ص۵)

اور بے شک دیکھا گیا ہے کہ امام دارقطنیؒ کبھی ایک راوی کے بارے میں نرمی اختیار کرتے ہیں اور کبھی سختی اپنے مذہب کی رعایت کے لیے اور امام بیہقیؒ کی بھی یہی عادت مشہور ہے

(۱) امام دارقطنیؒ میں لکھتے ہیں۔

ھٰذَا اِسْنَادٌ حَسَنٌ وَابْنُ لَھِیْعَۃَ لَیْسَ بِالْقَوِیِّ (سنن دارقطنی ص۱۳۴ ج۱)

اس حدیث کی سند حسن ہے اور ابن لیعہ راوی اس حدیث کا قوی نہیں۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ یہ اس راوی کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی حدیث حسن ہے

(۲) محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰؒ کے بارے میں سنن دارقطنی ص۴۶ ج۱ میں لکھتے ہیں ثِقَۃٌ فِیْ حِفْظِہٖ شَیْئٌ اور سنن دارقطنی ص۸۹ ج۱ میں لکھتے ہیں ضَعِیْفٌ سَیِّئُ الْحِفْظِ۔

(۳) عبدالرحمٰن بن ابراہیم القاصؒ کو پہلے ثقہ لکھتے ہیں پھر فوراً چند سطروں کے بعد ضعیف الحدیث لکھتے ہیں دیکھیے (سنن دارقطنی ص۲۴۳ ج۱)

(۴) عبداللہ بن المثنیٰؒ کو ایک مقام میں ثقہ لکھتے ہیں دوسرے مقام میں ضعیف لکھتے ہیں۔ (بحوالہ تہذیب التہذیب ص۳۸۸ ج۵ احسن الکلام ص۹۲ ج۲)

(۵) ابورکانہ کی حدیث طلاق کے بارے میں امام دارقطنیؒ اپنی سنن ص۴۲۹ میں لکھتے ہیں قَالَ اَبُوْدَاوٗدَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ حالانکہ ابوداؤد کے کسی نسخہ میں یہ تصحیح موجود نہیں۔ بحوالہ رفع یدین اور آمین ص۱۳۵ لحافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد۔

(۶) محمد بن سلیمان بن الحارث الباغندی کے بارے میں ایک مقام پر لَاْبَاْسَ بِہٖ لکھا ہے اور دوسرے مقام میں ضعیف دیکھیے (میزان الاعتدال ص۶۸ ج۳)

قارئین کرام یہ روایت آمین والی جس میں اسحٰق بن ابراہیم جھوٹا اور عمرو بن الحارث مجہول اور عبداللہ بن سالم ناصبی موجود ہیں۔ اگر یہ حضرات ایسی جھوٹی اور مجہول روایت کی تصحیح کر گذریں تو یہ انہی حضرات کا کمال ہے۔

علاوہ ازیں۔ چوتھی خرابی اس حدیث میں یہ ہے کہ اس میں جہری اور سری نمازوں کی کوئی تصریح نہیں بلکہ مطلقاً دونوں کو شامل ہے۔ چنانچہ علامہ امیر یمانی غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وَظَاهِرُهُ فِي الْجَهْرِيَّةِ وَفِي السِّرِّيَّةِ — اور ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند آواز سے آمین کہنا جہری اور سری دونوں نمازوں میں تھا۔

(سبل السلام صفحہ ۱/۲ طبع دہلی)

اب غیر مقلدین حضرات کے لیے مناسب ہے کہ آمین بالجہر سری نمازوں میں بھی کیا کریں حالانکہ یہ ان کے مذہب کے خلاف ہے۔ سچ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ مولانا عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں "حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بغیر ثبوت کوئی بات نسبت کرنی اپنے آپکو جہنمی بنانا ہے"۔ (فتاوی ستاریہ صفحہ ۱۶۱/۲ طبع کراچی۔)

مگر مولانا صاحب خود اس مکذوبہ و مجہولہ روایت کو تمغہ صحت دے کر اس وعید کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ع دیگراں را نصیحت خود را فضیحت۔

دلیل ۵ جناب مولانا عبدالستار صاحب روایت نقل کرتے ہیں ترجمہ ان کی زبانی ملاحظہ ہو۔
"یعنی ام الحصین رضی اللہ عنہا صحابیہ رسول اکثر اوقات نبی علیہ السلام کے پیچھے صف مستورات میں نماز ادا کیا کرتی تھیں فرماتی ہیں کہ آپ صلعم جب ولا الضالین کہتے تو اتنے زور سے آمین کہتے کہ میں عورتوں کی صف میں آپ کی آواز سن لیتی" (فتویٰ آمین بالجہر صفحہ ۱۶)

جواب مولانا عبدالستار صاحب اس روایت کے نقل کے کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔
"علامہ ہیثمیؒ حدیث ہذا کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں رواہ الطبرانیؒ فی الکبیر روایت کیا اس کو طبرانی نے کبیر میں"۔

مگر قارئین کرام غیر مقلدین حضرات کی بے فائدہ سعی کو ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ ہیثمیؒ خود اس کے ضعیف ہونے کی تصریح فرماتے ہیں چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں۔

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ وَفِيهِ إِسْمَعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ الْمَكِّيُّ وَهُوَ ضَعِيفٌ" — اس کو طبرانی نے "کبیر" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں اسمعیل بن مسلم مکی ہے جو کہ ضعیف ہے۔

اسی طرح مولانا نور حسین صاحبؒ گرجاکھی غیر مقلد بھی اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد اس کا ضعیف ہونا بیان نہیں فرماتے اور شیر مادر کی طرح ہضم کر جاتے ہیں دیکھئے (اثبات آمین ص۷) البتہ حافظ عبد اللہ صاحب روپڑیؒ نے بادلِ نخواستہ اس کا ضعیف ہونا ذکر دیا ہے ان کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔

مذکورہ بالا حدیث میں ایک راوی اسمٰعیل بن مسلم مکی ہے۔ اس پر زیلعیؒ نے اور حافظ ابن حجرؒ نے تو سکوت کیا ہے مگر ہیثمیؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے خیر اگر ضعیف ہو تو دوسری روایتیں مذکورہ بالا اور زیریں اس کو تقویت دیتی ہیں" (رفع یدین اور آمین ص۲۳)

حافظ عبد اللہ کا یہ فرمانا کہ "اگر ضعیف ہو تو" الخ اس میں تساہل ہے کیونکہ اسمٰعیل بن مسلم مکی "باتفاق محدثین کرام" ضعیف ہے اور باقی حدیثیں جو اس کو تقویت دیں ایسا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ اس سے بھی زیادہ اَضْعَف ہیں جیسے کہ ان کی کچھ بحث گذر چکی ہے اور کچھ حدیثوں کی بحث آپ کے سامنے آ رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسماعیل بن مسلم مکی کے ضعف کے حوالے ان کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ مجمع الزوائد ص۲۶۴ ج۱ و ص۲۸۱ ج۱ و ص۲۸۵ ج۱ و ص۷۸ ج۲ و ص۹۲ ج۲ و ص۱۸۰ ج۲ و ص۱۴۸ ج۲ و ص۵۷ ج۴ و ص۸۱ ج۴ و ص۱۰۸ ج۴ و ص۱۷۹ ج۴ سنن ترمذی ص۳۲ ج۱ و ص۱۰۷ ج۱ و ص۱۶۸ ج۱ و ص۱ ج۲ و ص۹۵ ج۲ و الترغیب والترہیب للمنذریؒ طبع مصر بابی حلبی ص۲۰۵ ج۲ وتہذیب التہذیب ص۳۳۲ ج۱ تذکرہ مقدسی ص۱۴۳ وص۱۷۶ (ذیل موضوعات کبیر) میزان الاعتدال ص۱۱۵ ج۱ تا ص۱۱۶ تذکرۃ الحفاظ ص۷۵ ج۲ تقریب لابن حجرؒ ص۲۶ تلخیص الحبیر ذیل شرح مہذب ص۲۵۵ ج۱ و ص۱۶۹ ج۴ و ص۲۲۹ ج۴)

علامہ قاضی شوکانیؒ اسی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں وَعَنْ ام الحصینِ عِنْدَ الطَّبَرَانِیِّ فِی الْکَبِیْرِ وَفِیْہِ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُسْلِمِ الْمَکِّیّ وَھُوَ ضَعِیْفٌ (نیل الاوطار ص۱۲۲ ج۲ مطبع عثمانیہ مصر)

نیز قاضی صاحب نے نیل الاوطار کے متعدد مقامات میں اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے
دیکھیے نیل الاوطار ص ۱۱۴ ج ۲ و ص ۲۵۲ ج ۲ و ص ۳۰۵ ج ۲ و ص ۲۸۱ ج ۴ و ص ۹۶ ج ۹ و ص ۲۶۹ ج ۸)
علامہ امیر یمانی غیر مقلد علامہ ہیثمی کے حوالے سے ضَعِیفٌ نقل فرماتے ہیں دیکھیے
(سبل السلام ص ۱۵۱ ج ۱ طبع ہند)
علامہ شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں۔ وَاِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُسْلِمِ الْمَکِّیُّ ضَعِیْفٌ
(تعلیق المغنی ص ۳۸ ج ۱)
مولانا عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں "اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُسْلِمٍ هٰذَا هُوَ اَبُوْ اِسْحَاقَ الْبَصْرِیُّ الْمُجَاوِرُ الْمَکِّیُّ الْفَقِیْهُ ضَعَّفَهُ ابْنُ الْمُبَارَكِ وَقَالَ اَحْمَدُ مُنْكَرُ الْحَدِیْثِ كَذَا فِی الْخُلَاصَةِ (تحفۃ الاحوذی ص ۹۸ ج ۴) اور اسی کتاب کے ص ۱۲۵ ج ۲ میں لکھتے ہیں وَهُوَ ضَعِیْفٌ

دوسری خرابی | یہ ہے کہ یہ روایت مجہول بھی ہے اس لیے کہ حضرت ام الحصین سے اس کا لڑکا ابن ام الحصین روایت کرتا ہے جو کہ مجہول ہے۔

تیسری خرابی | یہ ہے کہ اسمٰعیل بن مسلم یہ روایت ابو اسحٰق سبیعی سے روایت کرتا ہے اور ابو اسحٰق آخری عمر میں مختلط الحدیث ہو گئے تھے اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اسمٰعیل بن مسلم نے کس حالت میں سنا۔

چوتھی خرابی | یہ ہے کہ ابو اسحٰق مدلس تھے اور یہ روایت انہوں نے ابن ام الحصین سے عن کے ساتھ روایت کی ہے چنانچہ یہی حدیث اسحٰق بن راہویہ کے طریق سے نصب الرایہ ص ۳۷۱ ج ۱ میں یوں مروی ہے۔ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنْ ابْنِ اُمِّ الْحُصَیْنِ عَنْ اُمِّهٖ اَنَّهَا صَلَّتْ الخ۔

پانچویں خرابی | یہ ہے کہ اس روایت کا بشر بن رافع الحارثی والی روایت کے ساتھ تعارض ہے اس میں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریب والی صف میں سے جو آپ کے قریب ہوتے آمین کی آواز سن لیتے یا پہلی صف والے سن لیتے اور اس روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بلند آواز سے کہتے کہ عورتوں کی صف میں حضرت ام الحصین سن لیتی۔ اس تعارض کو اٹھانے کے لیے حافظ عبداللہ صاحب روپڑی لکھتے ہیں۔

تنبیہ | کبھی پہلی صف کا سننا اور کبھی پچھلوں تک آپ کی آواز کا پہنچ جانا اس کی وجہ یہ ہے کہ کبھی آمین فاتحہ کی آواز کے برابر کہتے اور کبھی معمولی آواز سے۔ (رفع یدین اور آمین ص۲۳۲)

لیکن تطبیق کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب روایتیں صحیح ہوں اس قسم کی غلط روایتوں کی تطبیق کی کیا ضرورت ہے جو کہ اخفاء آمین کی صحیح حدیثوں کے خلاف ہوں چنانچہ مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: ان لحوق الضعیف بالضعیف لا یفید قوة یعنی ضعیف کو ضعیف سے ملانا قوۃ کو مفید نہیں ہے یہ اس وقت مفید ہوتا ہے جب کہ ضعف کم ہو اگر زیادہ ہو تو مفید نہیں ہے۔ (فتاوی ستاریہ ص۸۲ ج۲)

نیز اسی فتاوی ستاریہ ص۹ ج۳ میں ہے "مجہول راوی جس حدیث میں ہو وہ ضعیف ہوتی ہے" چنانچہ ابو عبداللہ الدوسی۔ عمرو بن الحارث الحمصی۔ ابن ام الحصین یہ سب راوی مجہول ہیں اور دیگر کئی خرابیاں موجود ہیں۔ اس کے باوجود غیر مقلدین حضرات ان روایات سے احتجاج کرتے ہیں کیا یہ سنت کی پیروی ہے یا خواہشات نفسانی کی ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

دلیل ۱۰ | عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ۔ (ابوداؤد ص۱۳۵ ج۱)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھتے تو آمین بلند آواز سے کہتے۔

جواب | حدیث کے اصل الفاظ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ نہیں ہیں بلکہ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ ہیں۔ کیونکہ یہ روایت ابوداؤد کے علاوہ بھی کئی کتب حدیث میں موجود ہے۔ ہر ایک کی سندیں بھی مختلف ہیں یہ روایت حضرت سفیان ثوریؒ سے ان کے شاگرد نقل کرتے ہیں ان شاگردوں میں آٹھ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ یا يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ نقل کرتے ہیں جب کہ صرف دو شاگرد رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ نقل کرتے ہیں ان کی تفصیل ملاحظہ فرمادیں۔

(۱) ترمذی شریف ص۵۸ ج۱ مع عرف شذی (۲) مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۲۵ ج۲ (۳) محلی ابن حزم

ص ۲۶۳/۲) (۴) مسند احمد ص ۳۱۵/۴ (۵) سنن بیہقی ص ۵۷/۲ (۶) سنن دارقطنی ص ۱۲۷/۱ سب میں مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ یا یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ کے الفاظ ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ حضرت سفیان ثوریؒ سے یہ روایت کئی شاگرد نقل کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) حضرت امام وکیعؒ اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ روایت کرتے ہیں دیکھئے ، مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۲۵/۲ وسنن دارقطنی ص ۱۲۷/۱ ومسند احمد ص ۳۱۶/۴)

(۲) حضرت امام عبدالرحمٰن بن محمد المحاربیؒ بھی اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ روایت کرتے ہیں دیکھئے۔ سنن دارقطنی ص ۱۲۷/۱)

(۳) حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اپنے استاذ سفیان ثوریؒ سے مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ نقل فرماتے ہیں دیکھئے سنن ترمذی ص ۵۷/۱ وسنن دارقطنی ص ۱۲۷/۱)

(۴) امام الجرح والتعدیل حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ بھی اپنے استاد حضرت سفیان ثوریؒ سے مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ نقل فرماتے ہیں دیکھئے سنن ترمذی ص ۵۷/۱)

(۵) حضرت امام عبیداللہ بن عبدالرحمٰن الاشجعیؒ اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ نقل فرماتے ہیں دیکھئے سنن بیہقی ص ۵۷/۲)

(۶) چھٹا شاگرد حضرت سفیان ثوریؒ کا محمد بن یوسف الفریابی ہے۔

یہ چھ شاگرد خود بھی بلند پایہ امام ہیں اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاذ بھی ہیں اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاذ بھی ہیں اور بڑے ثقہ ہیں یہ سب مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ یا یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ کے الفاظ نقل کرنے پر متفق ہیں۔

(۷) ساتواں شاگرد عبداللہ بن یوسف ہے امام بخاریؒ کی جزء القراءۃ کے دو نسخے ہیں ایک میں محمد بن یوسف دوسرے میں عبداللہ بن یوسفؒ کا ذکر ہے دیکھئے (جزء القراءۃ ص ۳۹ مطبوعہ دہلی) اور یہ دونوں راوی بھی یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ آمین نقل کرتے ہیں ان دونوں راویوں کی روایت میں یَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ کے بعد آمین کے لفظ کو ذکر کرنے کا مطلب واضح ہے کہ کہ آمین کے الف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھینچ کر پڑھا کرتے تھے اور یہی معنیٰ ہے۔

يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ کا۔

(۸) آٹھواں شاگرد حضرت قبیصہؒ ہے وہ بھی يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ نقل کرتا ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ (جزء القراءۃ صـ۲۶ طبع دہلی) میں يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ والی روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيْرٍ وَقَبِيْصَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ عَنْ حُجْرٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم نَحْوَهٗ وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ "

امام بخاریؒ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ حضرت قبیصہؒ کی روایت باقی راویوں کی روایت کے عین مطابق ہے صرف ابن کثیر رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ نقل کرنے میں متفرد ہے۔

(۹) نواں شاگرد خلاد بن یحییٰ ہے اور یہ اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے قَالَ آمِيْنَ رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ فِي الصَّلٰوةِ کے الفاظ نقل کرتا ہے۔ اس روایت کی سند اس طرح ہے حَدَّثَنَا أَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ أَنْبَأَ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُوْسٍ الطَّرَائِفِيُّ ثَنَا مُعَاذُ بْنُ نَجْدَةَ ثَنَا خَلَّادُ بْنُ يَحْيٰى أَنْبَأَ سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ الخ (بیہقی صـ۵۷ جـ۲)

مگر یہ خلاد بن یحییٰ متکلم فیہ راوی ہے اور یہ روایت موضوع ہے۔ میزان الاعتدال صـ۳۰۸ جـ۱ میں اس راوی پر جرح موجود ہے اور امام حاتمؒ فرماتے ہیں مضبوط نہیں۔ ابن نمیرؒ فرماتے ہیں سچا ہے مگر حدیث میں کچھ غلطی کرتا ہے اور امام دارقطنیؒ نے ایک حدیث کے غلط ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ جس کو اس راوی نے اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت کیا ہے (تہذیب صـ۱۷۴ جـ۳) اور یہ حدیث بھی سفیان ثوریؒ سے ہے۔

علاوہ ازیں اس خلاد بن یحییٰ کا شاگرد معاذ بن نجدہ الھروی بھی متکلم فیہ ہے دیکھئے (میزان الاعتدال صـ۱۷۸ جـ۳) امام بیہقیؒ کا استاذ محمد بن الحسین بن محمد بن موسیٰ ابو عبدالرحمٰن سلمی النیشاپوری المتوفی ۴۱۲ھ کے بارے میں علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں۔

وَقَالَ لِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ الْقَطَّانُ النَّيْسَابُورِي كَانَ أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ غَيْرَ ثِقَةٍ وَلَمْ يَكُنْ سَمِعَ مِنَ الْأَصَمِّ إِلَّا شَيْئًا يَسِيرًا فَلَمَّا مَاتَ الْحَاكِمُ أَبُو عَبْدِ اللهِ ابن السيع حَدَّثَ عَنِ الْأَصَمِّ بِتَارِيخِ يَحْيَى بْنِ مُعِيْنٍ وَبِأَشْيَاءَ كَثِيرَةٍ سِوَاهُ قَالَ وَكَانَ يَضَعُ لِلصُّوفِيَّةِ الْأَحَادِيثَ۔

(تاریخ بغداد ص۲۴۸ ج۲)

محمد (خطیب بغدادیؒ) سے محمد بن یوسف القطان النیسابوریؒ (المتوفی ۳۴۳ھ) وَكَانَ صَدُوقًا لَهُ مَعْرِفَةٌ بِالْحَدِيثِ وَقَدْ دَرَسَ شَيْئًا مِنْ فِقْهِ الشَّافِعِيِّ وَلَهُ مَذْهَبٌ مُسْتَقِيمٌ وَطَرِيقَةٌ جَمِيلَةٌ۔ (تاریخ بغداد ص۴۰۲ ج۳) نے کہا کہ عبدالرحمٰن سلمی ثقہ نہیں ہے اور نہ سنا تھا محمد بن یعقوب الاصمؒ سے مگر تھوڑا۔ جب امام حاکمؒ فوت ہوگئے تو ان کے استاذ الاصم سے (اندھا دھند) تاریخ یحییٰ ابن معینؒ بیان کرنی شروع کر دی اور اس تاریخ کے سوا اور بہت سی اشیاء بیان کر ڈالیں محمد بن یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبدالرحمٰن سلمی صوفیاء کے لیے حدیثیں بھی گھڑا کرتا تھا۔

(العیاذ باللہ)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

شَيْخُ الصُّوفِيَّةِ تَكَلَّمُوا فِيهِ وَلَيْسَ بِعُمْدَةٍ (میزان الاعتدال ص۴۶ ج۳)

صوفیاء کا شیخ ہے محدثین کرامؒ نے اس میں کلام کیا ہے اور یہ عمدہ راوی نہیں ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں "ضَعِيفٌ" پھر آگے لکھتے ہیں۔

قُلْتُ أَلَّفَ حَقَائِقَ التَّفْسِيرِ فَأَتَى فِيهِ بِمَصَائِبَ وَتَأْوِيلَاتِ الْبَاطِنِيَّةِ نَسْأَلُ اللهَ الْعَافِيَةَ۔

(تذکرۃ الحفاظ ص۲۲۴ ج۳)

(میں ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ ابو عبدالرحمٰن سلمی نے حقائق التفسیر کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے بہت سی مصیبتیں اور باطنی تاویلات ذکر کر ڈالیں جن کے شر سے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کی درخواست کرتے ہیں۔

پھر علامہ ذہبیؒ نے محمد بن یوسف القطان کی جرح مذکورہ بالا ذکر فرمائی لیکن کتابت کی غلطی کے باعث علی بن یوسف القطان لکھا گیا ہے۔ اور علامہ محمد طاہرؒ لکھتے ہیں۔

"وَتَفْسِيْرُ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ اِنْ كَانَ قَدِ اعْتَقَدَ اَنَّهٗ تَفْسِيْرٌ فَقَدْ كَفَرَ۔ — ابو عبدالرحمن سلمی کی تفسیر کو اگر کسی نے اعتقادی طور پر تفسیر کہا تو وہ بے شک کافر ہو گیا۔

(مجمع البحار ص۵۱۰ ج۳ بحوالہ ازالۃ الریب ص۲۲۴)

لیکن بایں ہمہ مولانا نور حسین صاحب گھرجاکھی غیر مقلد نے اپنے رسالہ اثبات آمین ص۵ میں اس روایت سے احتجاج کرتے ہوئے اپنے دلائل میں اس کو بھرتی کیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لیکن جزء القراءۃ بخاری ص۲۶ میں امام بخاریؒ اپنے استاد محمد بن یوسفؒ سے يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ آمِيْنَ کے الفاظ نقل کرتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھتے تھے يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهٗ کے بعد آمین کے لفظ کا ذکر کرنا آمین کے الف کو کھینچنے میں نص ہے۔

(۱۰) دسواں شاگرد محمد بن کثیرؒ ہے جو ابوداؤد کی روایت میں موجود ہے جس کی بحث چل رہی ہے یہ راوی متکلم فیہ ہے اور روایت میں خطاء بھی کرتا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں۔

"لَا تَكْتُبُوْا عَنْهُ لَمْ يَكُنْ بِالثِّقَةِ۔ — اس سے حدیث مت لکھو اس لیے کہ یہ قابل اعتماد نہیں تھا۔

(میزان الاعتدال ص۱۲۶ ج۳)

اور تہذیب ص۴۱۸ ج۹ میں ہے کہ امام یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ یہ راوی ثقہ نہیں ہے امام ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا کہ اس کی روایت کے الفاظ اور ہوتے ہیں (یعنی وہ الفاظ نہیں ہوتے جو اصل حدیث کے الفاظ ہیں اور ثقہ راوی نقل کرتے ہیں گویا اسے ضعیف قرار دیا ہے پھر حضرت ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت یحییٰ بن معینؒ سے اس راوی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پوچھنے والے کو جائز نہیں کہ اس راوی کی حدیث لکھے۔ امام ابن قانعؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ کے دس شاگردوں میں سے آٹھ جو بہت ثقہ ہیں مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ کے الفاظ نقل کرنے میں متفق ہیں۔ اور ایک شاگرد علاء بن صالح متکلم فیہ ہے اور اس کی روایت بھی موضوع و من گھڑت ہے اس میں رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ فِي الصَّلٰوةِ

کے الفاظ ہیں جیسا کہ گذرا اور باقی ایک شاگرد محمد بن کثیرؒ متکلم فیہ ہونے کے علاوہ اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت کرنے میں خطاء و غلطی بھی کرتے ہیں جو کہ ثقہ راویوں کے خلاف ہے۔ اور غلط ہے اور شاذ ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اپنے استاذ حضرت سفیان ثوریؒ سے مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وَاَشَدُّ شَيْءٍ فِيْهِ اَنَّ رَجُلًا كَانَ يَسْئَلُ سُفْيَانَ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ فَاَظُنُّ سُفْيَانَ تَكَلَّمَ بِبَعْضِهٖ وَالرَّجُلُ بِبَعْضِهٖ۔

(سنن دارقطنی ص۱۲۷ ج۱)

سخت غلطی اس حدیث میں یہ ہے کہ ایک شخص حضرت سفیان ثوریؒ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھتا تھا حضرت سفیان ثوریؒ میرے خیال کے مطابق اور الفاظ بولتے تھے اور پوچھنے والا شخص دوسرے الفاظ بولتا تھا۔

اس صراحت کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے ہاں مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ صحیح ہیں اور کیونکر صحیح نہ ہوں جب کہ امام وکیعؒ حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن محمد المحاربیؒ، حضرت عبید اللہ بن عبدالرحمٰن الاشجعیؒ وغیرہ آپ کے موافق نقل کرتے ہیں جو کہ جلیل القدر امام و محدث ہیں اور رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ صحیح نہیں ہیں اور کیونکر صحیح ہوں جب کہ ان کے ناقل صرف محمد بن کثیرؒ خطا کار ہے۔ لہٰذا ابوداؤد شریف کی یہ روایت شاذ ہے اور شاذ حدیث ضعیف ہوتی ہے چنانچہ علامہ احمد محمد شاکرؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وَلَيْسَ الشَّاذُّ مَا انْفَرَدَ بِهِ الثِّقَةُ اِنَّمَا الشَّاذُّ اَنْ يُّخَالِفَ الرَّاوِيُّ غَيْرَهٗ مِمَّنْ هُوَ اَحْفَظُ وَاَوْثَقُ۔

شاذ روایت وہ نہیں جس میں کوئی ثقہ راوی منفرد ہو بلکہ شاذ روایت وہ ہے جس میں راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے۔

(تعلیقات ترمذی ص۲۴۲ ج۲)

سوال ۱ | مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ اور رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کا ایک ہی مطلب ہے لہٰذا یہ روایت بالمعنی ہے جو مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کے خلاف نہیں۔

جواب | مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ اور رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کا ہرگز ایک مطلب نہیں ہو سکتا۔ اسلئے

کہ مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ کے دو معنی ہو سکتے ہیں (۱) آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھا (۲) اور آمین جہر کے ساتھ پڑھی جائے۔ ان دو معنوں میں سے پہلا متعین ہے کئی وجوہ سے۔

(۱) محدثین کرام فرماتے ہیں آمین الف ممدودہ کے ساتھ پڑھنا سنت ہے اور الف مقصورہ کے ساتھ (یعنی آمین) سنت سے ثابت نہیں چنانچہ امام نوویؒ لکھتے ہیں۔

(فرع) اَلسُّنَّةُ فِي التَّأْمِيْنِ اَنْ يَّقُوْلَ آمِيْنَ وَقَدْ تَقَدَّمَ بَيَانُ لُغَاتِهَا وَاَنَّ الْمُخْتَارَ آمِيْنَ بِالْمَدِّ وَتَخْفِيْفِ الْمِيْمِ وَبِهٖ جَاءَتْ رِوَايَاتُ الْاَحَادِيْثِ (شرح المہذب ص۳۷۳ ج۳) نیز امام نوویؒ اس سے پہلے ص۳۷۲ ج۳ میں لکھتے ہیں۔ فَفِيْ آمِيْنَ لُغَتَانِ مَشْهُوْرَتَانِ اَفْصَحُهُمَا وَاَشْهَرُهُمَا وَاَجْوَدُهُمَا عِنْدَ الْعُلَمَاءِ آمِيْنَ بِالْمَدِّ بِتَخْفِيْفِ الْمِيْمِ وَبِهٖ جَاءَتْ رِوَايَاتُ الْحَدِيْثِ : بلفظہ۔

ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سنت نبوی اور علماء کے نزدیک پسندیدہ روایت اور زیادہ مشہور و فصیح و جید روایت یہی ہے کہ آمین بالمد کہی جائے اور حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے (۲) حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اور علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد سبل السلام میں اور قاضی شوکانیؒ غیر مقلد نیل الاوطار میں لکھتے ہیں:

وَآمِيْنَ بِالْمَدِّ وَالتَّخْفِيْفِ فِيْ جَمِيْعِ الرِّوَايَاتِ وَعَنْ جَمِيْعِ الْقُرَّاءِ	آمین الف ممدودہ و میم مخفف کے ساتھ ہے حدیث کی تمام روایات اور تمام قرّاء حضرات سے یہی مروی ہے

مولانا عبدالستار صاحبؒ غیر مقلد فتوی آمین بالجہر کے ص۷ میں فتح الباری کے حوالہ سے یہی نقل کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر ص۲۴۹ ج۲ ذیل شرح المہذب واللفظ لہ، وشمس الحق صاحب عظیم آبادیؒ غیر مقلد عون المعبود شرح ابی داؤد ص۳۵۱ ج۱ میں لکھتے ہیں۔

تنبیہ: اِحْتَجَّ الرَّافِعِيُّ بِحَدِيْثِ وَائِلٍ عَلَى اسْتِحْبَابِ الْجَهْرِ بِآمِيْنَ وَقَالَ فِيْ اَمَالِيْهِ يَجُوْزُ حَمْلُهٗ عَلٰى اَنَّهٗ تَكَلَّمَ بِهَا عَلٰى لُغَةِ الْمَدِّ دُوْنَ	امام رافعی شافعیؒ نے حضرت وائل بن حجرؓ کی مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ والی روایت سے آمین بالجہر کے مستحب ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن دوسری کتاب امالی میں فرمایا کہ جائز ہے کہ اس روایت کو اس

الْقَصْرِ مِنْ جِهَةِ اللَّفْظِ وَلٰكِنْ رِوَايَةُ مَنْ قَالَ رَفَعَ صَوْتَهُ تبعد هٰذَا الْاِحْتِمَالَ .

بات پر محمول کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بالمد والی روایت پر عمل کیا اور قصر والی روایت پر عمل نہیں کیا اور مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ کا تقاضا بھی یہی ہے لیکن دوسری روایت رَفَعَ بِهَا هٰذَا الْاِحْتِمَالَ الخ اس احتمال کو بعید کر دیتی ہے۔

لیکن امام رافعیؒ کا مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کی روایت کو رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کی شاذ روایت سے رد کرنا ہرگز صحیح نہیں ہے، جب رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کی روایت کا شاذ ہونا ہم ذکر کر چکے ہیں تو مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کا معنیٰ الف کو کھینچ کر پڑھنا متعین ہوا۔ وللہ الحمد۔

(۳) حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں۔

وَرَوٰى وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلم كَانَ يَقُوْلُ آمِيْنَ يَرْفَعُ بِهَا صَوْتَهُ وَيَحْكِيْ مَدَّهُ اِيَّاهَا۔

(اعلام الموقعین ص ۲۱/۲ مطبع منیریہ مصر)

حضرت وائلؓ بن حجر نے روایت کیا ہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آمین بلند آواز سے کہا کرتے تھے اور حضرت وائلؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حکایت کیا ہے کہ آپ آمین بالمد کہا کرتے تھے

قارئین کرام حافظ ابن قیمؒ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ آمین بالجہر کا اشارہ محمد بن کثیرؒ کی روایت کی طرف ہے اور آمین بالمد کا سفیان ثوریؒ کی روایت کی طرف ہے معلوم ہوا کہ حضرت سفیان ثوریؒ کی روایت میں آمین بالمد کا ذکر ہے نہ کہ آمین بالجہر کا اور محمد بن کثیر کی روایت قابل اعتماد نہیں۔ اس لیے کہ وہ شاذ ہے۔

(۴) حضرت سفیان ثوریؒ آمین بالجہر کے قائل نہ تھے بلکہ اخفاء آمین پر عمل کرتے تھے جیسا کہ مقدمہ میں ہم نے باحوالہ ان کا مذہب نقل کیا ہے۔ لہٰذا اس روایت سے آمین بالجہر کشید کرنا ہرگز درست نہیں بلکہ اس میں آمین بالمد کا ذکر ہے تعجب وحیرت کی بات ہے کہ حضرت

سفیان ثوریؒ حضرت شعبہؒ کی اخفار آمین والی روایت پر کلی اعتماد کرتے ہوئے عمل کرتے ہیں مگر یہ غیر مقلدین حضرات ان دو روایتوں کے درمیان زبردستی تعارض بنا کر حضرات امام شعبہؒ کی روایت صحیحہ کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فواسفا۔

سوال ۲ | امام نوویؒ محمد بن کثیرؒ کی روایت سنن ابی داؤد سے پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"وَاِسْنَادُہٗ حَسَنٌ وَکُلُّ رِجَالِہٖ ثِقَاتٌ اِلَّا مُحَمَّدُ بْنُ کَثِیْرٍ الْعَبْدِیُّ جَرَحَہٗ ابْنُ مُعِیْنٍ وَوَثَّقَہٗ غَیْرُہٗ وَقَدْ رَوٰی لَہُ الْبُخَارِیُّ وَنَاھِیْکَ بِہٖ شَرَفًا وَتَوْثِیْقًا لَہٗ۔

(شرح المہذب ص۳۶۹ ج۳)

اس حدیث کی سند حسن ہے سب راوی ثقہ ہیں مگر محمد بن کثیر العبدیؒ متکلم فیہ ہے۔ امام ابن معینؒ نے اس کو مجروح کیا ہے جب کہ اس کے غیر نے توثیق کی ہے اور بیشک امام بخاریؒ نے اس راوی سے روایت کی ہے اور اے مخاطب تیرے لیے شرف اور توثیق کافی ہے

جواب ۱ | امام نوویؒ کا اس روایت کو حسن قرار دینا درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ روایت شاذ ہے۔ اور ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہے۔ اور امام بخاریؒ نے بھی محمد بن کثیرؒ کی کسی ایسی روایت سے احتجاج نہیں کیا جو ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہو۔ لہٰذا امام نوویؒ کی یہ بات ہرگز درست نہیں۔

نیز امام نوویؒ کبھی بخاری کے راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور کبھی صحیح بخاری کے متفق علیہ راوی کو رد بھی فرمادیتے ہیں مگر باایں ہمہ نصیحت دوسروں کو فرماتے ہیں چنانچہ مشہور صحیح حیض والی حدیث جو حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مرفوعاً مروی ہے دیکھئے صحیح بخاری ص۴۵ ج۱ امام نوویؒ کے نزدیک بغیر کسی حجت کے ضعیف ہے۔ چنانچہ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔

وَقَالَ فِی الْفَتْحِ وَاَغْرَبَ النَّوَوِیُّ فَضَعَّفَ ھٰذِہِ الرِّوَایَۃَ بِلَا دَلِیْلٍ وَھِیَ صَحِیْحَۃُ الْاِسْنَادِ لَا عِلَّۃَ لَھَا۔

(نیل الاوطار ص۳۵ ج۱)

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ امام نوویؒ نے عجیب و غریب کام کیا ہے کہ اس روایت کو بغیر کسی دلیل کے ضعیف قرار دیا ہے حالانکہ یہ صحیح سند والی ہے اس میں کسی قسم کی خرابی نہیں ہے۔

نیز ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن اسمٰعیل السکسکیؒ صحیح بخاری کا راوی ہے اس کی ایک روایت

ابوداؤد و نسائی میں آتی ہے امام نوویؒ اُسے ضعیف قرار دیتے ہیں چنانچہ قاضی شوکانی غیر مقلد لکھتے ہیں
وَذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِي الْخُلَاصَةِ فِي فَصْلِ الضَّعِيفِ وَقَالَ فِي شَرْحِ الْمُهَذَّبِ رَوَاهُ
أَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ (نیل الاوطار ص۲۲۵ ج۲)

صد افسوس و حیرت ہے کہ امام نوویؒ خود صحیح بخاری کی صحیح روایتوں اور راویوں کو بڑی بے دردی کے ساتھ پامال کر دیتے ہیں اور جب ان کی اپنی مطلب برآری ہوتی ہو تو شاذ ضعیف روایتوں کی تحسین کر گذرتے ہیں۔ الغرض مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ صحیح ہیں اور رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ صحیح نہیں۔

جواب ۲ | ہمارا اور غیر مقلدین کا نزاع اُس آمین کے جہر و اخفاء میں ہے جو نماز کے اندر سورۃ فاتحہ کے بعد کہی جاتی ہے۔ اور مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ والی حدیث نماز کے بیان سے خاموش ہے اور عبدالرحمٰن سلمی کی روایت جس میں نماز کا ذکر ہے موضوع ہے غیر مقلدین حضرات کا دعوےٰ تو خاص ہے مگر دلیل عام ہے لہٰذا تقریب تام نہیں۔ اسی طرح اس روایت کا امام شعبہؒ کی روایت سے تعارض ثابت کرنا کئی وجوہ سے بے سود ہے۔

(۱) مَدَّ بِهَا کا معنی ہے کہ آپ نے آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھا ہے۔

(۲) حضرت امام شعبہؒ کی روایت میں نماز کی صراحت موجود ہے اور حضرت سفیانؒ کی روایت نماز کے ذکر سے صامت و ساکت ہے حالانکہ تعارض کے لیے اتحاد مکان و اتحاد موضوع و محمول وغیرہ شرط ہے۔ إِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ لہٰذا تعارض کی فضول رٹ ختم کر دینی چاہیئے اور مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ سے احناف استدلال کریں تو کریں غیر مقلدین حضرات کو اس سے جہر آمین پر استدلال کرنا زیبا نہیں۔

سوال ۳ | سفیان ثوریؒ کے دو متابع ہیں جو رَفَعَ صَوْتَهُ بِآمِیْنَ نقل کرتے ہیں معلوم ہوا کہ مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کا معنی جہر آمین ہے نہ کہ آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھنا۔

جواب | مَدَّ بِهَا صَوْتَهُ کا معنی آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھنا کئی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور رَفَعَ بِهَا صَوْتَهُ کے الفاظ درست نہیں

ہیں۔ نیز اگر مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ کا معنی رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ ہوتا تو حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اس کو سخت غلطی قرار نہ دیتے اور حضرت سفیان ثوریؒ بھی اپنی روایت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اخفاء آمین پر عمل نہ کرتے جب مَدَّ بِهَا صَوْتَهٗ کا معنی ہی الگ ہے تو رَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ والی روایت کو الگ بحث میں لایا جائے گا چنانچہ ان دو راویوں میں علاء بن صالح الاسدی کی روایت کی بحث دلیل ۱ باب ثانی میں گذر چکی ہے۔ دوسرا راوی محمد بن سلمۃ بن کہیل بھی بہت ضعیف ہے۔

اولاً تو اس راوی کی مفصّل روایت ہماری نظر سے نہیں گذری امام دارقطنیؒ نے اپنے سنن ص۱۲۷ ج۱ میں اور امام بیہقیؒ نے اپنے سنن ص۵۷ ج۲ میں صرف محمد بن سلمۃ بن کہیل کی روایت کا حوالہ دیا ہے اور سند بیان نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوتا کہ محمد بن سلمۃ کے ضعیف ہونے کے علاوہ بھی اس سند میں کوئی خرابی ہے جس کی پوشیدگی میں فائدہ سمجھا گیا ہے ؎

آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ثانیاً۔ محمد بن سلمۃ کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں۔

محمد بن سلمۃ بن کہیل جو یحییٰ بن سلمۃ بن کہیل کا بھائی ہے۔ اس کے بارے میں امام جوزجانیؒ نے کہا ہے کہ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ اور وَاهِي الْحَدِيْثِ ہے اور امام ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس نے اپنے باپ سلمۃ بن کہیلؒ سے سنا ہے اور اس سے علیؓ بن ہاشم اور حسانؒ بن ابراہیم نے روایت کیا ہے پھر امام ابن عدیؒ نے اس کی منکر حدیثیں بیان فرمائیں۔ یعنی یہ راوی بالاتفاق ضعیف ہے حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں "دوسرا محمد بن سلمۃ یہ ضعیف ہیں۔

(رفع یدین اور آمین ص۲۵)

ثالثاً:۔ اس کے دونوں شاگرد بھی ضعیف ہیں۔ دیکھئے کتب اسماء الرجال۔ الحاصل یہ روایت انتہائی درجہ کی کمزور ہے اور سفیان ثوریؒ کی روایت تو ہماری دلیل ہے یعنی آمین کے الف کو کھینچ کر پڑھنا چاہیئے۔

دلیل ۷ عبدالجبار بن وائلؒ اپنے باپ حضرت وائلؓ بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی (الی) جب سورۃ فاتحہ سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے آمین کہی (سنن نسائی بحوالہ رفع یدین اور آمین صـ۲۶)

جواب اوّل عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا لہذا روایت منقطع ہے اور اور منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ حدیث وَضْعُ الرُّكْبَتَيْنِ قَبْلَ الْيَدَيْنِ میں فرماتے ہیں اَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ (تلخیص الحبیر ذیل شرح المہذب صـ۲۴۲ ج۳) اور تقریب میں فرماتے ہیں اَرْسَلَ عَنْ اَبِيْهِ اپنے باپ سے اسکی روایت منقطع ہے۔

امام نوویؒ شرح المہذب صـ۳۰۶ ج۳ طبع مصر میں اس کی روایت باپ سے مروی شدہ کو منقطع قرار دیتے ہیں، امام ترمذیؒ ابواب الحدود کے اندر فرماتے ہیں عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سُنا اور نہ اپنے باپ کو پایا ہے دیکھئے (سنن ترمذی صـ۲۶۹ ج۱)

امام ابن ابی حاتمؒ کتاب الجرح والتعدیل صـ۳۰ میں لکھتے ہیں رَوٰى عَنْ اَبِيْهِ مُرْسَلًا وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ۔ علامہ عظیم آبادیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں، وَالصَّحِيْحُ اَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ اَبِيْهِ (عون المعبود صـ۲۶۴ ج۱ طبع دہلی) حافظ عبداللہ صاحبؒ روپڑی لکھتے ہیں۔

" کتب اسماء الرجال میں عبدالجبار کا استاد زیادہ تر اس کا بھائی علقمہ لکھا ہے اس لیے غالب ظن ہے کہ اس نے یہ حدیث اپنے بھائی سے سنی ہو (رفع یدین اور آمین صـ۲۶) حافظ روپڑی صاحب کا ظن غالب یہ ہے کہ عبدالجبارؒ نے یہ روایت اپنے بھائی علقمہؒ سے سُنی ہو لیکن فن حدیث میں کسی کے ظن کا کوئی اعتبار نہیں صریح دلیل کی ضرورت ہے۔ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔

نیز عبدالجبارؒ کا استاد ان کے باپ حضرت وائلؓ کا مَوْلٰی (غلام) بھی تھا جو کہ مجہول ہے اور یہ روایت بھی اسی سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر علقمہؒ سے ہوتی تو اخفاء آمین میں ہوتی اس لیے کہ وہ اخفاء آمین کے راوی ہیں۔

جواب ثانی اس روایت کے منقطع ہونے کے علاوہ اس میں دوسری خرابی یہ ہے کہ اس

حدیث کا دار و مدار ابواسحٰق سبیعیؒ پر ہے جو آخر میں مختلط الحدیث ہو گئے تھے نیز مدلس بھی تھے۔ اور جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوریؒ غیر مقلد نے ان کی معنعن روایت کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے۔ (تحفۃ الاحوذی ص۱۴۲ ج۱) اس منقطع وضعیف و مدلس روایت کو ابواسحٰق کے کئی شاگرد نقل کرتے ہیں یونس بن ابی اسحٰقؒ (نسائی ص۱۴۷ ج۱) وابوبکر بن عیاشؒ (ابن ماجہ ص۶۲) ابوالاحوصؒ (نسائی ص۱۴۰ ج۱) معمرؒ (مصنف عبدالرزاق ص۹۵ ج۲)

دلیل ۸ مولانا عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ

"حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے بعد آمین کہتے ہوئے خود سنا ہے رواہ ابن ماجہ رفع الاجاجۃ ص۳۰ تحفۃ الاحوذی ص۲۰۸ (فتوی آمین بالجہر ص۱۷)

جواب اوّل اس حدیث کی سند میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ ہے جن کو غیر مقلدین حضرات ترک رفع یدین کی روایت میں ضعیف جانتے ہیں اور جب یہی راوی آمین کی روایت نقل کرتا ہے غیر مقلدین کے نزدیک انتہائی درجہ کا ثقہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ غیر مقلد نے رفع یدین اور آمین کے ص۲۸ میں اس روایت کو نہایت قوی قرار دیا ہے۔ ~~

یہ لوگ بھی غضب کے ہیں دل پر یہ اختیار ۔ شب موم کر لیا سحر آہن بنالیا

اگرچہ ابن ابی لیلیٰؒ ہمارے نزدیک حسن درجہ کا راوی ہے تاہم جب منفرد ہو تو اس کی روایت قابل احتجاج نہ ہوگی اور یہاں وہ اس روایت کے بیان کرنے میں منفرد ہے۔ اسی لیے امام ابوحاتمؒ اس کی اس روایت کو غلط وخطاء قرار دیتے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ ابن ابی حاتمؒ نے اپنے باپ ابوحاتمؒ سے اس روایت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواباً فرمایا۔

هٰذَا عِنْدِیْ خَطَأٌ اِنَّمَا هُوَ حُجْرُ بْنُ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلٍ وَهٰذَا مِنْ اِبْنِ اَبِیْ لَیْلٰی فَاِنَّهٗ کَانَ سَیِّءُ الْحِفْظِ۔ (تلخیص الحبیر)	یہ روایت میرے نزدیک غلط ہے بے شک یہ روایت حجر بن عنبسؒ سے مروی ہے اور یہ روایت ابن ابی لیلیٰؒ کے طریق سے مروی ہے (حضرت علیؓ سے) بیشک وہ ابن ابی لیلیٰ خراب حافظہ والا ہے۔

اور علامہ قاضی شوکانیؒ بھی یہ جرح نقل فرماتے ہیں دیکھئے (نیل الاوطار ص۲۲۲ ج۲)

جواب ثانی | ابن ابی لیلیٰؒ کے علاوہ اس کی سند میں حجیۃ بن عدی الکندی الکوفی واقع ہے امام بخاریؒ کے استاذ حضرت علی بن مدینیؒ اس کو مجہول کہتے ہیں امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں۔ شَیْخٌ لَا یُحْتَجُّ بِحَدِیْثِهٖ شَبِیْهٌ بِالْمَجْهُوْلِ۔ اور امام ابن سعدؒ فرماتے ہیں معروف تھا۔ وَلَیْسَ بِذَاكَ اور قوی نہیں تھا۔ امام عجلیؒ اور ابن حبانؒ نے ثقہ قرار دیا ہے دیکھئے (تھذیب التھذیب ص۲۱۶/۲) امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ حجیۃ بن عدی سے روایت کرنے میں سلمۃ بن کھیلؒ متفرد ہے (کتاب المنفردات والوحدان ص۱۶۱) حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ یہ ہے صَدُوْقٌ یُخْطِئُ (تقریب ص۹۷) سچا ہے خطاء کرتا ہے۔ لہذا ابو حاتمؒ کا یہ فیصلہ کہ "یہ روایت غلط و خطاء ہے" صحیح ثابت ہوا۔

جواب ثالث | اس حدیث میں نماز کا سرے سے ذکر ہی نہیں حالانکہ ہماری بحث نماز میں ہے

جواب رابع | حضرت علیؓ کا صریح و صحیح عمل اخفاء آمین کا نماز میں بیان ہو چکا ہے لہذا یہ روایت قابل التفات نہیں۔

دلیل ۹ | حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں۔

"ابوہریرہؓ سے آمین بالجہر کے بارے میں ایک اور حدیث ہے جو نسائی میں ہے نعیم مجمرؒ نے کہا میں نے ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے پہلے بسم اللہ پڑھی پھر فاتحہ پڑھی جب غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ پر پہنچے تو آمین کہی پس لوگوں نے بھی آمین کہی اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے بیشک میں نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں اور اس کی اسناد صحیح ہے۔ (رفع یدین اور آمین ص۲۸ تا ۲۹)

جواب اول | یہ روایت سنن نسائی ص۱۴۲ میں ہے اور اس میں فَقَرَأَ بِسْمِ اللّٰهِ اور فَقَالَ آمِیْنَ کے الفاظ ہیں اور پہلے دلیل ۲ کے اندر گذر چکا ہے کہ قول کا لفظ جہر پر دال نہیں ہے اگر جہر میں صریح ہوتا تو فَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور قُوْلُوْا التَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ الخ سے بھی جہر ثابت ہوتا حالانکہ بالاتفاق ان میں اخفاء ہے۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔

وَاِنَّمَا يَتَمَسَّكُ بِلَفْظٍ مُحْتَمِلٍ مِثْلِ اِعْتِمَادِهِمْ عَلٰى حَدِيْثِ نُعَيْمِ الْمُجْمِرِ وَلَا حُجَّةَ فِيْهِ وَلَفْظُ الْقِرَاءَةِ مُحْتَمِلٌ اَنْ يَكُوْنَ قَرَأَهَا سِرًّا وَيَكُوْنُ نُعَيْمٌ عَلِمَ بِذَالِكَ بِقُرْبٍ مِنْهُ فَاِنَّ قِرَاءَةَ السِّرِّ اِذَا قُوِّيَتْ يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِي الْقَارِيَ وَيُمْكِنُ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ اَخْبَرَهُ بِقِرَاءَتِهَا الخ۔

(فتاوی ص ۱۶۹)

بسم اللہ بالجہر کے متعلق ایک محتمل لفظ سے دلیل پکڑی جاتی ہے مثلاً نعیم مجمرؒ کی حدیث پر اعتماد کرنا حالانکہ اس میں کوئی دلیل وحجت نہیں ہے اس لیے کہ قراۃ کا لفظ احتمال رکھتا ہے کہ انہوں نے بسم اللہ پوشیدہ پڑھی ہو اور نعیمؒ نے قرب کی وجہ سے سن لیا ہو پس بے شک جب قراۃ خفیہ زبان کی طاقت سے پڑھی جائے تو قاری کے قریب والا آدمی سن لیتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے نعیم کو اپنی قراۃ کے متعلق بتایا ہو

جب قراۃ اور قول کے لفظ میں دو احتمال ہیں تو یہ قابل استدلال نہ رہی چنانچہ حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں "اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ یعنی جب کسی چیز میں احتمال آجائے تو اس کو دلیل میں پیش کرنا باطل ہے۔ (رفع یدین اور آمین ص۱۰) اور ص ۱۵ میں لکھتے ہیں:" اور یہ مسلم اصول ہے کہ جہاں احتمال ہو اس سے استدلال باطل ہے"۔ بلفظہٖ۔

قارئین کرام سمجھ نہیں آتا کہ غیر مقلدین حضرات کس اصول پر چلتے ہیں اپنے پیش کردہ اصولوں پر خود پانی پھیر دیتے ہیں اور دوسروں کے خلاف خوب ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں ع

ڈھنڈورہ شہر میں لڑکا بغل میں

الحاصل اس قسم کے الفاظ سے جہر ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا اس لیے کہ راوی کبھی پہلے سے تعلیم شدہ بات کا اندازہ لگا کر کہہ دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کرتے تھے چنانچہ تسبیحات، رکوع وسجود وتعوذ وثناء وربنا لک الحمد والتحیات کے بارے میں راوی بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے حالانکہ یہ چیزیں بالاتفاق خفیہ پڑھی جاتی ہیں۔

جواب ثانی | اس روایت کی سند میں نعیم مجمرؒ کا شاگرد سعید بن ابی ہلال واقع ہے۔ سنن نسائی کی روایت میں ابی ہلال ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ طحاوی ص۱۱۷ ج۱ و صحیح ابن خزیمہ ص۲۵۱ ج۱ و سنن بیہقی ص۵۸ ج۲ میں ابن ابی ہلال ہے اور میزان الاعتدال ص۲۹۳ ج۱ میں ہے کہ سعید بن ابی ہلالؒ نعیم مجمرؒ سے روایت کرتا ہے۔ یہ راوی اگرچہ ثقہ ہے مگر اس میں ایک بڑی خرابی موجود ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔

مَا اَدْرِیْ اَیَّ شَیْءٍ یَخْلِطُ فِی الْاَحَادِیْثِ — میں نہیں جانتا کون سی چیز حدیثوں میں ملا دیتا ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی قوی نہیں ہے شاید امام احمدؒ کے قول پر اعتماد کیا ہے۔ (تہذیب ص۹۵ ج۴)

حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابن حزمؒ سے پہلے اس راوی کی تضعیف نہیں دیکھی مگر یہ کہ امام ساجیؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ راوی حدیث کو خلط ملط بیان کرتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ راوی اصل الفاظ استاذ سے نقل نہیں کرتا جس کی وجہ سے حدیث کا مفہوم بدل جاتا ہے، لہٰذا اس حدیث سے احتجاج قابلِ اعتماد نہ رہا ۔

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

دلیل نمبر۱ | حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ لکھتے ہیں۔

" حضرت عائشہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہود جتنا سلام اور آمین سے حسد کرتے ہیں اتنا کسی اور شئی پر حسد نہیں کرتے ابن ماجہ باب الجہر بآمین ص۶۲ بلند آواز سے آمین کہنے میں جب بہت سی آوازیں مل جاتی ہیں تو اس میں اسلامی نمائش پائی جاتی ہے اس لئے یہود کو حسد آتا ورنہ آہستہ میں حسد کے کچھ معنی ہی نہیں کیونکہ جب سنا ہی کچھ نہیں تو حسد کس بات پر اس حدیث کی اسناد صحیح ہے جیساکہ منذریؒ نے تصریح کی ہے۔ اور ابن خزیمہ اس کو اپنی صحیح میں لائے ہیں اور امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں اس کو سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (رفع یدین اور آمین ص۲۹ و ص۳۰)

جواب اوّل | یہ حدیث کسی سند سے بھی صحیح نہیں ہے مثلاً ابن ماجہ کی سند میں سہیل بن ابی صالح ذکوان السمان ابو یزید المدنیؒ ہے جس کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا چنانچہ حافظ صاحبؒ تقریب میں فرماتے ہیں صَدُوْقٌ تَغَیَّرَ حِفْظُہٗ بِاٰخِرِہٖ یہ راوی متوفی ۱۳۸ھ ہے اور اس کا شاگرد حماد بن سلمہؒ متوفی ۱۶۷ھ قدیم السماع نہیں ہے۔

دوسری خرابی | دوسری خرابی یہ ہے کہ حماد بن سلمہؒ بھی آخری عمر میں متغیر الحافظہ ہوگئے تھے۔ چنانچہ حافظ صاحبؒ تقریب میں فرماتے ہیں تَغَیَّرَ حِفْظُہٗ بِاٰخِرِہٖ اور اس کا شاگرد عبد الصمد بن عبد الوارثؒ المتوفی ۲۰۷ھ قدیم السماع نہیں ہے اور محدثین کرامؒ کا ضابطہ ہے کہ جو راوی آخری عمر میں متغیر الحافظہ ہو جائے اس کا شاگرد اگر قدیم السماع ہو یعنی حالت تغیر سے پہلے سُنا ہو تو وہ روایت صحیح ہے اگر قدیم السماع نہ ہو تو وہ روایت ضعیف ہے۔ لہٰذا یہ روایت صرف ضعیف ہی نہیں بلکہ اَضْعَف ہے اس لیے کہ اس میں دو راوی یکے بعد دیگرے اس قسم کے متغیر الحافظہ موجود ہیں۔ مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد حماد بن سلمہؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ آخر میں اس کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا (تحقیق الکلام ص۱۰۳ ج۱ بحوالہ احسن الکلام ص۱۳۲ ج۲)

مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے جو روایت مروی ہے اس کی سند میں امام احمدؒ کا شیخ علی بن عاصم ہے اور وہ بہت ہی ضعیف ہے۔ علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد ص۱۵ ج۲ میں یہ روایت نقل کرکے اس راوی کو کَثِیْرُ الْغَلَطِ وَالْخَطَاءِ لکھتے ہیں اور مجمع الزوائد ص۲۱۸ ج۱ میں بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔ امام یزید بن زریعؒ فرماتے ہیں کہ علی بن عاصم ہمیشہ جھوٹ بولا کرتا تھا۔ دیکھئے (میزان الاعتدال ص۲۲۹ ج۲)

جواب ثانی | اس روایت کا جہر آمین یا اخفاء آمین سے کوئی تعلق نہیں اور یہودی جہر آمین سے نہیں بلکہ وہ مطلقاً آمین سے جلتے تھے چاہے وہ جہراً کہی جائے یا پوشیدہ چنانچہ حافظ عبد اللہ صاحب روپڑیؒ غیر مقلد مولانا عبد الستار صاحبؒ غیر مقلد کے فتویٰ آمین بالجہر کی تقریظ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

* نفس آمین میں نزاع نہیں دونوں فریق آمین کے قائل ہیں نزاع صرف جہر میں ہے۔

(فتویٰ آمین بالجہر ص۹۱)

معلوم ہوا کہ ہمارا نزاع نفس آمین میں نہیں بلکہ جہر میں ہے یعنی صحیح حدیثوں کے پیش نظر اخفاء آمین افضل ہے اور آمین کا جہر ضعیف و موضوع روایتوں کے پیش نظر مرجوح ہے باقی حافظ روپڑی صاحبؒ کا یہ کہنا " ورنہ آہستہ میں حسد کے کچھ معنی ہی نہیں کیونکہ جب سنا ہی کچھ نہیں تو حسد کس بات پر" الخ بالکل فضول بات ہے اس لیے کہ مولانا نور حسین صاحبؒ گرجاکھی غیر مقلد ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

(۴۹) مَاحَسَدَنَا الْيَهُوْدُ بِشَيْءٍ مَاحَسَدُوْنَا بِثَلَاثٍ اَلتَّسْلِيْمُ وَالتَّأْمِيْنُ وَاللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ۔ فرمایا یہودی ہم سے آمین اور سلام کا بہت حسد کرتے ہیں۔ کنز العمال ص۲۰۱ ج۴ " (اثبات آمین بالجہر ص۱۸)

قارئین کرام اس حدیث میں تین چیزوں کا ذکر ہے تیسری چیز اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ لم ہے مگر گرجاکھی صاحبؒ نے ان میں سے تیسری چیز کا ترجمہ میں ذکر نہیں کیا اور غیر مقلدین حضرات اس قسم کی علمی خیانتیں اپنے مسلک کے تحفظ کے لیے کرتے ہی رہتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ پر بھی یہودی حسد کرتے تھے حالانکہ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ جہر سے نہیں پڑھا جاتا اگر اخفاء آمین جو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اس پر عمل کرنے والے کو آپ یہودی کہتے ہیں تو چند سوالات کا جواب آپ کو دینا ضروری ہے ملاحظہ ہوں۔

(۱) کیا یہودی اخفاء آمین کے قائل تھے۔

(۲) کیا بطور تعلیم آمین بالجہر کو یہودی جائز قرار دیتے تھے جب کہ ہمارے ہاں بعض اوقات جب (تعلیم کے لیے ہو) جائز ہے۔

(۳) ظہر اور عصر کی نمازوں میں غیر مقلدین حضرات جہر آمین کیا اس وجہ سے نہیں کرتے کہ یہودی آمین سے جلتے ہیں؟

(۴) نماز عشاء کی آخری دو رکعتوں اور شام کی آخری رکعت میں غیر مقلدین حضرات آمین بالجہر نہیں کرتے کیا اس لیے نہیں کرتے کہ جہر آمین سے یہودی چڑتے ہیں؟

(۵) نواب صدیق حسن خانؒ غیر مقلد دونوں جانب کے دلائل کو تسلیم کرتے ہوئے اخفاء آمین کو جائز قرار دیتے ہیں جیسا کہ حوالہ گذر چکا ہے اور مولانا نذیر حسین دہلویؒ غیر مقلد لکھتے ہیں۔ " اور اگر کوئی آہستہ بھی کہہ دے تو خیر اس پر کچھ اعتراض نہ کیا جاوے الخ (فتاویٰ نذیریہ صـ۴۲۸ ج۱) کیا اس سے آپ کے ان بزرگوں نے یہودیوں کی ہمنوائی تو نہیں کی ؟

(۶) جن محدثین کرامؒ نے اخفاء آمین کی روایات کو اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے اور جن محدثین کرامؒ نے ان حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے آپ کے نزدیک وہ یہودی ہوئے یا نہ ؟

(۷) امام مالکؒ و مالکیہ، امام شافعیؒ و بعض شوافع، امام سفیان ثوریؒ حضرت مجاہدؒ تابعیؒ، امام شعبیؒ تابعی۔ ابراہیم تیمیؒ تابعی۔ ابراہیم نخعیؒ تابعی و جمہور تابعینؒ و جمہور صحابہ رضوان اللہ علیہم جیسا کہ امام محمد بن جریر طبریؒ نے روایات سے ثابت کیا ہے اور عمل بھی اخفاء آمین پر کیا ہے آپ کے نزدیک یہ سب حضرات کون ہوں گے ؟ معاذ اللہ۔

(۸) حضرت سفیان ثوریؒ اخفاء آمین پر عمل کرنے کی وجہ سے آپ کے فتوے کی زد میں آتے ہیں تو ان کی روایت سے جہر آمین کے بارے میں احتجاج کرنا صحیح ہوگا ؟ کیا یہودی کی کسی روایت سے آپ استدلال کرتے ہیں ؟

(۹) مسلمانوں کو یہودی کہنے کو آپ گناہ نہیں سمجھتے اسلام کی تعلیم سے آپ کو یہ اجازت ملتی ہے ؟ حالانکہ ترمذی ابواب الحدود صـ۲۳۱ میں مسلمان کو یہودی کہنے والے کی سزا مذکور ہے ے

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے　　دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

تنبیہ | مولانا عبد الستار صاحبؒ غیر مقلد نے اپنے رسالہ کے صـ۳۲ میں جمع الجوامع لسیوطیؒ کے حوالہ سے ایک روایت سند کے بغیر لکھ ماری کہ " جو لوگ امام کے پیچھے آمین کہنے پر حسد کرتے ہیں وہ اس امت کے یہودی ہیں " پہلے تو اس کی سند ہی نہیں ہے اگر سند ہو تو بیان کرو۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔

دوسرے یہ کہ اس میں جہر و اخفاء کا ذکر نہیں اس قسم کی بے بنیاد روایتوں پر غیر مقلدین حضرات کے مذہب کی مدار ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دلیل ۱۱ | ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں حسد کرتے یہود تم پر کسی چیز کا جتنا کہ حسد کرتے ہیں آمین کہنے پر پس آمین زیادہ کہا کرو۔

جواب | اس سند میں طلحۃ بن عمرو بن عثمان الحضرمی المکی واقع ہے جو باتفاق محدثین کرامؒ ضعیف ومتروک الحدیث ہے دیکھئے (تہذیب التہذیب ص ۲۳ ج ۵)

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں اَخْرَجَ ابْنُ مَاجَۃَ بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ (تفسیر درمنثور ص ۱۷ ج ۱ طبع مصر) حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں الحضرمی المکی مَتْرُوْکُ الْحَدِیْثِ مِنَ السَّابِعَۃِ اور ابو الفضل محمد بن طاہر المقدسی الظاہریؒ المتوفی ۵۰۷ھ تذکرۃ مقدسی ص ۱۷ (ذیل موضوعات کبیر) میں طلحۃ بن عمرو کو کذابوں یعنی جھوٹے راویوں کی فہرست میں شمار کرتے ہیں۔ دیکھیے حدیث۔ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد اسی حدیث کے جواب میں فرماتے ہیں۔ وَقَدْ تَکَلَّمَ فِیْہِ غَیْرُ وَاحِدٍ مِّنْ اَھْلِ الْعِلْمِ (نیل الاوطار ص ۲۲۲ ج ۲) (بے شمار محدثین کرامؒ نے اس میں کلام کیا ہے اور اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین حضرات اس قسم کی غلط روایتیں پیش کر کے مسلمانوں کو یہودی کہہ دیتے ہیں خدا کی پناہ حالانکہ غلط بات اور صحیح بات کا لحاظ نہ کرنا اور غلط مسئلہ بنانا اور غلط فتوی لگانا کیا مسلمانوں کا کام ہے یا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مولانا نور حسین صاحب گرجاکھیؒ اس روایت کو اپنے رسالہ کے ص ۱۷ میں ذکر فرماتے ہیں اور اس روایت کے غلط ہونے کا ذکر نہیں کرتے حالانکہ کسی مسئلے کے اثبات کے لیے غلط روایت پیش کرنا یہ بھی تو مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دلیل ۱۲ | حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین کہتے تو بلند آواز سے آمین کہتے۔ سنن دارقطنی ص ۱۲۷ ج ۱)

جواب ۱ | یہ روایت صحیح نہیں ہے خود امام دارقطنیؒ اس روایت کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں بَحْرُ السَّقَاءِ ضَعِیْفٌ علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص ۱۲۸ ج ۱ میں اس کے ضعف کا طویل ترجمہ نقل کرتے ہیں علامہ ہیثمیؒ مجمع الزوائد ص ۳۲۷ ج ۱ وص ۸۷ ج ۴ وص ۱۰۸ ج ۱ میں اس کو ضعیف ومتروک الحدیث لکھتے ہیں۔ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں قَالَ الْبَیْہَقِیُّ تَفَرَّدَ

بہ یحییٰ بن کثیر وھو متروک (نیل الاوطار ص۱۹۴ ج۲)

مگر غیر مقلدین حضرات کی دیانت ملاحظہ ہو کہ حافظ عنایت اللہ اثری گجراتی غیر مقلد اپنے رسالہ "جمع البراہین لرفع الصوت بآمین" کے ص۱۵ میں اس روایت کو مع جرح دارقطنی سے نقل کرتے ہیں۔ حدیث کے متن کا ترجمہ تو اردو زبان میں بیان کیا لیکن جرح کا ترجمہ اردو میں بیان نہیں کرتے اور شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتے ہیں اور جناب مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی اپنے رسالہ کے ص۶ میں اس روایت کو دارقطنی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں اور جرح کو سرے سے نقل کرنے میں عافیت سمجھتے ہیں۔ خدا کی پناہ

جواب ۲ | بحر السقاء کا شاگرد والحارث بن منصور ابو منصور بھی متکلم فیہ ہے اور امام ابو حاتم فرماتے ہیں صدوق حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ اس کی روایت میں اضطراب ہے اور محدث ابو نعیم الاصبہانیؒ نے اس کو کثرت وہم کے ساتھ منسوب کیا ہے (تہذیب ص۱۵۸ ج۲)

جواب ۳ | اس روایت میں نماز کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے۔

دلیل ۱۳ | عَنْ بِلَالٍ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْنَ۔ (سنن ابی داود ص۱۳۶ ج۱)
حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے آمین کہنے میں پیچھے نہ چھوڑیئے۔

علامہ ہیثمیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

رَوَاہُ الطَّبَرَانِیُّ وَرِجَالُہٗ مُوَثَّقُوْنَ۔ (مجمع الزوائد ص۱۱۳ ج۲)

غیر مقلدین حضرات اس روایت سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین حضرت بلالؓ سن لیتے تھے اس لیے کہا کہ آپ مجھے آمین کہنے میں پیچھے نہ چھوڑیئے۔ اگر حضرت بلالؓ آمین نہ سنتے تو یہ درخواست کیسے کرتے۔

جواب | یہ روایت بالکل غلط ہے نہ تو عقل کے مطابق ہے اور نہ نقل کے۔

اولاً اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا اور اِذَا قَالَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ۔ جب حضرت بلالؓ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین سنتے تو آمین کیوں نہ کہتے اور کیوں کھڑے رہتے اس کی وجہ کیا ہے۔

ثانیاً یہ روایت صحیح اس طرح ہے۔

عَنْ بِلَالٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْن	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کر۔

(سنن بیہقی ص۲۲ و ص۲۳/۲ و ص۵۶/۲)

عاصم احول سے یہ حدیث ان کے شاگرد امام شعبہؒ۔ امام محمد بن فضیلؒ۔ امام عباد بن عباد رہ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

امام بیہقیؒ اور ان کے شیخ بھی اس کو صحیح قرار دیتے ہیں چنانچہ سنن بیہقی ص۲۳/۲ میں ہے۔

فَرَجَعَ الْحَدِیْثُ اِلٰی اَنَّ بِلَالًا کَانَ کَانَ یُؤَمِّنُ قَبْلَ تَاْمِیْنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْن	پس حدیث کا مطلب یہ ہوگا گویا کہ حضرت بلالؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آمین کہتے تھے تو آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے آمین نہ کہا کرو۔

اور سنن بیہقی ص۵۶/۲ میں ہے۔

قَالَ الشَّیْخُ فَکَاَنَّ بِلَالًا کَانَ یُؤَمِّنُ قَبْلَ تَاْمِیْنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ لَا تَسْبِقْنِیْ بِآمِیْن کَمَا قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا۔

جناب نور حسین صاحب گرجاکھیؒ غیر مقلد اپنے رسالہ میں یہ حوالہ نقل کرتے ہوئے ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ آمین کہنے میں جلدی کرتے تھے تو حضرت نے فرمایا مجھ سے پہلے مت کہا کرو جب میں آمین کہوں تو بعد کہا کرو جیسا کہ میں نے پہلے حکم دیا ہوا ہے کہ جب امام ولا الضالین کہے تو پھر تم کہا کرو۔ بلفظہ (اثبات آمین بالجہر ص۱۳)

قارئین کرام ثابت ہوا کہ حضرت بلالؓ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آمین کہنے سے منع فرمایا ہے البتہ اس میں ایک خدشہ ابھی باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے علم ہوا کہ حضرت بلالؓ آمین پہلے کہہ دیا کرتے ہیں، شاید کہ حضرت بلالؓ جہر سے آمین کہتے ہوں گے تو جواب اس کا یہ ہے کہ سنن بیہقی صہ ۲ میں ہے انه سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا تسبقنی بآمین۔ حضرت بلالؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا (کہ میں آمین پہلے کہتا ہوں) پس آپ نے فرمایا کہ مجھ سے سبقت نہ کیا کرو۔

الحمد للہ یہ حدیث اخفاء آمین کی قوی دلیل ثابت ہوئی اس کا جہر سے دور کا واسطہ بھی نہیں چہ جائیکہ قریب کا ہو۔

دلیل ۱۴ | حضرت ابوموسی اشعریؓ والی روایت ہے جو کہ اخفاء آمین کی دلیل ہے نہ کہ جہر آمین کی جیسا کہ ہم نے اخفاء آمین کے دلائل میں اس کو درج کر کے ثابت کیا ہے۔ دیکھئے اخفاء آمین کی دلیل ۴۔

دلیل ۱۵ | حضرت سمرۃؓ بن جندب کی روایت مرفوعاً قاضی شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں مجملاً ذکر فرمائی ہے۔ لیکن اس کے الفاظ بعینہ حضرت ابوموسی اشعریؓ والی روایت کے ہیں اور گذر چکا ہے کہ یہ دلیل ہماری ہے اس سے جہر ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ نیز اخفاء آمین کی دلیل ۷ حضرت سمرۃؓ سے گذر چکی ہے۔

علاوہ ازیں مجمع الزوائد صہ ۱۱۳ میں ہے کہ سمرۃؓ کی روایت کی سند میں سعید بن بشیر ہے جس میں کلام ہے اور مجمع الزوائد صہ ۲۰۳ میں ہے کہ سعید بن بشیر مختلط الحدیث ہے۔

دلیل ۱۶ | حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا۔

جواب | یہ روایت سب کے ہاں مؤوّل ہے اور ان کی دوسری روایت اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ سے اخفاء آمین ثابت ہوتا ہے اور اس کی بحث اخفاء آمین کی دلیل ۲ میں گذر چکی ہے۔

دلیل ۱۷ | امام ابن شہاب زہریؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہا کرتے تھے۔

جواب ۱ | یہ بھی اخفاء آمین کی دلیل ہے اس لیے کہ اگر جہراً ہوتی تو بتلانے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب ۲ | اگر اخفاء آمین کی دلیل نہ بنایا جائے تو پھر جہر آمین کی دلیل بھی نہیں بن سکتی اس لیے کہ اس میں جہر کا ذکر نہیں ہے۔

جواب ۳ | امام زہریؒ یہ روایت مرسلاً ذکر فرماتے ہیں امام یحییٰ بن سعید القطانؒ اور امام شافعیؒ کے ہاں مرسلات زہری قابلِ اعتبار نہیں ہیں دیکھئے الکفایۃ فی علم الروایۃ ص۳۸۶ للبغدادی وغیرہ

مولانا حافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ فرماتے ہیں۔

"اگر ایسا نہ ہو (یعنی تابعی ثقہ سے روایت نہ کرتا ہو) تو معتبر نہیں جیسے زہریؒ وغیرہ کی روایت (فتاوی اہل حدیث ص۱۴۵/ج۱)

اور فتاوی اہل حدیث ص۱۴۶/ج۱ میں لکھتے ہیں۔

"اور بہت تابعین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور درمیان میں واسطے کمزور ہوتے ہیں جیسے زہری تابعیؒ وغیرہ کے حالات سے معلوم ہوا۔

مولانا وحید الزمان غیر مقلد کشف المغطا ترجمہ اردو موطا و فوائد ضروریہ میں لکھتے ہیں "کہا ابن شہاب نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہتے تھے (ف) یہ حدیث مرسل ہے دارقطنی نے غرائب اور علل میں اس کو موصولاً ابن شہاب سے انہوں نے سعید بن المسیب سے انہوں نے ابی ہریرہؓ سے روایت کیا اور کہا کہ حفص متفرد ہوا ساتھ اس روایت کے اور وہ ضعیف ہے (کشف المغطا ص۱۰۷/ج۲ طبع نور محمد کراچی)

قارئین کرام غیر مقلدین حضرات نے جن سترہ روایات کا دعوے کیا تھا ان کا حال مفصلاً آپ معلوم کر چکے ہیں ۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

غیر مقلدین حضرات کے تین آثار کے دعویٰ کی حقیقت۔ پہلا اثر | پہلا اثر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے اثر کی تحقیق و تفصیل اسی کتاب کے باب اوّل کی دلیل اوّل میں گذر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرماویں۔

دوسرا اثر | حضرت علیؓ کا ہے جس کے بارے میں قاضی شوکانی غیر مقلد نیل الاوطار ص۲۲۳/ج۲ میں

لکھتے ہیں کہ امام ابوحاتمؒ نے اس کو غلط وخطاء قرار دیا ہے۔

تیسرا اثر | حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہے کہ نافعؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ آمین بالجہر کیا کرتے تھے خواہ امام ہوتے یا مقتدی۔ صحیح بخاری وبیہقی ص ۵۹/۲ج

جواب | امام بخاریؒ وامام بیہقیؒ نے یہ اثر بے سند لکھ دیا ہے حالانکہ بغیر سند کے بات قابل اعتماد نہیں ہوسکتی البتہ اسکی سند صحیح ابن خزیمہ ص ۲۸۲/۱ج میں یوں ہے۔

" اَخْبَرَنَا اَبُوْطَاهِرٍ نَا اَبُوْبَكْرٍ نَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى نَا اَبُوْسَعِيْدٍ الْجُعْفِيُّ حَدَّثَنِيْ ابْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ اُسَامَةُ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِ

(۱) اس میں ابوسعید الجعفی جس کا نام یحیی بن سلیمان ہے حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں "الکوفی نزیل مصر صَدُوْقٌ يُخْطِئُ" کہ سچا تھا مگر خطاء کرتا تھا۔

(۲) دوسرا راوی اسامہ بن زید مدنی ہے جو کہ ضعیف ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں فرماتے ہیں ضَعِيْفٌ مِنْ قِبَلِ حفظه مِنَ السَّابِعَةِ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ وامام بیہقیؒ نے سند بیان نہیں فرمائی ع آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

سوال | دلائل سے ثابت ہوگیا ہے کہ اخفاء آمین کی روایات قویہ وصحیحہ ہیں اور جہر آمین کی کمزور ومجمل ہیں تو مولانا عبدالحی لکھنویؒ نے جہر آمین کی روایات کو قوی کیوں کہا ہے ؟

جواب | جب روایات سے ثابت ہوگیا کہ جہر آمین کی روایات انتہائی درجہ کی ضعیف ہیں تو ان کے کہنے سے ضعیف روایات ہرگز قوی نہیں ہوسکتیں۔

ہمارے استاد محترم محقق وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا ابوالزاہد محمد سرفراز خان صاحب صفدر فرماتے ہیں "مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنویؒ اپنے وقت کے متبحر عالم اور وسیع النظر فقیہ اور مفتی تھے لیکن نہ تو وہ ائمہ جرح وتعدیل میں تھے اور نہ بغیر سند کے انکا کوئی قول معتبر ہوسکتا ہے۔ دیکھئے (مقدمہ زیلعیؒ ص ۲۹ وغیرہ) رواۃ کی جرح وتعدیل میں وہ تو صرف ہماری طرح کے ناقل تھے (الی) اور نہ ان کے کہنے سے کذاب ودجال ومجہول ومستور راوی ثقہ ہو سکتے ہیں (احسن الکلام ص ۱۰۵/۲ج طبع دوم)

مولانا عبدالحیؒ کا علم طویل تھا مطالعہ وسیع تھا مگر عمیق نہ تھا اس لیے ان سے چند اغلاط ہوئے ہیں نیز ان اغلاط کے چند اسباب ہیں۔

(۱) حضرت مولانا لکھنویؒ نے جب بعض کتب احناف میں پڑھا کہ اگر قوت دلیل کی بناء پر امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب کے خلاف عمل کیا جائے تو پھر بھی وہ شخص حنفی ہونے سے باہر نہیں نکلتا چنانچہ مولانا لکھنویؒ نے الفوائد البہیہ صـ۱۱۶ میں عصام بن یوسفؒ کا حوالہ دیا ہے کہ وہ رفع یدین کرتا تھا اور امام ابو یوسفؒ کا حوالہ دیا ہے طہارت قُلَّتَیْنِ کے بارے میں۔

اس لیے مولانا لکھنویؒ نے بھی چند مسائل فرعیہ میں اپنی رائے کو دخل دیا ہے مگر افسوس کہ انہوں نے قلت تدبّر کا ثبوت دیا ہے قراءۃ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں بھی انہوں نے صریح غلطیاں کی ہیں جن کی نشاندہی احسن الکلام میں محدث اعظم محقق وقت حضرت استاذنا المکرم مولانا صفدر صاحب زید مجدہا نے فرما دی ہے اور رفع یدین کے مسئلہ میں بھی ان سے صریح اغلاط ہوئے ہیں راقم نے اپنی کتاب "نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح" کے آخر میں ذکر کر دیے ہیں مثلاً معاذؓ بن جبل کی مرفوع روایت جو کہ پرلے درجہ کی موضوع و من گھڑت ہے اسی طرح حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع روایت فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ الخ موضوع اور من گھڑت ہے لیکن مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے رفع یدین کے دلائل میں بیان فرما دیا ہے اور روایتوں کے متعلق موضوع و من گھڑت بتانے سے بالکل غافل رہے خدا تعالیٰ اُن کو معاف فرمائے آمین

اور یہی حال ہے مولانا عبدالحی لکھنویؒ کا مسئلہ آمین میں زکوٰۃ کے مسئلہ میں نصاب سونے چاندی کے حساب میں بھی مولانا لکھنویؒ غلطی کا شکار ہوئے ہیں۔ چنانچہ علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ سے عرف شذی میں نقل کیا گیا ہے۔

" وَلَقَدْ سَهَا مَوْلَانَا عَبْدُالْحَيِّ فِي بَيَانِ نِصَابِ زَكوٰةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ۔"

اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیعؒ کراچوی نے مولانا لکھنویؒ کی رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جو کہ بہت قیمتی رسالہ ہے جس کا نام اوزان شرعیہ ہے اسی رسالہ کے صـ۱۹ میں ہے۔

"مولانا لکھنوی نے جو وزن صاع کا ایک سیر پندرہ تولہ قرار دیا ہے جہاں تک احقر نے تفتیش کی وہ کسی حساب سے درست نہیں نکلا الخ

(۲) دوسرا سبب یہ ہے کہ مولانا لکھنوی کی تصنیفات زیادہ تھیں اور آپ کی عمر تھوڑی تھی یعنی کل عمر ۳۹ سال تھی اس لیے ہر مسئلہ پر زندگی کا کافی حصہ خرچ کرنا اور پھر اس کی اصلاح کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

(۳) مولانا لکھنوی کو کثرت کام کے باعث دماغ ماؤف ہو کر مرگی کا مرض عارض ہو گیا تھا۔ (اعاذنا اللہ من ھذا المرض) اس لیے مولانا سے جو مسئلہ غلط صادر ہو گا ہم ان کو معذور سمجھیں گے چنانچہ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی افاضات الیومیہ جلد ۵ ص ۹۶ میں فرماتے ہیں۔

"مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نہایت ہی حسن صورت حسن سیرت حسن اخلاق کے جامع تھے معلوم ہوتا تھا کہ نواب زادے ہیں ان کے خواص سے معلوم ہوتا ہے کہ شب کی عبادت میں روتے تھے۔ دن کو امیرات کو فقیر۔ کثرت کام کی وجہ سے دماغ ماؤف ہو کر مرگی کا مرض ہو گیا تھا تھوڑی سی عمر میں بڑا کام کیا یہ سب تائید غیبی ہوتی ہے" الخ

مگر بایں ہمہ مولانا نے جو دین کی خدمت کی ہے اس کو ہم فراموش ہرگز نہیں کر سکتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری اور ان کی لغزشوں کو معاف فرما وے (آمین)

تین بار آمین کہنے کی تحقیق | جناب مفتی عبدالستار صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

"سوال (۲۱۷) نماز میں بجائے ایک آمین کے تین آمین کہنا کیسا ہے بعض اس کو سنت کہتے ہیں اور بعض بدعت بینوا و توجروا۔ جواب (۲۱۷) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رضی اللہ عنہ قال رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عليه وسلم دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ قَالَ آمِيْنَ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ قُلْتُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ خَلَا قَوْلِهٖ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ وَرِجَالُهٗ ثِقَاتٌ۔ مجمع الزوائد مطبوعہ انصاری دہلی ۱۳۰۸ھ ص ۱۸۶ و ص ۱۸۷۔ حدیث میں کلام نہیں راوی سب ثقہ ہیں اگر طبرانی کبیر ہو تو اس میں بھی نکال کر دیکھ سکتے ہیں باقی جو شخص تین دفعہ آمین کہنے کو بدعت بتلاتا ہے یا تو وہ جاہل ہے اس کو

علم حدیث کی خبر نہیں ہے تو اس کو بتلانا چاہیئے یا عالم ہے تو دشمن اللہ رسول کا ہے کہ جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے پھر اس نے منع نہیں کیا وہ اس کو بدعت بتلاتا ہے ایسا شخص امید نہ رکھے کہ وہ دنیا سے ایمان لے کر جائے گا (الیٰ) وائل بن حجرؓ کی حدیث آخر وقت کی ہے کیونکہ وائل بن حجر بعد فتح مکہ شریف مسلمان ہوئے یہ حدیث اوّل کی نہیں اسماء الرجال کے پہچاننے والے جانتے ہیں اسد الغابۃ۔ استیعاب وغیرہ کتب میں ان کا حال موجود ہے الراقم عبد الحکیم نصیر آبادی صراط الاهتداد فی بیان الاقتدار مطبوعہ فاروقی دہلی مؤلفہ مولانا احمد حسن صاحب ڈپٹی تلمیذ میاں صاحب مرحوم ص۱۷ و ص۱۶ میں مولانا حفیظ اللہ خانصاحب مرحوم سوال سائل مورخہ ۲۹ رجب ۱۲۸۹ھ صلی اللہ علیہ وسلم بروز پنجشنبہ میں لکھتے ہیں وَقَالَ آمِین ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (ترجمہ) اور کہتے تھے حضرت یعنی کبھی آمین تین بار اور مترجم نے قید کبھی کی لگادی ہے الفاظ حدیث میں کبھی کی قید نہیں۔ نقل کی ہے طبرانی نے لوگ ایک دفعہ آمین کہنے سے گھبراتے چڑتے ہیں یہ کیسی ہوئی مثل مشہور تھی یک نہ شد دو شد یہاں یک نہ شد سہ شد الیٰ قولہ واضح ہو کہ کسی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہتے وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ آمِيْن یعنی رَبِّ اغْفِرْلِيْ کہہ کر آمین کہتے (حفیظ اللہ) اقول بعض اصحاب کہتے ہیں کہ یہ نئے مسئلے صدر ہی سے نکلتے ہیں۔ ایسے اصحاب دیانتداری کے ساتھ خیال کریں کہ یہ فتویٰ ۱۲۸۹ھ کا چھپا ہوا جس کو کامل ۶۵ برس گذر چکے ہیں وہ بھی تین تین آمین کہنے کو سنت لکھ چکے ہیں فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ آمین کے سنت ہونے پر علماء کی طرف سے کئی رسائل لکھے جا چکے ہیں جن کے نام یہ ہیں تامین محمدی الفتح العمیق، ازالۃ الاوھام، تحقیق الغایۃ وغیرہ وہ علماء جن کے تین آمین کے سنت یا جواز پر تائید دستخط ہو چکے ہیں۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری، مولوی عبد الوھاب ملتانی، مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ حاجی علیخاں صاحب، مولوی ابو اسمعیل صاحب وزیر آبادی۔ مولوی عبد الستار صاحب کالانوی، مولوی حافظ عمر الدین صاحب مدرس مدرسہ وزیر آباد، مولوی محی الدین صاحب امام مسجد جامع اہلحدیث نظام آباد، مولوی حافظ عبد اللہ صاحب، مولوی فاضل امرتسری (ریبڑی)، مولوی ابو محمد عبد التواب ملتانی، مولوی حافظ عبید اللہ صاحب، مدرس مدرسہ دار الہدیٰ گنج بخش دہلی۔

مولوی حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری، مولوی محمد حیات صاحب مدرس مدرسہ اہلحدیث شہر قصور مولوی سید احمد حسن صاحب مصنف احسن التفاسیر، مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری۔ مولوی عبید الرحمن مدرس مدرسہ گنج بخش دہلی، مولوی حفیظ اللہ خان صاحب مرحوم، مولوی عبدالحکیم صاحب نصیر آبادی، مولوی حاجی محمد صاحب جوناگڑھی مولوی عبدالمجید صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ بدھوانہ ضلع جھنگ، مولوی عبدالجبار صاحب مدرس مدرسہ اشاعت القرآن والحدیث کھنڈیلہ ضلع جے پور، مولوی عبدالجلیل صاحب مدرس مدرسہ شام ور ضلع سورت مولوی احمد صاحب ملتانی صحیفہ اہلحدیث دہلی بابت ماہ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق نومبر ۱۹۳۴ء جلد ۱۵ ش ۶ بلفظہ (فتاوی ستاریہ ص۱۴۰ تا ص۱۴۲)

قارئین کرام فتاوی ستاریہ کی اس تفصیلی عبارت وفتوی سے کئی باتیں واضح ہو گئی ہیں۔

(۱) بعض غیر مقلدین حضرات تین بار آمین کہنے کو سنت جانتے ہیں جب کہ بعض غیر مقلد اس کو بدعت اور صدر سے نکلی ہوئی جانتے ہیں۔

(۲) جو غیر مقلد ان کو بدعت کہتے بقول ان کے یا تو جاہل ہیں یا عالم ہو کر اللہ ورسول کے دشمن ہیں جو بے ایمان مر کر جہنم رسید ہوں گے۔

(۳) حضرت وائل بن حجرؓ چونکہ آخری دور نبوی میں ایمان لائے اس لیے ان کی روایت نسخ کا احتمال نہیں رکھتی بلکہ تین بار آمین کہنا سنت ٹھہرا۔

(۴) اس حدیث میں یہ تاویل کرنا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار آمین کہتے تھے صحیح نہیں ہے اور حدیث کے الفاظ میں کبھی کی قید نہیں ہے بلکہ اطلاق ہے لہذا تین بار آمین کہنا ہر نماز میں سنت ٹھہرا مگر غیر مقلدین حضرات اس سنت پر عمل نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں۔

۵ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید   ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جواب نمبر ۱ علامہ محمد انور شاہ صاحبؒ سے عرف شذی شرح ترمذی ص۱۲۴ میں نقل کیا گیا ہے۔

وَقَالَ الْحَافِظُ كَمَا فِي شَرْحِ الْمَوَاهِبِ بِتَثْلِيثِ آمِينَ بِتَثْلِيثِ الْوَاقِعَةِ لَا أَنَّهُ

اور حافظ ابن حجرؒ نے کہا جیسا کہ شرح مواہب میں ہے کہ تین بار آمین کہنے سے تین واقعہ مراد ہیں ذکر

اٰمَنَ ثَلٰثاً فِی وَاقِعَةٍ وَاحِدَةٍ زَعَمَهُ بَعْضُ النَّاسِ لِلْجَاهِلُوْنَ۔

تین بار آمین کہنا ایک واقعہ میں مراد ہے جیسا کہ بعض جاہل لوگ سمجھے ہوتے ہیں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کے ہاں جو شخص اس حدیث سے تین بار آمین کہنا ایک واقعہ میں یعنی ایک نماز میں سمجھتا ہے وہ جاہل ہے لہذا حافظ ابن حجرؒ کے ہاں غیر مقلدین حضرات کے مذکورہ بالا مولوی صاحبان جاہل ٹھہرے۔

جواب ۲: جو راقم الحروف کے ہاں زیادہ پسندیدہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مسئلہ کی تعلیم فرماتے تو اکثر ان الفاظ کو تین بار دہراتے تاکہ صحابہ کرامؓ اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ کَانَ اِذَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَةٍ اَعَادَهَا ثَلٰثاً حَتّٰی تُفْهَمَ عَنْهُ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبلیغ و تعلیم کے طور پر تکلم فرماتے تو اس کلمہ کو تین بار دہراتے تاکہ آپ سے وہ کلمہ اچھی طرح سمجھا جا سکے۔

(بخاری صـ ۲۰ ج ۱)

اسی طرح تین بار آمین کہنا بھی سمجھ لیا جائے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آمین خفیہ پڑھتے تھے اس لیے بطور تعلیم تین بار آمین جہراً پڑھی تاکہ صحابہ کرامؓ و حضرت وائلؓ بن حجر سمجھ لیں کہ آمین نماز کے اندر پڑھنا سنت ہے چنانچہ حضرت وائلؓ خود فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا آمین بالجہر کہنے کو مگر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم فرما رہے ہیں جیسا کہ باب اوّل کی دلیل ۶ کے تحت گزرا۔

اس بحث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا بطور تعلیم کے تھا نہ کہ تین بار آمین کہنا سنت ہے۔ نیز یہ حدیث بھی ہماری دلیل ثابت ہوئی کہ آمین جہراً بطور تعلیم کے ہو تو کوئی حرج نہیں ورنہ عام طور پر اخفاء آمین سنت ہے جیسا کہ خود حضرت وائلؓ کی روایت میں بطریق امام شعبہؒ پوری بسط و تفصیل کے ساتھ باب اوّل میں گذر چکا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْلِی والی روایت کا حال: جناب مفتی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں۔

• نیز امام وکیعؒ اور ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حَیۡنَ قَالَ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ قَالَ رَبِّ اغۡفِرۡلِیۡ آمِیۡنَ یعنی نبی علیہ السلام وَلَا الضَّآلِّیۡنَ کے بعد رَبِّ اغۡفِرۡلِیۡ آمِیۡنَ بھی کہتے تھے اَحۡیَانًا فَاَحۡیَانًا۔ گاہے چنیں و گاہے چناں یعنی کبھی ایسا اور کبھی ویسا ہر فعل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سنت ہے" الخ (رسالہ آمین بالجہر ص۱۶)

جواب یہ روایت سنن الکبریٰ بیہقی ص۵۸ ج۲ اور مجمع الزوائد ص۱۱۳ ج۲ میں مروی ہے علامہ ہیثمیؒ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

• فِیۡهِ اَحۡمَدُ بۡنُ عَبۡدِ الۡجَبَّارِ الۡعُطَارِدِیُّ وَثَّقَهُ الدَّارَقُطۡنِیُّ وَاَثۡنٰی عَلَیۡهِ اَبُوۡ کُرَیۡبٍ وَضَعَّفَهُ جَمَاعَةٌ وَقَالَ ابۡنُ عَدِیٍّ لَمۡ اَرَ لَهُ حَدِیۡثًا مُنۡکَرًا •

اس حدیث کی سند میں احمد بن عبد الجبار العطاردی ایک راوی واقع ہے جسے امام دارقطنیؒ نے ثقہ قرار دیا ہے اور ابو کریبؒ نے اسکی تعریف کی ہے اور محدثین کرامؒ کی ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے مگر ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ میں نے اس کی کوئی روایت اوپری نہیں دیکھی۔

علامہ ہیثمیؒ جرح نقل کرنے میں تخلیط کا شکار ہوئے ہیں۔

اولاً تو اس لیے کہ خود مجمع الزوائد ص۲۹۶ ج۳ میں صراحتاً کہہ دیا ہے کہ احمد بن عبد الجبار العطاردی وَهُوَ ضَعِیۡفٌ۔ کہ یہ راوی ضعیف ہے۔

ثانیاً امام ابن عدیؒ کے قول کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے اصل میں جرح یوں تھی

ضَعَّفَهُ غَیۡرُ وَاحِدٍ قَالَ ابۡنُ عَدِیٍّ رَاَیۡتُهُمۡ مُجۡمِعِیۡنَ عَلٰی ضُعۡفِهٖ وَلَا اَرٰی لَهُ حَدِیۡثًا مُنۡکَرًا اِنَّمَا ضَعَّفُوۡهُ لِاَنَّهُ لَمۡ یَلۡقَ الَّذِیۡنَ یُحَدِّثُ عَنۡهُمۡ وَقَالَ مُطَیَّنٌ کَانَ یَکۡذِبُ الخ

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ اس راوی کو بے شمار محدثینؒ نے ضعیف قرار دیا ہے امام ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ میں نے تمام محدثین کرامؒ کو اس راوی کے کمزور ہونے پر متفق پایا مگر میں نے اس کی کوئی حدیث اوپری نہیں پائی محدثین کرامؒ نے اس کو ضعیف اس

(میزان الاعتدال ص۹۳ ج۱) لیے کہا ہے کہ جن استاذوں سے یہ حدیث بیان کرتا ہے نہ تو ان سے اس کی ملاقات ہوئی تھی (اور نہ وہ اس کے استاذ تھے) اور امام مطینؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی جھوٹ بولتا تھا۔

امام دارقطنیؒ نے لَا بَأْسَ بِہٖ کہا ہے اور ابوکریبؒ نے تعریف کی ہے اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ محدثین میں سے نہ تھا امام ابو حاتمؒ لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہتے ہیں۔ اور ان کے لڑکے عبدالرحمٰن بن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی حدیث لکھی تھی پھر میں اس کی حدیث لکھنے سے رُک گیا کیونکہ محدثین کرامؒ اس میں کلام کرتے ہیں امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عقدہؒ محدث اس سے حدیث نہ لیتے تھے کیونکہ یہ راوی غیر محتاط ہے ہر قسم کے آدمی سے روایت لے لیتا ہے ۲۷۲ھ میں یہ راوی فوت ہوا ہے۔ (میزان)

جب یہ راوی جھوٹ بولتا ہے تو اس کا کیا اعتبار ہے۔ امام ابن عدیؒ کا یہ کہنا کہ میں نے اس کی اوپری روایت نہیں پائی بالکل غلط ہے یہی رَبِّ اغْفِرْلِي آمِيْن اوپری روایت ہے کیونکہ یہ الفاظ اس کے سوا کوئی دوسرا راوی روایت نہیں کرتا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں احمد بن عبدالجبار بن محمد العطاردی ابو عمر الکوفی ضعیف (تقریب ص۱۱) نیز حافظ صاحبؒ لسان المیزان ص۵۰۳ ج۶ میں فرماتے ہیں وَقَدْ ضَعَّفَهٗ جَمَاعَةٌ کہ محدثین کرام کی ایک جماعت نے اسے ضعیف قرار دیا ہے نیز لسان ص۹۴۲ ج۶) میں فرماتے ہیں احمد بن عبدالجبار بن محمد بن عمر بن عطارد التیمی ابو عمر الکوفی احد الضعفا، کہ ضعیف راویوں میں سے ایک ضعیف راوی ہے۔

اس روایت کی سند میں دوسری خرابی یہ ہے کہ احمد بن عبدالجبار کا والد یعنی عبدالجبار بن محمد بن عطارد ابو احمد اس کی سند میں واقع ہے جس سے اس کا یہی بیٹا احمد بن عبدالجبار روایت کرتا ہے اور عبدالجبار اپنے استاذ ابو بکر نہشلیؒ سے روایت کرتا ہے دیکھئے (بیہقی ص۵۸ ج۲)

علامہ ذہبیؒ میزان ص۹۲ ج۲ میں فرماتے ہیں کہ امام عقیلیؒ نے کہا ہے کہ اس کی حدیث میں کافی اوہام ہیں اور باقی محدثین کرامؒ نے اس کے اوہام شمار بھی کیے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لسان المیزان ص۳۸۸

میں لکھتے ہیں "امام عقیلیؒ نے کہا ہے کہ فِی حَدِیْثِہٖ وَھْمٌ کَثِیْرٌ" امام ابن حبانؒ نے اس کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ جب کہ امام مسلمہ بن قاسمؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

قارئین کرام یہ ہے جناب مفتی عبدالستار صاحب کی گلہ ہے چنیں گلہ ہے چناں والی روایت کا حال مگر بایں ہمہ یہ لوگ ایسی روایتوں پر عمل کرتے ہیں اور صحیح حدیثوں کو رد کرنے کے لیے کئی حیلے اور بہانے بنا لیتے ہیں اور کچھ نہ بن سکے تو وہم ونسیان کا الزام راوی حدیث پر لگا کر حدیث کو ردّ کر دیتے ہیں جیسا کہ ہم نے امام شعبہؒ کے بارے میں باب اول کے اندر اس کا ذکر کر دیا ہے۔

الحاصل اخفاء آمین کی روایات صحیحہ پر عمل کرنا چاہیئے جو کہ نماز میں زیادہ فائدہ مند ہے۔ اور حضرت وائلؓ بن حجر کی اخفاء آمین والی روایت دور نبوی کے آخر میں ہے لہذا اس پر عمل ہونا چاہیئے۔ نماز میں پہلے چلنا، پھرنا، بولنا وغیرہ سب جائز تھا بعد میں سختی ہوتی گئی اس لحاظ سے اخفاء آمین نماز کے زیادہ مناسب ہے آخر میں ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالے اس کو قبول فرمائے (آمین) اور تمام مسلمان بھائیوں کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین اور خاص کر غیر مقلدین حضرات کو ٹھنڈے دل سے سوچنے کی توفیق عطا فرما دے اور تعصب اور تعسف سے بچائے (آمین) ؎

؎ من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیری وخواہ ملال

؎ مراد ما نصیحت بود و گفتیم — حوالت باخدا کردیم و رفتیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد

وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ آمین

الراقم حافظ حبیب اللہ ڈیروی

خطیب جامع مسجد شاہ ولی اللہ (محلہ جوگیاں والا) مدرس دارالعلوم محمودیہ

جامع عیدگاہ شہر ڈیرہ اسماعیل خاں

۱۸ ذوالقعدۃ سنہ ۱۴۰۱ھ / ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۸۱ء

اسٹاکسٹ:

الهادی
للنشر والتوزیع
پبلشر، بک سیلرز، پرنٹرز، ڈسٹری بیوٹرز
۳۸- غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔
فون: 042 37361473 موبائل: 0300-6609226,
ای میل: alhaadi38@gmail.com